نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ

تاریخ

تاریخ و آثار قدیمہ کا سہ ماہی رسالہ

مرتبۂ

حکیم سید شمس اللہ قادری

سید سعد اللہ قادری

سکریٹری نواب لطف الدولہ اورینٹل ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے

دفتر تاریخ حیدرآباد دکن سے شایع کیا

(عہد آفرین برقی پریس)

تاریخ

سلسلہ جدید

جلد چہارم ——— جون سنہ ۱۹۴۰ء ——— حصہ اول

متفرقات

مقالات

مطالعہ سے قبل ملاحظہ فرمائیے

سہو نظری اور مصحح کے عدم التفات کے باعث رسالہ میں طباعت و کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً

صفحہ ۷ سطر ۲۰ کے مصرع اول میں بیٹر کے عوض غلطی سے پیپیر اور صفحہ ۸ سطر ۱ کے مصرع دوم میں عناد کے عوض اعناد چھپ گیا ہے اسی طرح صفحہ ۱۹ سطر ۳ میں یاقوت حموی کی نسبت الھروی چھپی ہے جو سراسر غلط ہے۔ بلکہ صحیح نسبت الرومی ہے۔ صفحہ ۱۰۰ سطر ۵ میں علامہ ابن جوزی کی کتاب المنتظم کا نام غلطی سے المنقظم طبع ہوگیا ہے از راہِ کرم ان کو اور اسی نوعیت کی بعض اور غلطیوں کو جو بآسانی صحیح ہو سکتی ہیں۔ دوران مطالعہ میں صحیح فرما لیا جائے۔

خاکسار

ناشر

هو السمیع العلیم

در زمان خلافت سلطنت پادشاه

جمجاه ملایک سپاه ظل اله سلطان

عبد الله قطب شاه خلد الله ملکه الی یوم القیام

و در ایالت نواب مستطاب معلا القاب نواب جمله

الملکی میر محمد سعید تا هست جهان مستدام باد

بنا کرد و باتمام رسانید این مسجد را بندهٔ درگاه رستم

ابن ذوالفقار استرابادی بتاریخ ۱۲ شوال سنه ۱۰۶۳

پونا ملی کا قطب شاهی کتبه

پونامَلی کا قطبشاہی کتبہ

پونا ملی ضلع چنگل پیٹھ میں مدراس سے جانب مغرب تیرہ میل اور سینٹ تھامس کے پہاڑ سے جانب شمال پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ مقام کرناٹک کے مشرقی ساحل کا حاکم نشین تھا۔ قطبشاہی تسلط سے پہلے چندراگری کے راجہ کی طرف سے یہاں کی حکومت کالستری کے زمیندار وینکٹا ڈامرلا کے تفویض تھی۔

میر جملہ میر محمدؐ سعید اردستانی[1] سلطان عبداللہ قطبشاہ (۱۰۳۵ھ۔ ۱۰۸۳ھ) کا وزیر اور سپہ سالار تھا۔ اسکی سعی و کوشش سے کرناٹک کا بہت بڑا علاقہ قطبشاہی عملداری میں شامل ہوا ہے۔ سلطان عبداللہ کے عہد میں قطب شاہی

---

[1] میر جملہ کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) تذکرہ مرزا طاہر نصر آبادی۔ طبع طہران ص ۵۶ (۲) عمل صالح۔ جلد سوم ص ۲۱۳ و ص ۲۲۴ (۳) ماثر الامرا۔ جلد سوم ص ۵۳۰ تا ص ۵۵۵ (۴) سیر المتاخرین۔ جلد اول ص ۲۸۴۔

سلطنت کی جنوبی حد رُود ِ کرشنا کے نیچے کھمم تک تھی ۔ میر جملہ نے بڑی جد و جہد کے بعد کرناٹک کا مشرقی علاقہ رود پالار کے نیچے دور تک فتح کر لیا ۔ اِس جدید مفتوحہ ملک کی وسعت طولاً تین سو میل اور عرضاً ساٹھ میل تھی ۔ اور اس سے سالانہ چالیس لاکھ روپئے محاصل وصول ہوا کرتا تھا۔[1]

میر جملہ نے ۱۰۵۶ھ میں اودے گیری فتح کی ۔ اس کے بعد کنجی کوٹہ (کندی کوٹہ) پر قبضہ کرتا ہوا جنوب کی جانب بڑھتا چلا گیا ۔ ویلور کے قریب رینی گنٹہ کو فرودگاہ قرار دیکر سمندر کے کنارے کنارے پولیکٹ اور مدراس سے گزرتا ہوا کانجی ورم پہونچا ۔ غرض کہ اس نے ۱۰۵۶ھ اور ۱۰۶۳ھ کے مابین سات سال کی قلیل مدت میں کرناٹک کے وہ تمام علاقے فتح کر لئے جو پہلے پایان گھاٹ کہلاتے تھے اور اس وقت کرنول ۔ کڑپہ ۔ ترپاتور ۔ ویلور ۔ ارکاٹ ۔ سیلم ۔ نیلور ۔ مدراس اور چنگل پیٹھ کے اضلاع میں شامل ہیں ۔

میر جملہ کی ان فتوحات کے مفصل حالات کسی فارسی تاریخ میں ابھی تک دستیاب نہیں ہوے ۔ مرزا سالک کے قصائد ۔ ابراہیم زبیری کی بساتین السلاطین اور برہان خاں کی تزک والاجاہی میں ان کی جانب جستہ جستہ اشارے ملتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں ۔

۱۰۵۷ھ میں میر جملہ تسخیر کنڈی کوٹہ کے ارادے سے روانہ ہوا اس موقع پر مرزا سالک نے حسب ذیل تاریخ لکھی ۔

اے خدیو سعید فرخ فال — حافظت باد ایزد متعال
بہر اقبال فتح، شد تاریخ — روئے آوردہ فتح با اقبال (۱۰۵۷ھ)

---

[1] عمل صالح جلد سوم ص ۲۱۳

سن ۱۰۶۰ھ میں کندی کوٹہ فتح ہوا تو مرزا سالک نے حسب ذیل تاریخ منظوم کی۔

کرد مفتوح باقبال تو کندی کوٹہ ‏ ‏ ‏ ہم چو خیبر کہ کشاد از کف فیاض وصی

از پئے فتح دلم خواست کہ گوید تاریخ ‏ ‏ ‏ فکر تاریخ مرا برد و زخود کرد تہی

دوش در واقعہ دیدم کہ رسولے می گفت ‏ ‏ ‏ فاتح قلعہ علی بود و علی بود و علی

سن ۱۰۶۱ھ میں میر جملہ نے گوتی پر قبضہ کیا تو مرزا سالک نے حسب ذیل تاریخ لکھی۔

اے آصف زمانہ کہ باکوکب سعید ‏ ‏ ‏ گیتی کشادۂ کہ تو گوتی کشودۂ

تاریخ این ظفر طلبیدم ز پیر عقل ‏ ‏ ‏ گفتا عجیب قلعۂ گوتی کشودۂ

ابراہیم زبیری نے کرناٹک کے عادل شاہی فتوحات اور قلعہ جنجی کی فتح کا ذکر کرتے ہوئے کرناٹک کے قطب شاہی مقبوضات کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

> چوں بارہ ملک آں طرف بیشتر ازیں زماں در تصرف قطب شاہیاں آمدہ بود۔ میر جملہ از طرف قطب شاہ بحراست آں متعلق بودہ درسواد رینج گنڈہ کہ از مضافات ویلور بر پنج گاؤ از جنجی واقع بود اقامت می داشت۔

بارہ ملک سے کرناٹک کے پایان گھاٹ کا وہ علاقہ مراد ہے جسکو ٹیپو سلطان اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں بارہ محال کہتے تھے اور آجکل ضلع سیلم کے نام سے مشہور ہے۔ ابراہیم زبیری کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضلع سیلم کا بالائی علاقہ قطب شاہی تصرف میں تھا اور وہاں کی حکومت میر جملہ کے تفویض تھی۔

تزک والاجاہی سے جو کرناٹک کی خاص تاریخ ہے معلوم ہوتا ہے کہ سن ۱۰۵۰ھ میں کرناٹک کے علاقہ پایان گھاٹ پر قطب شاہی قبضہ ہوگیا تھا۔۔

اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے مدراس میں قلعۂ گلی تعمیر کرنے کی اجازت قطب شاہ سے حاصل کی تھی۔ اور قطب شاہ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے سالانہ بارہ سو ہون پیشکش ملا کرتا تھا۔

در زمان رایل نام راجہ پایان گھاٹ (راجہ چیندراگری) نائبان کومپنی ایسٹ انڈیا با زمیندار کالستری دامرلہ وار نام دیوانش کہ تا ایں زمان وقائع نگاری حوادث زمانۂ آستان زمینداری پالہ کالستری و اطلاق اسم دامرلہ وار متعلق با ولاد ہمان دیوان ست اتحاد محکم ساختہ و بارسال تحف و ہدایا براجہ مذکور از وساطت دامرلہ وار حکم قطعہ زمینی برائے احداث تجارت گاہی بر ساحل دریا خواستند۔ راجہ بسفارش دیوان واقبال التماس موضع کمراس کوپم نام عملہ تعلقہ پون ملی داد وسند آن بر لوح طلا مرتسم کردہ بر ملتمسان منت نہاد و مبلغ یکہزار و دوصد ہون کرک پیشکش سالانہ بر آنہا مقرر فرمود۔ وکومپنی در ۱۰۴۹؁ یکہزار و چہل و نہ ہجری مقدس برزمین موضع مذکور بر لب دریائے شور بنای کوٹھی نمود و بقرینہ اسم موضع مدراس نامید۔ و بعد چندی باجارۂ سہ موضع دیگر یعنے موضع چینم نایک کوپم و موضع ارکوپم و موضع ملی پیٹھ عملہ تعلقہ پون ملی از دامرلہ وار منت پذیر گردید و برزمین موضع چینم نایک کوپم کہ بازمین مدراس پیوستہ است طرح آبادی نہاد و بقرینہ اسم موضع چینا پٹن نام داد۔

اوقاتیکہ سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵؁ - ۱۰۸۳؁) بادشاہ حیدرآباد بر اکثر محالات پایان گھاٹ تصرف یافت وحکومت رایل زوال یافت یعنے در ۱۰۵۸؁ یکہزار و پنجاہ و ہشت ہجری مقدس ویرنّا نام وکیل را بحیدرآباد فرستادہ بگزارش تحف و ہدایا از دربار بادشاہی حکم احداث قلعۂ گلی وسند

ہر چہار موضع متصرفہ عمل رایل واجرائی دار الضرب ہون کرک حاصل و از تعہد
ایصال وجہ پیشکش زمان رایل بخزانہ شاہی خود را در سلک مال گزاران شامل
نمود ۔ وکیل نیز از پیشگاہ سلطانی بعنایت پالکی وچہتری و جاگیر موضع ترل کیری
عملہ تعلقہ پونا ملی شرف اختصاص وارتخاص یافت و موضع جاگیر تاحیات
در تصرف خود داشت بعد ازاں بضبطی کومپنی رسید۔

میر جملہ کے سپہ سالار رستم بن ذو الفقار استر آبادی نے جسکو ایسٹ انڈیا کمپنی
کے کارندوں نے رستم زماں کے لقب سے یاد کیا ہے ۱۰۶۳ھ میں قصبہ پونا ملی
کو اپنا فرودگاہ قرار دیا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی جو اِس وقت بھی موجود ہے
اور اُس پر حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے ۔

هُو السميع العليم

در زمان خلافتہ سلطنتہ بادشاہ
جمجاہ ملایک سپاہ ظل الہ سلطان
عبد اللہ قطب شاہ خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام
و در ایالت نواب مستطاب معلا القاب نواب جملتہ
الملکی میر محمد سعید تا ہست جہاں مستدام باد
بنا کرد و باتمام رسانید مسجد را بندۂ درگاہ رستم
ابن ذو الفقار استر آبادی بتاریخ ۲۰ ر شوال ۱۰۶۳ھ

بیڑ کے گنج دروازے کا منظوم کتبہ

اس کتبہ کو مولانا غلام یزدانی ناظم سررشتہ آثار قدیمہ نے ۱۹۲۰ سنہ و ۱۹۲۱ء سنہ کی سررشتہ آثار قدیمہ کی سالانہ رپورٹ میں شائع کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۱ سنہ و ۱۹۲۲ء سنہ کے اے پی گرافیا انڈو مسلیمیکا میں چھپوایا اور اس پر حسب ذیل تمہید لکھی ہے۔

گنج کے معنی فارسی زبان میں خزانہ کے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں یہ لفظ غلہ کی منڈی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ گنج دروازہ صرف ایک کمان ہے جو غلہ کی منڈی میں واقع ہے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کمان ایک کوچہ کی بنیاد کے وقت تعمیر ہوئی تھی جس کا نام معمور پورہ تھا۔ اس کا بانی خاندوران اورنگ زیب کا درباری امیر تھا۔ مغلیہ تاریخ میں یہ دوسرا شخص ہے جسکو یہ خطاب عطا ہوا ہے۔ اسکا اصلی نام سید محمود تھا۔ اسکو ابتدا میں نصیری خاں کا خطاب دیا گیا تھا۔ اورنگ زیب کے اوایل عہد میں پانچ ہزاری منصب اور خان دوران کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ اور ۱۰۷۷ھ سنہ میں انتقال کیا۔

مولانا یزدانی نے کتبہ کا متن اس طرح نقل کیا ہے۔

در زمانِ شہنشہِ عادل | کہ بود در زمانہ بے ہمتا
شاہ اورنگ زیب عالمگیر | صیت عدلش گرفتہ ارض و سما
خان دوران شجاع .... | معدن جود و کان حلم و سخا
زبدۂ خانان خاندان معنوی | کہ ازو یافت چشم و ہر ضیا
کرد در بیر.......... | کہ ازاں کوتہ است دست قضا
گشت ساعی ایں بنا طاہر | زاں کہ اوست خود ز اہل وفا
شد بہ معمور پورہ آں مشہور | .... بادِ بقا
سال تاریخ ایں بنا جستم | بتضرع ز خالق یکتا
.........کہ از غیب ...... | از سر لطف ہاتفی ز سما
سرئی بگرد.......... بجو | باشد ایں پورہ جنت دنیا

مولانا یزدانی کی اشاعت سے اکیس سال پہلے ۱۸۹۹ء میں بیٹر کے قاضی احمد محی الدین نے اپنی تاریخ بیٹر میں صفحہ (۶۸) پر اس کتبہ کو شائع کیا ہے۔ اور قاضی صاحب کا نقل کیا ہوا متن مولانا یزدانی کے متن سے زیادہ مکمل اور صحیح ہے۔ ہم نے بھی کئی سال پہلے اس کتبہ کو دیکھا ہے اور ہماری دانست میں اسکا صحیح اور بے عیب متن حسب ذیل ہے۔

در زمانِ شہنشہِ عادل | کہ بود در زمانہ بے ہمتا
شاہِ اورنگ زیب عالمگیر | صیتِ عدلش گرفتہ ارض و سما
خانِ دوران شجاع دین معمور | معدن جود و کانِ حلم و حیا
زبدۂ خاندانِ معموری | کہ ازو یافت چشم و ہر ضیا
کرد در بیٹر پورۂ آباد | کہ ازاں کوتہ است دست قضا
گشت ساعئی ایں بنا طاہر | زانکہ او ہست خود ز اہل وفا

شد بمعور پورہ ایں مشہور | از عنادِ زمانہ باد بقا
سالِ تاریخ ایں بنا جستم | بہ تضرع زخالق یکتا
ناگہ از غیب ایں ندا دارم | از سرِ لطف ہاتفے زسما
سرِ پائے بگیر و فاش بگو | باشد ایں پورہ جنت دنیا

اس قطعہ میں مصرعہ آخر سے ۱۰۹۹ھ برآمد ہوتے ہیں شاعر نے مصرعۂ تاریخ کے سرپا یعنی لفظ آخر کے حرف اول (دنیا کی دال) کے عدد (۴) کا اس میں تدخلہ کیا ہے۔ اس حساب سے ۱۱۰۳ھ اس کمان کا سال تعمیر ہے اور اس سے ظاہر کہ اس تعمیر کو خاندوران سید محمود سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ سید محمود کا ۱۰۷۸ھ میں انتقال ہوا ہے اور اس کے انتقال سے پچیس سال بعد یہ کمان تعمیر ہوئی ہے۔

اس کمان کے بانی کا نام سید محمود نہیں بلکہ میر شجاع الدین معمور خاں ہے وہ میر ابوالفضل معموری کا ہمشیرہ زادہ اور عالمگیر اورنگ زیب کے عہد میں اورنگ آباد کی حراست پر مامور تھا۔ ۱۱۰۳ھ میں بیڑ کی فوجداری پر مامور ہوا[1] ۱۱۱۱ھ میں آتش خاں کے انتقال کے بعد کرناٹک کی فوجداری سے سرفراز ہوا[2] ۱۱۱۳ھ میں یہ خدمت چین قلیج خاں کے تفویض ہوئی اور معمور خاں سبکدوش کر دیا گیا[3]۔

اے پی گرافیا اینڈو مسلیمیکا قابل استناد رسالہ ہے۔ اس میں ایسی فاحش غلطی کا موجود رہنا محققین کے لئے گمراہی اور غلط رہنمائی کا باعث ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مولانا یزدانی اسکی کسی آئندہ اشاعت میں اس غلطی کی تصحیح فرمادیں گے۔

لہ ماثر عالمگیری ص ۳۴۷۔
۲ہ ماثر عالمگیری ص ۴۰۲
۳ہ ماثر عالمگیری ص ۴۴۱۔

شہنشاہ بابر کے سکّے

جو ائمہ اثنیٰ عشر علیہم السلام کے نام سے مضروب ہوئے ہیں

ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا بانی ظہیر الدین محمد بابر ہندوستان آنے سے ۹۱۷ھ میں تھوڑی مدت کے لئے سلطنت صفویہ کا باج گزار ہوگیا تھا۔ اُس زمانہ میں اس نے اپنے دار السلطنت سمرقند میں آئمہ اثنیٰ عشر علیہم السلام اور شاہ اسمٰعیل صفوی کے نام سے سکے مضروب کرائے اور اپنے مقبوضہ علاقے میں شیعی طور وطریق رواج دئے تھے۔ واقعات اس کے یہ ہیں کہ شہنشاہ بابر نے اپنے باپ عمر شیخ مرزا کی وفات کے بعد ماوراء النہر میں اپنی آبائی حکومت حاصل کرنے کے لئے مدت دراز تک سعی وکوشش کی لیکن ازبکوں کے مقابلہ میں اسے ہر وقت ناکامی ہوئی۔ اسی اثنا میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے خراسان میں آکر ازبکوں پر یورش کی اور ان کو متعدد مقامات پر شکست دے کر پسپا کیا۔ بابر نے جو اس وقت کابل میں مقیم تھا اپنا ایلچی شاہ اسمٰعیل کے پاس بھیجا اور طلب امداد کے لئے مکتوب لکھا۔ اسمٰعیل نے بابر کی درخواست منظور کر لی۔ احمد بیگ صوفی اور شاہرخ افشار اسمٰعیل کے

حکم سے فوج لیکر آئے۔ بابر نے ان کی مدد سے پہلے بخارا پھر سمرقند پر حملہ کیا۔ عبیداللہ خان والی بخارا اور محمد تیمور سلطان حاکم سمرقند مقابلہ کی تاب نہ لاکر فرار ہوگئے۔ بابر نے اپنے آبا و اجداد کے تخت گاہ سمرقند پر قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر یہ امر غور طلب ہے کہ سمرقند میں بابر کی حکومت کیا حیثیت رکھتی تھی آیا وہ خودمختار حاکم تھا۔ یا شاہ اسمٰعیل کا ماتحت و فرماں بردار۔ بابر کے متعلق سب سے بہتر اور قابل اعتماد کتاب خود اُس کی تزک ہے۔ لیکن اُس کتاب سے ان واقعات پر کچھ بھی روشنی نہیں پڑتی ہے۔ کیونکہ بابر نے اس دَور کے تمام واقعات کو از اول تا آخر قلم انداز کردیا ہے۔

ہندوستان کے مورخ بابر کو سمرقند کا خودمختار حاکم بتلاتے اور شاہ اسمٰعیل کیساتھ اسکے تعلقات کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے ہیں۔ مورخ فرشتہ کا بیان ہے کہ ۹۱۷ھ میں سمرقند کو جب بابر نے فتح کیا تو وہاں اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔

> در نصف ماہ رجب سال مذکور از آنجا بسمرقند رفتہ نوبت سوم خطبہ و سکۂ آں بلدہ را بنام خود کرد (تاریخ فرشتہ۔ طبع بمبئی ۱۲۴۷ھ۔ جلد اول صـ ۳۷۲)

خافی خاں نظام الملکی نے بھی فرشتہ کے بیان کی تائید کی ہے۔

> جمعیٔ را قتل و اسیر ساختہ متوجہ سمرقند گشتہ بخارا را نیز بہ تسخیر در آوردہ شہر و منابر آنجا را بسکہ و خطبہ نام گرامی خود معزز گردانیدند۔ (منتخب اللباب طبع کلکتہ۔ جلد اول صـ ۴۳)۔

برخلاف اِس کے ایرانی مورخوں نے بابر کو شاہ اسمٰعیل کا ماتحت اور

مطیع و فرماں بردار حاکم بیان کیا ہے۔ غیاث الدین خوندمیر نے حبیب السیر میں (جو ۹۳۵ھ میں بابر کی زندگی میں تصنیف ہوئی ہے) لکھا ہے کہ بابر نے طلب امداد کے لئے شاہ اسمٰعیل کے نام عرضداشت لکھی اور اُس میں اقرار کیا کہ اگر آپکی امداد سے ماورالنھر فتح ہو جائے تو اس ولایت میں آپ کے نام سے خطبہ و سکہ جاری کیا جائے گا۔ اور جب شاہ اسمٰعیل کی اعانت سے بابر نے سمرقند فتح کیا تو اس شہر میں آئمہ معصومین اور شاہ اسمٰعیل کے نام سے خطبہ و سکہ جاری فرمایا۔

کیفیت آں فتح مبین را بدرگاہ بادشاہ حشمت آئین عرضداشت نمودہ مرقوم قلم نیاز گردانید کہ یکے از امرائے عظام با فوجی غازیان عالی مقام باین مخلص ملحق کردند۔ امیداست کہ علی اسرع الحال سائر ممالک ماوراء النھر مفتوح گردد۔ و دریں ولایت خطبہ و سکہ باسم والقاب نواب کامیاب مزین گشتہ انہدام مبانی جہانبانی سلاطین ازبک بوقوع پیوندد۔ محمد بابر بادشاہ باستظہار ایشاں متوجہ سمرقند گشت۔ حاکم ایں دیار محمد تیمور سلطان و والی بخارا عبید اللہ خاں ازین حال خبر یافتند مرکز دولت خالی گزاشتہ بجانب ترکستان شتافتند۔ و ماہچہ رایات نصرت آیات بابری از افق دارالسلطنت سمرقند طالع شدہ اطراف آں مملکت با نوار عدالت نصفت صفت اضارت گرفت و رسوم اہل ظلم و بدعت معدوم گشتہ خطبہ و سکہ بذکر ماثر و مفاخر ائمہ معصومین

صلوات اللہ علیہم اجمعین و اسم و لقب بادشاہ سیادت پناہ
سکندر آئین سمت زیب و زینت پذیرفت (حبیب السیر
طبع بمبئی ۱۲۷۳ھ۔ جلد سوم۔ جز چہارم ص ۹۶)

حسن روملو نے اپنی کتاب احسن التواریخ میں (جو ۹۸۵ھ میں تمام ہوئی ہے)
اس واقعہ کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے۔

بابر بادشاہ در کمال عظمت در بدخشان متمکن گردید و
رسولان چرب زبان بنزد خاقان سکندر شان روان کرد
عرض نمود کہ اگر آں حضرت نوبتی غازیان را بمدد ارسال
نمایند ممکن کہ ولایت سمرقند و بخارا بتصرف ایں محب درآمدہ
سکہ و خطبہ بالقاب آں مالک رقاب مزین گردد۔ بنا بر آں
خاقان اسکندر شان احمد بیگ صوفی و شاہرخ بیگ افشار
را با فوجی از غازیان جرار بمدد بابر بادشاہ روانہ گردانید۔ بابر بادشاہ
باتفاق امرائے درگاہ بدفع ازبکان کینہ خواہ روان شد۔ تیمور
سلطان و عبیداللہ خان از آمدن وارث ملک خبر یافتہ بجانب
ترکستان شتافتند۔ بابر بادشاہ باتفاق غازیان دولت خواہ
در سمرقند نزول نمودہ خطبہ باسم خاقان اسکندر شان خواندند۔ و
در سکہ اسامی ائمہ اثنیٰ عشر صلوات اللہ علیہم نقش کردند (احسن التواریخ
گائیکوار اورنٹیل سیریز۔ طبع کلکتہ۔ ص ۱۲۷)

تاریخ عالم آرا کے مصنف نے جو شاہان صفویہ کی سرکاری تاریخ ہے خوندمیر اور
حسن روملو کے بیان کی اسطرح توثیق کی ہے۔

محمد بابر مرزا با امرائے عظام ملحق شدہ متوجہ سمرقند شدند۔

چوں سلطان ازبک از آمدن بابر مرزا و موافقت جنود قزلباش
خبر یافتند مرکز دولت خالی گزاشتہ بجانب ترکستان رفتند۔
و بابر مرزا در بلدہ سمرقند تخت گاہِ اجداد فیروزمند پائے برمسند جہانبانی
نہادہ در آں بلدۂ فردوس نشان خطبہ ائمہ اثنیٰ عشر بنام نامی
آنحضرت خواندند (تاریخ عالم آرائے عباسی۔ طبع طہران ص۳۰)

مرزا حیدر دوغلات شہنشاہ بابر کا خالہ زاد بھائی ہے۔ اس نے ۹۵۳ھ میں وسط ایشیا کے مغلوں کی تاریخ لکھی ہے۔ اُس میں بابر کے فتح سمرقند کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابر نے شاہ اسمٰعیل کی اعانت سے سمرقند فتح کیا اور اس کے ماتحت کی حیثیت سے حکومت کرنے لگا۔ اسمٰعیل کا مذہب شیعہ تھا اِس لئے بابر نے بھی اسکی اتباع میں شیعہ مذہب کے طور وطریق ملک میں رواج دیے اور سمرقند میں ائمہ اثنیٰ عشرؑ کے نام سے خطبہ و سکہ جاری کیا۔ یہ بات باشندگان سمرقند کو جو سُنّی مذہب کے پابند تھے ناگوار گزری اور اس کی وجہ سے آٹھ ماہ کی مختصر حکومت کے بعد اسکو سمرقند چھوڑکر بھاگنا پڑا۔

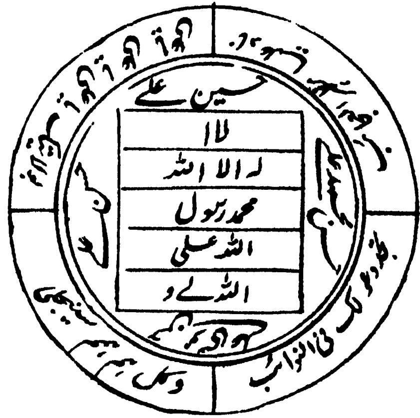
بادشاہ در منتصف رجب فی سنہ ۔ سبع عشر و تسعماۃ باجمعی
وسپہی کہ چشم کس مشاہدہ نکردہ و بازیبی و زینتی کہ گوش کس نیز
نشنیدہ باشد در شہر آمدند۔ ملائکہ کروبی در پیش او باندائی
اوخلوہا بسلام آمنین وخلایق بالتحمید الحمد للہ رب العالمین۔
مردم ماوراء النھر خاصہ اہل سمرقند سالہا بود کہ مشاعل اشواق
را باآہ سحرگاہ از مہاجرت بادشاہ بدرگاہ حضرت الروشن
می ساختند۔ ظل ظلیل بادشاہ را کہ شجرہ طیبہ عقل کہ بابرگ
و بر وثمر احسان مثمر باشد بر سرایشاں گستردہ گرد و می خواستند۔
مدی الزمان بچشم آں واشتعد کہ بوقت ضرورت کہ ملتبس

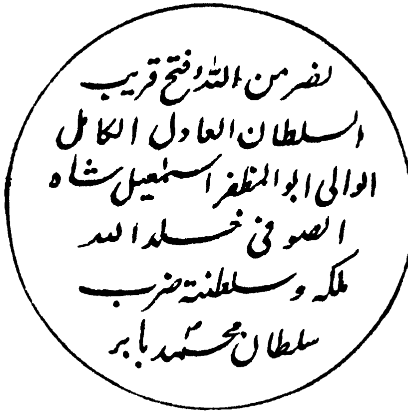
بلباس قزلباش شدند کہ محض بدعت بلکہ قریب بکفرست۔
بجرد جلوس بر تخت سمرقند بر شریعت نبویہ نشیند و تاج سنت
مصطفویہ رابر سر گزارند تاج شاہی کہ سیرتش بدعت .....
بود آنرا از سر گرفتہ نزد شیعہ فرستند۔ اما این چشم داشت
مردم سمرقند ظاہر نشد بسبب آنکہ ہنوز خود را از کومک
و امداد شاہ اسمٰعیل مستغنی نمی دانستند۔ وقوت خود را
بمقابلہ مقاتلہ اوزبک وافی نمی دیدند۔ بنا بریں دریں
امر تانی می رفت ولشدا ید قزلباش را مدارا می نمودند ازیں
جہت مردم ماوراء النہر صولت اشتیاق کہ قبل ازیں غائبانہ
بہ بادشاہ داشتند وہم شکست وہم چناں با بادشاہ ترا کمہ
مدارا و مواسای کردند۔

شہنشاہ بابر کے جو سکے سمرقند میں مضروب ہوئے ہیں اُن کی حالت اُن سکوں
سے بالکل مختلف ہے جن کو اُس نے فتح ہندوستان کے بعد ہندوستان کے مختلف
شہروں میں مضروب کرایا ہے۔ برٹش میوزیم میں دونوں قسم کے سکے موجود ہیں۔ سمرقند
کے سکے بالکل شیعی طرز کے ہیں۔ ان پر شیعوں کا کلمہ اور ائمہ اثنیٰ عشر علیہم السلام
کے اسماء منقوش ہیں۔ ہندوستان کے سکوں کی حالت اُن سے مغائر ہے۔
ان پر سنیوں کا کلمہ اور خلفائے راشدین کے نام ثبت ہیں۔ مقابلہ کے لئے
دونوں قسم کے سکوں کی عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

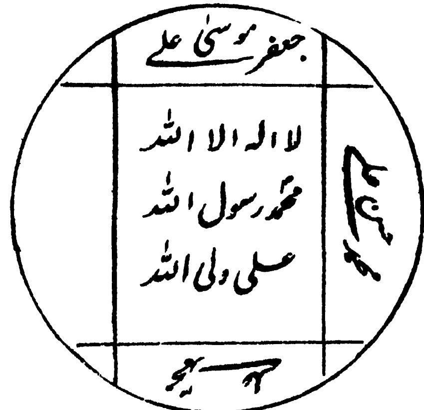
بابر کے دو سکے جو سمرقند میں مضروب ہوئے ہیں

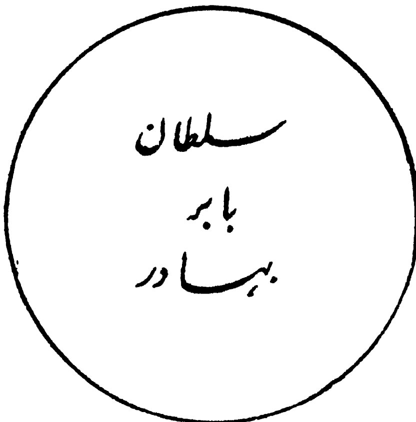
(۱) سونا - ۵۴ گرین





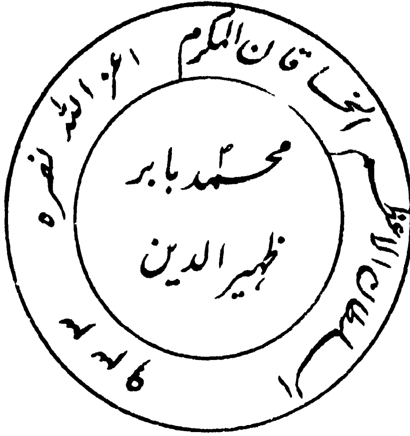
(۲) چاندی - ۷۰ گرین -

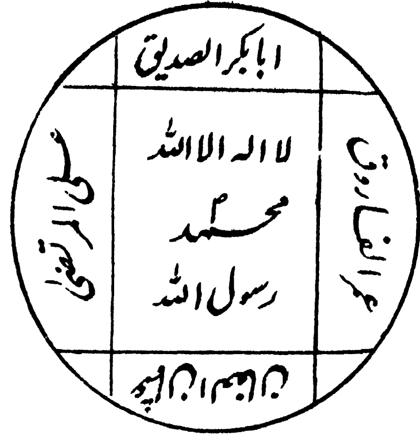




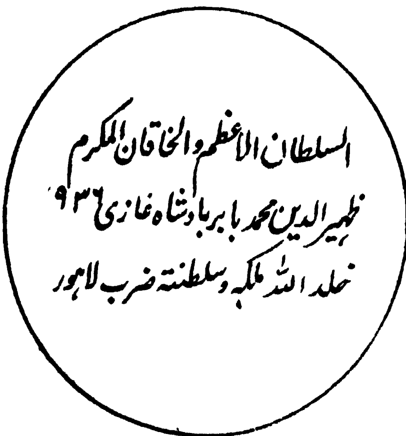
بابر کے دو سکے جو ہندوستان میں مضروب ہوئے ہیں

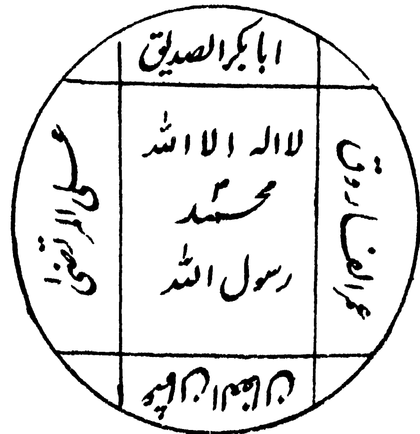
(۳) چاندی - سنہ ۹۳۳ھ - ۷۰ گرین

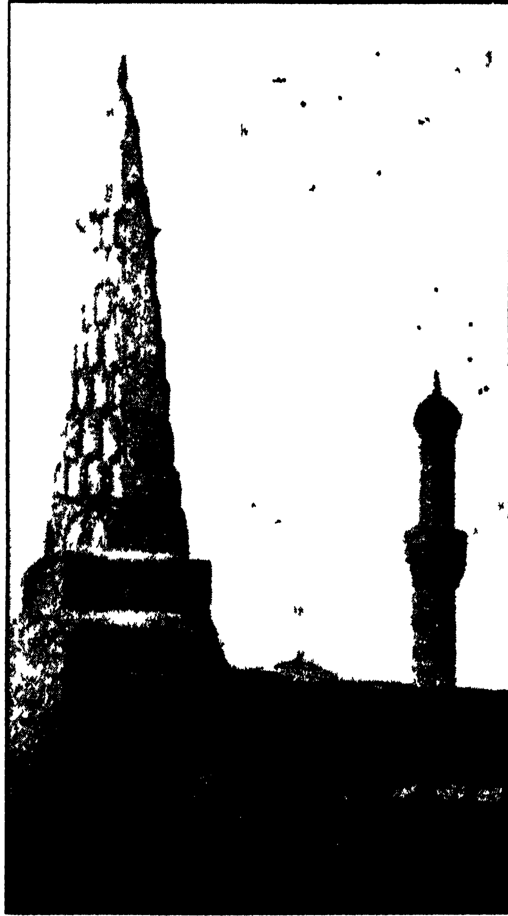




(۴) چاندی - لاہور - سنہ ۹۳۶ھ - ۶۹ گرین







شیخ شہاب الدین سہروردی کا مقبرہ

شیخ شہاب الدین سہروردی

نوشتہ

حکیم سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ

حضرت مغفرت مآب نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ

جد مادری او سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہ جہاں بادشاہ است و
جد پدری او عابد خاں کہ پدرش عالم شیخ از عظماء کا بر سمرقند و
از احفاد شیخ شہاب الدین سہروردی بود

میر غلام علی آزاد بلگرامی

سرو آزاد صفحہ ۱۷۳

الامام العارف محی السنہ شیخ الشیوخ ابوجعفر عمر بن محمد بن عبداللہ بن عمویہ التیمی البکری المعروف بہ شیخ شہاب الدین السہروردی

مشہور جغرافیہ نویس یاقوت حموی شہاب الدین ابی عبداللہ الروی المتوفی ۶۲۶ھ غالباً سب سے پہلا مصنف ہے جس نے شیخ الشیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی شہرۂ آفاق تصنیف معجم البلدان شیخ الشیوخ کی وفات سے گیارہ سال پہلے ۶۲۱ھ کے حدود میں تمام ہوئی ہے۔ اس میں جو حالات مذکور ہیں اگرچہ نہایت مجمل ہیں۔ تاہم نام و نسب، تاریخ ولادت اور بغداد کی سکونت پر اُن سے کافی روشنی پڑتی ہے۔

معجم البلدان کے بعد قاضی شمس الدین احمد بن خلکان المتوفی ۶۸۱ھ کی کتاب وفیات الاعیان خاص توجہ کے قابل ہے۔ کیونکہ ابن خلکان بھی یاقوت کی طرح شیخ الشیوخ کا معاصر ہے شیخ الشیوخ کی وفات کے بیالیس سال بعد ۶۵۴ھ میں اس نے اپنی کتاب کی تالیف شروع کی اٹھارہ سال کے بعد ۶۷۲ھ کے حدود میں اُسے تمام کیا۔ اس میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ خاصی تفصیل کے ساتھ تحریر ہے۔

امام حدیث ابوعبداللہ محمد بن سعید الدبیثی المتوفی ۶۳۷ھ اور مورخ عصر محب الدین ابوعبداللہ محمد بن نجار البغدادی المتوفی ۶۴۳ھ نے حافظ حدیث ابی بکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کی تاریخ بغداد کے ذیل لکھے ہیں اور اُن میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ بھی درج کیا ہے۔ لیکن یہ کتابیں اِس وقت نادر و نایاب ہیں۔ تاہم اِن کے بعض اجزاء زمانۂ مابعد کی تصنیفات میں اس وقت بھی محفوظ ہیں۔

علامہ کمال الدین عبدالرزاق بن احمد الشیبانی المعروف بابن الفوطی المتوفی ۷۲۳ھ

امام عفیف الدین ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی المتوفی ۷۶۸ھ اور قاضی تاج الدین ابی نصر عبدالوہاب بن علی الشافعی المعروف با بن السبکی المتوفی ۷۷۱ھ اگرچہ شیخ الشیوخ کے معاصر نہیں ہیں لیکن قریب العہد ضرور ہیں۔ ابن الفوطی خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد، عطا ملک علاؤ الدین جوینی کے مداح اور بغداد میں مدرسہ مستنصریہ کے خازن کتب تھے۔ ان کی کتاب الحوادث الجامعہ میں قرن ہفتم کے وقایع مہمہ اور اعیان واشراف کے تراجم مذکور ہیں۔ امام یافعی ائمہ صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تاریخ مرآۃ الجنان ۷۵۰ھ میں تمام ہوئی ہے اس میں التزام کے ساتھ زہاد و صالحین کے تراجم بالتفصیل تحریر ہیں۔ ابن السبکی ائمہ حدیث سے ہیں۔ ان کی تصنیف طبقات الشافعیہ اس جامعیت کے ساتھ لکھی گئی ہے کہ مجموعی حیثیت سے فن رجال کی کوئی کتاب اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ اس تفصیل سے لکھا ہے کہ کسی دوسری کتاب میں اس سے زاید کیا اس کے برابر بھی نہیں مل سکتا۔ دبیثی۔ ابن نجار اور ابن خلکان کی تاریخیں ابن فوطی۔ یافعی اور ابن سبکی تینوں کے پیش نظر تھیں۔ اس لیے ان کی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حرف بحرف سند کے قابل ہے۔

ان مصادر کے علاوہ تاریخ ظہور التتر۔ سلجوق نامہ۔ راحت القلوب۔ فواید الفواد۔ اور مناقب العارفین ایسی کتابیں ہیں کہ اُن سے بھی شیخ الشیوخ کی نسبت چند متفرق معلومات حاصل ہوتی ہیں اور وہ قدامت کے لحاظ سے معتبر ترین مصادر میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ ان میں سے پہلی کتاب، تاریخ ظہور التتر، جو عام طور پر سیرۃ سلطان جلال الدین منکبرنی کے نام سے مشہور ہے ۶۳۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کا مصنف نور الدین محمد بن احمد النسوی سلطان جلال الدین کا منشی تھا۔ دوسری کتاب سلجوق نامہ ۶۸۰ھ اور ۶۸۴ھ کے مابین تصنیف ہوا ہے۔ اس کے مصنف

امیر ناصر الدین یحییٰ بن مجد الدین محمد ترجمان المعروف بابن بی بی کو سلاجقۂ روم کے دربار سے تعلق تھا۔ تیسری کتاب راحة القلوب سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین احمد البدایونی المتوفی ۷۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ اِس میں شیخ کبیر خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر المتوفی ۶۶۴ھ کے وہ ملفوظات جمع ہیں۔ جو شیخ الشیوخ کی وفات کے تیس سال بعد ۶۵۵ھ اور ۶۵۶ھ میں مذکور رہوئے ہیں۔ شیخ کبیر چونکہ شیخ الشیوخ کے صحبت یافتہ تھے اس لیے آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ عینی مشاہدات یا یقینی مسموعات پر مبنی ہے۔

چوتھی کتاب فواید الفواد مشہور شاعر میر حسن بن علاء السجزی المتوفی ۷۳۶ھ نے سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین احمد کے مجالس جمع کیے ہیں۔ اِن مجلسوں میں جو ۷۰۷ھ سے ۷۲۲ھ تک منعقد ہوئی ہیں۔ سلطان المشائخ نے شیخ الشیوخ کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ اپنے مرشد شیخ کبیر خواجہ فرید الدین گنج شکر سے سنے ہوئے واقعات ہیں۔

پانچویں کتاب مناقب العارفین شیخ جمال الدین عارف چلپی کے مرید شمس الدین افلاکی کی تصنیف ہے اور شیخ الشیوخ کی وفات کے چھیاسی سال بعد ۷۱۸ھ کے حدود میں لکھی گئی ہے۔ اِس میں افلاکی نے شیخ الشیوخ کے وہ واقعات لکھے ہیں۔ جو مولانا روم یا اُن کے فرزندوں اور مریدوں کی زبانی مسموع ہوئے ہیں۔

متاخرین کی تصنیفات میں مولانا نور الدین عبد الرحمٰن الجامی المتوفی ۸۹۸ھ کی نفحات الانس جو ۸۸۳ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ شیخ الشیوخ کے احوال کی نسبت قابل استناد کتاب ہے۔ کیونکہ اس کے بیشتر مطالب ابن خلکان اور امام یافعی کی تصنیفات سے منقول ہیں نفحات الانس کے بعد تاریخ و تراجم میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اور اُن میں سے جن جن کتابوں میں شیخ الشیوخ کا تذکرہ مرقوم ہے اُس کا بیشتر حصہ عربی میں مرآة الجنان اور فارسی میں نفحات سے اخذ ہوا ہے۔

(۲)

عراق عجم میں زنجان کے قریب ہمدان جانے والے راستہ پر ایک شہر سہرورد آباد تھا۔ چوتھی صدی میں ابنِ حوقل نے اُسے بڑے شہروں میں شمار کیا ہے اور وسعت کے لحاظ سے شہر زور کے برابر بتایا ہے۔ شیخ الشیوخ اس شہر میں ۵۳۹ھ کو ماہِ رجب کے اواخر یا ماہ شعبان کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ آپ خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ مورخ ابن خلکان نے سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ عمر بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن علقمہ بن نصر بن معاذ بن عبد الرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

الولی الشہیر الزاہد الفقیہ شیخ ضیاء الدین ابی نجیب عبد القاہر بن عبد اللہ بن محمد بن عمویہ شیخ الشیوخ کے چچا تھے۔ شیخ الشیوخ نے چونکہ اپنے چچا کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی ہے۔ اس لیے تھوڑا سا حال اُن کا بھی بیان کیا جائے تو چنداں غیر ضروری نہیں ہے۔ شیخ ابی النجیب ۴۹۰ھ میں سہرورد میں پیدا ہوئے تحصیل علم کے لیے بغداد آئے۔ مسندِ عراق ابو علی محمد بن سعید بن نبہان المتوفی ۵۱۱ھ اور ابی محمد عبد الخالق زاہر بن طاہر الشحامی المتوفی ۵۴۹ھ سے حدیث پڑھی۔ امام ربانی احمد بن محمد الغزالی المتوفی ۵۲۰ھ کی صحبت میں رہکر تصوف کے اسرار و حقایق سیکھے۔ بغداد کے مغربی حصہ میں دجلہ کے کنارے رباط بنوائی زہاد اور صوفیہ کو لاکر اس میں رکھا۔ خود بھی اسی جگہ وعظ و تذکیر میں مشغول

---

[۱] معجم البلدان۔ جلد خامس صفحہ ۱۸۵۔ ابنِ خلکان۔ طبع طہران۔ جلد اول صفحہ ۳۲۴۔ طبقات الشافعیہ جلد رابع۔ صفحہ ۲۵۶۔ شذرات الذہب۔ جلد رابع صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹۔

ہوئے۔ پھر مدرسۂ نظامیہ میں درس دینے لگے۔ یہ شغل مدت تک جاری رہا۔ اسی زمانہ میں حافظِ خراسان ابی سعد عبدالکریم بن محمد السمعانی المتوفی ۵۶۳ھ اور حافظِ شام ابی القاسم علی بن حسن بن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے آپ سے حدیث سماعت کی۔ ۵۵۷ھ میں زیارت بیت المقدس کے لیے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ موصل میں آکر جامع عتیق میں وعظ فرمایا۔ وہاں سے دمشق میں آئے۔ ملک العادل نورالدین محمود بن زنگی (۵۴۱ھ ۵۶۹ھ) نے آپ کا بے حد احترام کیا۔ جس کے باعث دمشق میں کچھ عرصہ قیام رہا۔ صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے زیارتِ بیت المقدس کا موقع نہیں ملا۔ ناگزیر بغداد کو واپس چلے آئے۔ ۱۷ جمادی الآخر ۵۶۳ھ کو انتقال فرمایا۔ اپنی رباط میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصنیفات سے "آدابُ المریدین" نہایت مشہور ہے۔ یہ کتاب تصوف میں ہے اور ہندوستان کے مشایخ صوفیہ میں نہایت مقبول ہوئی ہے۔ شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری المتوفی ۷۸۲ھ نے قاضی شرف الدین محمد بن محمد البلخی کی فرمایش سے ۷۶۶ھ میں اس کی مبسوط شرح لکھی ہے[۲]۔ خواجہ بندہ نواز گیسودراز سید محمد بن یوسف الحسینی المتوفی ۸۲۵ھ نے ۸۱۳ھ میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور جگہ جگہ توضیحی فواید اضافہ کیے ہیں[۳]۔

(۴)

شیخ الشیوخ وطن سے چھوٹی عمر میں اپنے چچا شیخ ابو نجیب کے یہاں بغداد

۱۔ کشف الظنون جلد اوّل صفحہ ۱۷۔ بروکلمان جلد اوّل صفحہ ۴۳۶

۲۔ سیرۃ الشرف۔ طبع بانکی پور ۱۹۰۱ء۔ ص ۲۳۵۔

۳۔ خواجہ بندہ نواز کا یہ ترجمہ حال ہی میں حیدرآباد کے مطبع انتظامی میں چھپا ہے اور مولوی سید عطا حسین ایم۔ اے نے اس کی تصحیح کی ہے۔

چلے آئے اور اُن کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر سے حدیث پڑھنی شروع کی اور جن آیۂ فن سے استفادہ کیا۔ اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں :—

(۱) ابوالفتوح الطائی محمد بن محمد الہمدانی المتوفی ۵۵۵ھ[1]۔

(۲) مسندِ عراق الامام الحافظ ابوالمظفر ہبۃ اللہ بن احمد الشبلی المتوفی ۵۵۷ھ[2]۔

(۳) محدث اصفہان ابواحمد معمر بن عبدالواحد بن فاخر القرشی المتوفی ۵۶۴ھ[3]۔

(۴) مسندِ بغداد ابوالفتح محمد بن عبدالباقی بن البطی المتوفی ۵۶۴ھ[4]۔

(۵) ابی ذرعہ طاہر بن محمد المقدسی المتوفی ۵۶۶ھ[5]۔

اِسی عہد میں ابنِ فضلان شیخ ابوالقاسم یحییٰ بن علی البغدادی المتوفی ۵۵۵ھ[6] علم الخلاف اور علم الجدل کے زبردست عالم گزرے ہیں۔ اِن سے علم فقہ کی تکمیل کی۔ اپنے چچا شیخ ابی النجیب سے علم تصوف اور وعظ و تذکیر کے آداب سیکھے۔ امام الایمۂ غوث الاعظم شیخ محی الدین، ابی محمد عبدالقادر بن ابی صالح الجیلی المتوفی ۵۶۱ھ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔

امام یافعی نے روض الریاحین کے تکملہ میں جس کا نام خلاصۃ المفاخر ہے۔ خود شیخ الشیوخ کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ شیخ الشیوخ ایام جوانی میں علم کلام کی تحصیل و تکمیل کے لیے حد سے زیادہ کوشاں تھے۔ اِس علم کی بہت سی کتابیں بھی پڑھ

---

[1] ۔ مرآۃ الجنان۔ جلد ۳ صفحہ ۳۱۰۔

[2] ۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۱۔

[3] ۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۶۔

[4] ۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۵۶۔

[5] ۔ مرآۃ الجنان ۔جلد ۳ صفحہ ۳۷۸۔

[6] ۔ مرآۃ الجنان ۔جلد ۳ صفحہ ۳۷۹۔

لی تھیں۔ درس کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ شیخ الشیوخ کے چچا شیخ ابو نجیب اِس سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن شیخ الشیوخ کو اس کے ترک کرنے میں تامّل تھا۔ ایک روز ابو نجیب شیخ الشیوخ کو لے کر حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے بھتیجے کا علم کلام کی طرف راغب رہنا اور اُس سے باز رکھنے کے لیے اپنی کوشش کا بے سود ثابت ہونا بیان کیا۔ حضرت غوث الاعظم نے اولاً شیخ الشیوخ سے اُن کتابوں کے نام دریافت کیے جو علم کلام میں اُن کے مطالعہ سے گزر چکی تھیں۔ اِس کے بعد اُن کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اِس کا اثر یہ ہوا کہ علم کلام کے تمام مسائل دل سے یک لخت محو ہوگئے۔ جو کتابیں پڑھی تھیں وہ بھی ذہن سے نکل گئیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی دل کے دروازے روشن ہوگئے اور اُس میں علم لدنی کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ اس وقت حضرت غوث الاعظم نے فرمایا۔ "یا عمر انت آخر المشہورین بالعراق"، یعنی اے عمر تم اُن لوگوں کے آخر میں ہوگے جو عراق میں مشہور ہوئے ہیں[1]۔

خلیج فارس کے قریب شط الفرات میں دجیل و دجلہ کی دو کھاریوں کے درمیان عبادان نام ایک جزیرہ[2] ہے۔ شیخ الشیوخ نے اُس میں آکر عزلت گزینی اختیار کی اور اِس جگہ ایک مدت تک ذکر و عبادت اور ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے کئی سال تک کعبہ میں مجاورت کی۔ متعدد حج کیے۔ پھر بغداد میں آکر اپنے چچا شیخ ابو نجیب کی رباط میں وعظ کہنا شروع کیا جو بے حد مقبول ہوا اور اُس کے سننے کے لیے ہر وقت خلائق کا ہجوم رہنے لگا اور آپ بہت جلد مرجع خاص و عام ہوگئے۔ ایک دفعہ مجلسِ وعظ میں

---

[1] ۔ خلاصۃ المفاخر کا اصل عربی متن نایاب ہے۔ قرن ہشتم کے نصف آخر میں مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری المتوفی ۷۸۵ھ کے ایماء سے اِس کا فارسی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ جو اکثر کتب خانوں میں موجود ہے۔ اور اُس میں یہ واقعہ حکایت یک صد و ہشتاد میں منقول ہے۔

[2] ۔ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو طبع برلن صفحہ ۱۲۴۔ معجم البلدان جلد سادس صفحہ ۱۰۴۔ نزہۃ القلوب طبع یورپ۔ صفحہ ۳۹۔

کرسی پر تشریف فرما ہوتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:۔

لا تقسنی وحدی فما عودتنی　　انی اشح بھا علیٰ جلاسی
انت الکریم ولا یلیق تکرماً　　ان یعبر الندماء دور الکاس

حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلائق کے گروہ کثیر نے اُسی وقت معصیت سے توبہ کر لی۔

(۴)

شیخ الشیوخ نے علم حدیث، علم فقہ، علم خلاف اور علومِ ادبیہ کو درجۂ کمال تک حاصل کیا تھا۔ حدیث اگرچہ آپ کا خاص فن نہیں تھا۔ باوجود اس کے ائمہ فن کے مساوی درجہ رکھتے تھے اور بڑے بڑے محدثین اور فن حدیث کے امام آپ سے روایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ الامام الحافظ مورخ عراق ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن یحییٰ الدبیثی المتوفی ۶۳۷ھ[1] الامام الحافظ محدث شام زکی الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف البرزالی الاشبیلی المتوفی ۶۳۶ھ[2] ۔ ابن النجار الامام الحافظ مورخ عصر محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن نجار البغدادی المتوفی ۶۴۳ھ[3] الامام الحافظ محدث شام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی المتوفی ۶۴۳ھ[4] محدث شہیر قطب الدین محمد بن احمد بن علی القسطلانی المتوفی ۶۸۶ھ[5] ابن نقط الامام الحافظ محدث عراق معین الدین ابو بکر محمد بن عبد الغنی البغدادی المتوفی ۶۲۹ھ[6] ان کے علاوہ اور بہت سے محدثین نے شیخ الشیوخ سے سینکڑوں حدیثیں روایت کی ہیں۔

[1] ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ۲۰۶۔
[2] تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ۱۱۵
[3] ۔ تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ۱۱۹۔
[4] تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ۱۹۰
[5] مراۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۲۰۲۔
[6] تذکرۃ الحفاظ جلد رابع صفحہ ۲۰۲

شیخ الشیوخ تصوف اور زہد و اتقا میں اپنے زمانے کے امام تھے اور آپ سے شیوخ صوفیہ کے گروہ کثیر نے استفادہ کیا تھا آپ کے چچا شیخ ضیاء الدین ابو نجیب کی خانقاہ بغداد میں زہاد اور صالحین کی اقامت کا مرکز تھی۔ اسی خانقاہ میں شیخ الشیوخ وعظ و تذکیر کے بعد اپنے ارادت مندوں کو معرفت و سلوک اور حقایق و اسرار کے نکتے اور عبادت و ریاضت کے طریقے بتایا کرتے تھے جن آیہ صوفیہ کو آپ سے خاص ارادت تھی اور جو آپ کے خلفاء میں شمار ہوتے تھے اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

(۱) شیخ حمید الدین ناگوری محمد بن عطاء البخاری المتوفی ۶۴۳ھ[۱]۔
(۲) شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی المتوفی ۶۶۶ھ[۲]۔
(۳) شیخ نجیب الدین علی بن برغش شیرازی المتوفی ۶۷۰ھ[۳]
(۴) شیخ ظہیر الدین محمود بن عبداللہ الریحانی المتوفی ۶۷۴ھ[۴]۔
(۵) شیخ محمد الیمنی المتوفی ۶۹۲ھ[۵]۔

مشہور شاعر شیخ سعدی مشرف الدین مصلح بن عبداللہ الشیرازی المتوفی ۶۹۱ھ[۶] نے بھی شیخ الشیوخ سے استفادہ کیا ہے اور دونوں ایک مرتبہ دریا میں ہم سفر رہے ہیں چنانچہ خود سعدی نے بوستاں میں اِس کا ذکر اِس طرح کیا ہے[۷]:۔

مقالاتِ مرداں بمردی شنو	نہ سعدی کہ از سہروردی شنو
مرا شیخ دانائے مرشد شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ در جمع بدبیں مباش	دوم آن کہ در نفس خود بیں مباش

۱ۂ۔ آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۲۸۱۔
۲ۂ۔ نفحات الانس صفحہ ۴۵۲۔
۳ۂ۔ " " صفحہ ۴۴۰۔
۴ۂ۔ مرآۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۱۷۴۔
۵ۂ۔ نفحات الانس صفحہ ۴۲۳۔
۶ۂ۔ تذکرہ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۲۰۲۔
۷ۂ۔ بوستان طبع وائنا صفحہ ۱۵۰۔

خواجہ کمال الدین اسمٰعیل اصفہانی المقتول فی سنہ ۶۳۵ھ[1]۔ جو فارسی کا مشہور شاعر ہے اور جسے فضلائے عصر نے خلاق المعانی کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔ شیخ الشیوخ کا ارادت مندِ خاص تھا اور اس نے شیخ الشیوخ کی مدح میں دو قصیدے بھی لکھے ہیں۔ جو اُس کے کلیات میں موجود ہیں۔ اِن میں سے پہلا قصیدہ چھیاسٹھ بیت کا ہے اور اُس کا مطلع یہ ہے:-

اے جناب تو قبلۂ احرار
مملکت را برایت استظہار

دوسرا قصیدہ پہتر بیت کا ہے اور اس کا مطلع یہ ہے:-

دلا بکوش کہ باقیٔ عمر دریابی
کہ عمر باقی ازین عمر برگزر یابی

(۵)

خلفائے بغداد اور سلاطین اطراف واکناف شیخ الشیوخ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور ان کے درباروں میں شیخ الشیوخ کو ایسا جاہ و مرتبہ حاصل تھا کہ اُن کے بعد کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ خلفاء کو ملوک و امراء کے یہاں جب کبھی سفارت بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو دربارِ خلافت سے شیخ الشیوخ روانہ ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی عالم و فاضل یا زاہد و صوفی دارالخلافت بغداد میں آتا تو اُس کے استقبال کے لیے خلفاء کی طرف سے شیخ الشیوخ کا انتخاب ہوا کرتا تھا۔

شمس الدین افلاکی نے مناقب العارفین میں لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین مولانا روم کے والد شیخ بہاء الدین محمد البلخی المتوفی سنہ ۶۲۸ھ نے سنہ ۶۰۹ھ میں سلطان

[1] تذکرہ دولت شاہ طبع یورپ صفحہ ۱۴۲۔

علاؤالدین محمد بن تکش خوارزم شاہ (۵۹۶ھ - ۶۱۷ھ) کے ایما سے ترکِ وطن کیا۔ بلادِ روم کی جانب جاتے ہوئے ۶۱۰ھ کے حدود میں بغداد تشریف لائے۔ یہ زمانہ خلیفہ الناصر ابو العباس احمد بن المستضی (۵۷۵ھ - ۶۲۲ھ) کی خلافت کا تھا۔ خلیفہ نے شیخ الشیوخ کو استقبال کے لیے مقرر کیا۔ شیخ الشیوخ نے مولانا کو اپنی خانقاہ میں تشریف لانے اور قیام کرنے کی دعوت دی۔ لیکن مولانا نے یہ فرما کر کہ طلبہ کے لیے مدرسہ مناسب ہے المستنصریہ میں قیام فرمایا۔[1]

سلطان جلال الدین منکبرنی کے منشی نور الدین محمد بن احمد النسوی نے اپنی تاریخ ظہور التتر میں لکھا ہے کہ ۶۱۴ھ میں سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ خلفائے عباسیہ کو غاصب خلافت کہنے لگا۔ اپنی مملکت میں خلیفہ الناصر کا نام خطبہ اور سکہ سے نکال دیا۔ سادات کو خلافت کا مستحق قرار دے کر فخر السادات سید علاء الدین ترمذی سے بیعت کی۔ اس کے بعد خلیفہ الناصر کو معزول کرنے کے لیے تین لاکھ سوار لے کر بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ سلطان محمد کے اس ارادے کی اطلاع جب بغداد میں پہنچی تو خلیفہ سخت پریشان ہوگیا اور شیخ الشیوخ کو سفیر بنا کر مصالحت کے لیے سلطان کے یہاں بھیجا۔ شیخ الشیوخ نے ہمدان کے قریب سلطان محمد سے ملاقات کی۔ سلطان نہایت غرور و نخوت سے شیخ الشیوخ کے ساتھ پیش آیا۔ باوجود اس کے شیخ الشیوخ نے عربی زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بنی عباس کے محامد و محاسن اور فضائل و کمالات بیان کیے۔ سلطان نے اس کا یہ جواب دیا کہ جو صفات آپ نے بیان کیے ہیں اُن سے خلیفہ الناصر مُعرا ہے۔ میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو آپ کے بیان کیے ہوئے صفات سے متصف ہو۔ یہ جواب

۱؎ ۔ مناقب العارفین ۔ ص ۱۳

سُن کر شیخ الشیوخ کو سخت ملال ہوا اور نہایت کبیدہ خاطر بغداد کی جانب واپس ہوئے سلطان محمد ہمدان سے نکل کر عقبہ حلوان تک پہنچا۔ یہاں سردی کی شدت اور برف باری کی کثرت سے اس کا سارا لشکر تباہ ہوگیا اور نہایت پریشانی اور پشیمانی کے ساتھ اپنے قصد فاسد سے باز آکر عراق کی جانب مراجعت کی[1]

امیر حلب ملک العزیز غیاث الدین ابو المظفر محمد بن الظاہر ابو الفتح غازی (۶۱۳ھ-۶۳۴ھ) نے ۶۱۵ھ میں قاضی بہاء الدین ابو المحاسن یوسف بن رافع الاسدی المعروف با بن شداد المتوفی ۶۳۲ھ کو اپنا دیوان مقرر کیا۔ شیخ الشیوخ خلیفہ الناصر کی طرف سے سفیر ہو کر ۶۱۸ھ میں ابن شداد کے یہاں اربل تشریف لائے۔ دوران قیام میں کئی مرتبہ مجالس وعظ و تذکیر کو منعقد فرمایا۔ اس زمانہ میں قاضی شمس الدین احمد بن خلکان اربل میں موجود تھا۔ لیکن صغیر السن ہونے کے باعث شیخ الشیوخ کو نہیں دیکھ سکا[2]

خلفائے بغداد کی جانب سے روم کے سلجوقی فرمان روا سلطان علاء الدین کیقباد (۶۱۶ھ-۶۳۴ھ) کے دربار میں شیخ الشیوخ برسم سفارت تین مرتبہ تشریف فرما ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۶۱۷ھ میں سلطان علاء الدین کی تخت نشینی کے بعد خلیفہ الناصر کی طرف سے منشور سلطنت لے کر قونیہ تشریف لائے۔ امیر ناصر الدین یحییٰ المعروف با بن بی بی نے اپنی تاریخ سلاجقہ روم میں اس سفارت کی مفصل کیفیت لکھی ہے[3]۔ اس کا بیان ہے کہ شیخ الشیوخ کے آق سرائے پہنچنے کے بعد

---

[1] ۔ سیرۃ سلطان جلال الدین منکبرنی ۔ طبع ہوداس صد ۱۲ تا صد ۱۳۔

[2] ۔ وفیات الاعیان ۔ طبع طہران جلد اول صد ۴۱۵۔

[3] ۔ سلجوق نامہ ۔ متن فارسی صد ۹۵ تا صد ۹۷ ۔ ترکی ترجمہ صد ۲۲ تا صد ۲۲۵ ۔

سلطان کو آپ کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا۔ قضاۃ و مشائخ اور اعیان و امراء کو استقبال کے لیے زنجیر لوتک بھیجا جو قونیہ سے ایک فرسخ کی مسافت پر واقع ہے۔ قونیہ میں وارد ہونے کے ایک روز بعد سلطان نے سرائے سلطانی میں شیخ الشیوخ کی دعوت کی۔ سر دربار خلعت خلافت کو پہنا۔ عمامہ سر پر باندھا۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کا منشور پڑھ کر سنایا۔ مراجعت کے وقت نصاریٰ اور آرامنہ کے خراج سے ایک لاکھ زر نقد۔ پانچ ہزار دینار سلطانی اور پانسو پچاس مثقال طلائے مضروب شیخ الشیوخ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ سلطان کے حکم سے شیخ نجم الدین طوسی الوداع کہنے کے لیے زنجیر لوتک ہمراہ آئے۔ شیخ الشیوخ نے وقت رخصت حسب ذیل دو بیت ارشاد فرمائے۔

ولما وکا للتودیع اقبح منظراً — وان کان یدعوا اھلہ للتعانق
والصارم الھندی الین جانباً — ملامسۃ من کف انف مفارق

دوسری مرتبہ خلیفہ الظاہر ابو نصر محمد بن الناصر (۶۲۲ھ ۔ ۱۲۲۳ء) کی تخت نشینی کے وقت۔ سلطان اس وقت قلعہ کوالہ میں مصروف سیر و شکار تھا۔ مولانا بہاء الدین بلخی بھی سلطان کے ہمراہ تھے۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کا منشور سلطان کے حوالہ کیا۔ تکمیل سفارت کے بعد ملاقات کے لیے مولانا بہاء الدین یہاں تشریف لائے اسی شب کو سلطان نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ اُس کا سر سونے کا۔ سینہ چاندی کا شکم پیتل کا۔ دونوں ران سیسہ کے اور دونوں پاؤں رانگے کے ہو گئے ہیں صبح کو شیخ الشیوخ مولانا بہاء الدین کے ساتھ سرائے سلطانی میں رونق افروز ہوے اور خواب کی تعبیر اس طرح بیان فرمائی کہ سلطان کی زندگی میں اُس کی رعایا آسودہ حال اور سونے کے مانند ذی قدر رہیگی۔ اس کے بعد فرزند کے دور میں گذشتہ عہد کے لحاظ سے رعایا کا حال چاندی کے مانند ہو جائیگا۔ جب فرزند کا فرزند حکمران ہوگا تو

ملک و مال کی کیفیت پیتل کے مثل ہوگی اور رعایا دون ہمت و فزون تہمت ہوجائیگی
یہاں تک کہ تیسری پشت میں رعایا سے صدق وصفا اور خلق و وفا مفقود اور ملک کا
امن و آمان درہم و برہم ہو جائیگا۔ چوتھی اور پانچویں پشت میں ملک تباہ و برباد۔
آل سلجوق کی حکومت منقرض اور اسلامی بلاد پر اہل فساد قابض و منصرف ہوجائینگے۔
اس کے بعد سلطان نے گراں قدر تحایف پیش کیے۔ دعائے خیر کی استدعا کی اور
عزت و احترام کے ساتھ شیخ الشیوخ کو دربار سے رخصت کیا [۱]

تیسری مرتبہ خلیفہ المستنصر ابوجعفر منصور بن الظاہر (۶۲۳ھ - ۶۴۰ھ) کی خلافت
کے وسطی ایام میں۔ جب کہ مولانا بہاء الدین بلخی کا انتقال ہوچکا تھا۔ مولانا روم کی تعلیم
و تربیت کے لیے سید سروران خواجہ برہان الدین تبریزی خراسان سے آکر قونیہ
میں مقیم ہوئے تھے۔ شیخ الشیوخ سفارت کے مراحل طے فرمانے کے بعد سید سروران
کے یہاں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ سید سروران اس وقت خاک پر بیٹھے
ہوئے تھے۔ آپس میں قیل و قال کی نوبت نہیں آئی۔ ہمراہیوں نے سکوت کا سبب
دریافت کیا تو شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ اہل حال کے سامنے زبان حال ہونی چاہیے نہ کہ زبانِ
قال۔ سید سروران ۶۲۹ھ میں قونیہ آئے ہیں۔ اس اعتبار سے اس سفارت کا
زمانہ ۶۲۹ھ کے بعد واقع ہوا ہے۔

ابن طقطقی کا بیان ہے کہ خلیفہ الناصر (۵۷۵ھ - ۶۲۲ھ) کو علوم دینیہ خصوصاً
حدیث سے بڑی رغبت تھی۔ اس نے ایک کتاب روح العارفین کے نام سے لکھی تھی۔
جس میں ستر حدیثیں جمع تھیں۔ مذاہب اربعہ یعنے شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی

---

[۱] مناقب العارفین صہ ۴۹

مسلک کے علماء اور دیگر طلباء اس کتاب کو خود خلیفہ سے پڑھا کرتے تھے۔ اور ان علماء اور طلباء کو اس کے روایت کرنے کی اجازت خود خلیفہ اپنے ہاتھ سے لکھ دیا کرتا تھا۔ لیکن جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ مدرسہ نظامیہ کے فقہا اور طلباء شراب نوشی اور زناکاری میں مشغول رہتے ہیں تو اس نے تمام فقہا اور طلباء کو مدرسہ سے نکال دیا اور مدرسہ کی عمارت کو گھوڑوں اور اونٹوں کا طویلہ بنا دیا[1]۔ اس کے بعد خلیفہ نے فقہا اور محدثین کی صحبت ترک کردی اور اسکی مجلس میں حکماء اور فلاسفہ کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ خلیفہ اُن سے فلسفہ کے مسائل پر گفتگو کرنے اور فلسفہ کی کتابیں پڑھنے لگا۔ جس کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ضلالت و گمراہی کے آثار پیدا ہوگئے۔ شیخ الشیوخ نے خلیفہ کی جب یہ حالت دیکھی تو حکماء اور فلاسفہ کے ساتھ دربار خلافت میں مباحثہ کیا اور خلیفہ کے مطالعہ کے لئے دین کے اثبات اور فلسفہ کے ابطال میں ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "رشف النصایح الایمانیہ" و "کشف الفضائح الیونانیہ" رکھا[2]۔

امام یافعی کا بیان ہے کہ حل طلب مسائل کی نسبت ارباب طریقت اور علماءِ مصر کے فتوے شیخ الشیوخ کے یہاں اطراف عالم سے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے لکھا کہ اگر میں عمل کو ترک کردوں تو ضلالت کا اندیشہ ہے۔ اور اگر عمل کروں تو نفس مغرور ہوجاتا ہے۔ شیخ الشیوخ نے اس کے جواب میں لکھا۔ عمل کرو اور جب غرور ہونے لگے تو توبہ کرکے اللہ سے مغفرت چاہو[3]۔

---

[1] تجارب السلف طبع طہران ص ۳۲۴ و ص ۳۲۵ [2] کشف الظنون۔ جلد اول ص ۵۷۲
[3] مراۃ الجنان جلد ۴ صفحہ ۱۳

سلطان المشائخ شیخ نظام الدین احمد البدایونی المتوفی ۷۲۵ھ کی کتاب راحت القلوب[1] میں مرقوم ہے کہ ۶۵۵ھ کے ماہ رجب کی ایک مجلس میں شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے قیام بغداد اور شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں ہر روز کم وبیش ایک ہزار دینار آیا کرتے تھے۔ اور یہ سب اُسی روز خدا کی راہ میں صرف ہو جاتے تھے۔ رات ہونے تک ان میں سے ایک حبّہ باقی نہیں رہتا تھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے لڑکے عماد نے خادم سے صندوق کی کنجیاں مانگیں اُس نے دینے میں تامل کیا۔ اور کہا یہ وقت شیخ کی نزع کا ہے۔ اُس نے نہ مانا۔ شیخ نے سنا تو فرمایا دیدو۔ اُس نے جو کھول کر دیکھا تو صرف چھ دینار پائے اور وہ بھی شیخ پر خرچ ہو گئے۔[2]

زمانہ حال کے مشہور مورخ جرجی زیدان نے اپنی کتاب "التمدن الاسلامی" میں خلفائے عباسیہ کی دولت وثروت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر لکھا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے اوائل میں ایک دینار کا تبادلہ پندرہ درہم سے ہوا کرتا تھا زمانۂ مابعد میں اِس کی مقدار کم ہو کر دس درہم کے مساوی ہو گئی تھی۔ آجکل عباسیوں کے عہد کا ایک دینار نصف گنّی (پونڈ) کا معادل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اِس موقع پر اِس امر کا لحاظ کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ سکہ کی قیمت پیداوار کی فراوانی اور مزدوری کی ارزانی پر دوچند بلکہ سہ چند زیادہ ہو جاتی ہے۔ عباسیوں کے عہد میں اجناس اور اُجرت دونوں ارزاں تھے۔ اِس لئے سکہ کی قیمت اُس عہد میں موجودہ عہد سے کم وبیش تین حصے زائد تھی۔ اِس اعتبار سے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ

---

[1] راحت القلوب

[2] فوائد الفواد جلد چہارم ص ۲۸۶

شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں موجودہ سکوں سے سالانہ نصف ملین گنیاں آیا کرتی تھیں یہ رقم اُس وظیفہ سے پانچ گنا زیادہ تھی جو ملکِ معظم شہنشاہِ جارج کو حکومت کی طرف سے ملا کرتا ہے۔

(۷)

امام یافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام الائمہ قطب الاولیا شیخ عبدالقادر الجیلی شیخ الشیوخ کی نسبت فرمایا کرتے تھے "انت آخر المشھودین بالعراق" تم اُن لوگوں کے آخر میں ہو جو عراق میں مشہور ہوں گے۔[۱]

امام یافعی نے ایک اور مقام پر یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الشیوخ اور شیخ الاکبر ابن العربی محی الدین محمد بن علی الطائی المتوفی ۶۳۸ھ ایک موقع پر جمع ہوئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن آپس میں گفتگو نہیں ہوئی اس کے بعد لوگوں نے شیخ الاکبر سے شیخ الشیوخ کی نسبت پوچھا تو فرمایا کہ "مملو سنتہ من قرنہ الی قدمہ" وہ سر سے پاؤں تک سنت سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر شیخ الشیوخ سے شیخ الاکبر کی نسبت دریافت کیا۔ تو فرمانے لگے "ھو بحر الحقایق" وہ حقایق کے سمندر ہیں۔[۲]

ابو المکارم رکن الدین علاء الدولہ احمد بن محمد السمنانی المتوفی ۷۳۶ھ نے بیان کیا ہے کہ عارف ربانی شیخ سعدالدین حمویہ محمد بن موید الجوینی المتوفی ۶۵۰ھ سے خلایق نے پوچھا کہ آپ نے شیخ الاکبر محی الدین ابن العربی کو کیسا پایا تو جواب دیا کہ "بحر مواج لا نہایتہ" وہ ایک موجزن سمندر تھے جس کی انتہا نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین کیسے تھے تو فرمانے لگے

---

[۱] مراۃ الجنان جلد رابع صفحہ ۸۲ [۲] مراۃ الجنان۔ جلد رابع ص ۱۰۱

"نورِ متابعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی جبین سہروردی شئ آخر"
اُن کی پیشانی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کا نور ایک عجیب چیز تھا۔[1]
امام تاج الدین سبکی نے شیخ الشیوخ کے فضل و کمال کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی نسبت شیوخ وائمہ کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں منجملہ اُن کے ابن النجار الامام الحافظ محدث شام محب الدین بغدادی کا قول ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علم الحقیقۃ کے شیخ تھے۔ "کان شیخ وقتہ فی علم الحقیقتہ" الامام الحافظ معین الدین ابن نقطہ نے کہا ہے کہ وہ اپنے وقت میں عراق کے شیخ تھے۔
وکان شیخ العراق فی وقتہ"۔[2]
شیخ الشیوخ کا مذہب شافعی تھا۔ شافعیہ کے ائمہ اکابر میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے عقائد میں امام ابوالحسن الاشعری کے پیرو تھے۔ آپ کے معتقدات اور صوفیہ مسالک کو امام یافعی نے اپنی کتاب "نشر المحاسن" اور "مرہم العلل" میں بیان کیا ہے۔ پہلی کتاب علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی کی جامع کرامات الاولیا مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۹ھ کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ دوسری کو سر ڈینی سن راس کے زیر اہتمام کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی نے ۱۹۱۷ء میں شایع کیا ہے۔

(۸)

عربی اور فارسی ادبیات میں شیخ الشیوخ کو کافی دستگاہ تھی۔ ان دونوں زبانوں میں آپ شعر خوب کہا کرتے تھے۔ وزیر عماد الدین محمد بن محمد الاصفہانی المتوفی ۵۹۷ھ نے جریدۃ القصر و جریدۃ اہل العصر میں آپ کے عربی اشعار

---

[1] نفحات الانس صفحہ ۲۰۳
[2] طبقات الشافعیہ جلد خامس صفحہ ۱۴۴

نقل کئے ہیں۔ ابن خلکان نے بھی اپنی تاریخ میں نمونتہً آٹھ شعر کا انتخاب درج کیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

لقد رمت وحشتہ اللیالی — واقبلت دولتہ الوصال
وصار بالوصل لی حسودا — من کان فی ھجرکم رثی لی
وحقکم بعد ان حصلتم! — بکل مافات لا أبالی
احییتمونی وکنت میتا — وبعتمونی بغیر غالی
تقاصرت عنکم قلوب — فیالہ مورد احلا لی
علیّ مالک وری حرام — وحبکم فی الحشا حلالی
تشربت اعظمی ھواکم — فما لغیر الھوی وما لی
فما عسلی عادم أجاجا — وعندہ أعین الزلالی

فارسی اشعار سے آپ کی چار رباعیاں امین احمد رازی کی "ہفت اقلیم" میں منقول ہیں۔ ان میں سے تین رباعیوں کو رضا قلی خاں ہدایت نے "ریاض العارفین" میں اور ایک رباعی "مجمع الفصحا" میں نقل کی ہے:[1]

بخشائے آنکہ بخت یارش نبود — جز خوردن غم ہائے تو کارش نبود
از عشق تو حالتیش باشد کہ ازاں — ہم با تو وہم بے تو قرارش نبود

ایں شور بہ بیں کہ درجہاں افتاد است — خلق از پئے سود وزیاں افتاد است
بہ زاں نبود کہ گوشہ بگزینی! — اے وائے براں کہ درمیاں افتاد است

---

[1] ریاض العارفین طبع جدید ص۱۵ — مجمع الفصحا صفحہ ۳۱۲ جلد اول

اے از غمِ دیدن رخت حیرانِ من　　　اندر طلب عشق تو سرگردانِ من !
بودن بتو مشکل است و نابودن آه　　　سرگردانِ من بے سر و سامانِ من

ای دوست وجود و عدمت اوست ہمہ　　　سرمایۂ شادی و غمت اوست ہمہ
تو دیدہ نہ داری کہ بہ بینی اُورا　　　ورنہ ز قدم تا بسرت اوست ہمہ

(۹)

شیخ الشیوخ نے غرۂ محرم ۶۳۲ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا وردیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے یاقوت حموی مشہور جغرافیہ نویس نے بیان کیا ہے کہ یہ قبرستان باب الظفریہ کے قریب واقع تھا[1] اور اس میں صلحا و زہاد مدفون ہوا کرتے تھے۔ ظفریہ بغداد کے ایک بہت بڑے محلہ کا نام ہے۔ جو دجلہ کے جانب مشرق شہر کے انتہائی حصہ میں آباد تھا[2] مغلوں کی تاخت و تاز کے بعد عوام اسی محلہ کو شہر کہا کرتے تھے۔ اور اس کے دروازے سے جس کا نام باب الظفریہ تھا خراسان کے قافلے آیا جایا کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے زمانۂ ما بعد میں اس کا نام باب خراسان ہو گیا تھا[3] اس وقت نہ تو یہ قبرستان ہے اور نہ یہ محلہ لیکن شیخ الشیوخ کا مقبرہ تا حال موجود ہے۔ زمانہ حال میں جن سیاحوں نے شیخ الشیوخ کے مزار کی زیارت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ باکو بدکو

---

[1] معجم البلدان جلد ثامن صفحہ ۴۱۲　　[2] معجم البلدان جلد سادس صفحہ ۸۶
[3] نزہتہ القلوب صفحہ ۳۴

جانے والے راستہ پر یہ مقبرہ واقع ہے۔ اس کے دروازے پر خوش خط کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں کے عہد میں اس کی مرمت ہوئی ہے۔ مقبرہ سے متصل مسجد ہے۔ جس کے مینار پر سبز رنگ کی چھتری بنی ہوئی ہے۔

(۱۰)

بروکلمان نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات عرب" میں شیخ الشیوخ کی اکیس[۲۱] تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے[۱]۔ منجملہ ان کے بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) عوارف المعارف۔ اس کتاب کا مفصل تذکرہ اوراق مابعد میں آئے گا۔

(۲) نغبتہ البیان فی تفسیر القرآن۔ حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے[۲]۔ اور مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں اس کا مخطوط محفوظ ہے[۳]۔

(۳) اعلام الھدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ[۴]۔ اس میں عقاید کے متعلق متکلمانہ مباحث مذکور ہیں۔ یہ کتاب مکہ معظمہ میں تصنیف ہوئی ہے اور دس ابواب پر منقسم ہے۔ تاحال چھپی نہیں ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ میں فن کلام کے نمبر (۴۷۹) پر۔ اور بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں کتب عربی کے نمبر (۱۱۳۶) پر محفوظ ہیں۔

(۴) رشف النصایح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ[۵]۔ اس میں شیخ الشیوخ نے علم کلام کے مسائل پر متصوفانہ اور مورخانہ انداز سے بحث کی ہے۔ اس کے ضمن میں

---

[۱] کتاب مذکور۔ جلد اول ص۴۴۰ وص۴۴۱
[۲] کشف الظنون۔ جلد ثانی ص۶۰۷
[۳] فہرست کتب خانہ خدیویہ۔ جلد اول ص۱۱۰
[۴] کشف الظنون۔ جلد اول ص۱۲۴
[۵] کشف الظنون جلد اول ص۵۷۲

اے از غمِ دیدن رخت حیرانِ من — اندر طلبِ عشق تو سرگردانِ من!
بودن بتو مشکل است و نابودن آہ — سرگردانِ من بے سروسامانِ من

ایدوست وجود و عدمت اوست ہمہ — سرمایۂ شادی و غمت اوست ہمہ
تو دیدہ نہ داری کہ بہ بینی اُورا — ورنہ ز قدم تا بسرت اوست ہمہ

(۹)

شیخ الشیوخ نے غرۂ محرم ۶۳۲ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا وردیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے یاقوت حموی مشہور جغرافیہ نویس نے بیان کیا ہے کہ یہ قبرستان باب الظفریہ کے قریب واقع تھا[۱]۔ اور اس میں صلحا و زہاد مدفون ہوا کرتے تھے۔ ظفریہ بغداد کے ایک بہت بڑے محلہ کا نام ہے۔ جو دجلہ کے جانبِ مشرق شہر کے انتہائی حصہ میں آباد تھا[۲]۔ مغلوں کی تاخت وتاز کے بعد عوام اسی محلہ کو شہر کہا کرتے تھے۔ اور اس کے دروازے سے جس کا نام باب الظفریہ تھا خراسان کے قافلے آیا جایا کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے زمانۂ مابعد میں اس کا نام باب خراسان ہوگیا تھا[۳]۔ اس وقت نہ تو یہ قبرستان ہے اور نہ یہ محلہ لیکن شیخ الشیوخ کا مقبرہ تا حال موجود ہے۔ زمانہ حال میں جن سیاحوں نے شیخ الشیوخ کے مزار کی زیارت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ باکو بدکو

---

[۱] معجم البلدان جلد ثامن صفحہ ۴۱۲
[۲] معجم البلدان جلد سادس صفحہ ۸۶
[۳] نزہتہ القلوب صفحہ ۳۴

جانے والے راستہ پر یہ مقبرہ واقع ہے۔ اس کے دروازے پر خوش خط کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں کے عہد میں اس کی مرمت ہوئی ہے۔ مقبرہ سے متصل مسجد ہے۔ جس کے مینار پر سبز رنگ کی چھتری بنی ہوئی ہے۔

(۱۰)

بروکلمان نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات عرب" میں شیخ الشیوخ کی اکیس[۲۱] تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے[۱]۔ منجملہ ان کے بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) عوارف المعارف۔ اس کتاب کا مفصل تذکرہ اوراق مابعد میں آئے گا۔

(۲) نغبتہ البیان فی تفسیر القرآن۔ حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے[۲]۔ اور مصر کے کتب خانہ خدیویہ میں اس کا مخطوط محفوظ ہے[۳]۔

(۳) اعلام الھدیٰ وعقیدہ ارباب التقیٰ[۴]۔ اس میں عقاید کے متعلق متکلمانہ مباحث مذکور ہیں۔ یہ کتاب مکہ معظمہ میں تصنیف ہوئی ہے اور دس ابواب پر منقسم ہے۔ تاحال چھپی نہیں ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ میں فن کلام کے نمبر (۴۷۹) پر۔ اور بانکی پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں کتب عربی کے نمبر (۱۱۳۶) پر محفوظ ہیں۔

(۴) رشف النصایح الایمانیہ وکشف الفضائح الیونانیہ[۵]۔ اس میں شیخ الشیوخ نے علم کلام کے مسائل پر متصوفانہ اور مورخانہ انداز سے بحث کی ہے۔ اس کے ضمن میں

---

[۱] کتاب مذکور۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۴۰ و صفحہ ۴۴۱

[۲] کشف الظنون۔ جلد ثانی صفحہ ۶۰۷

[۳] فہرست کتب خانہ خدیویہ۔ جلد اول صفحہ ۱۱۰

[۴] کشف الظنون۔ جلد اول صفحہ ۱۲۴

[۵] کشف الظنون جلد اول صفحہ ۵۷۲

امام محمدؒ غزالی کی تھافتہ الفلاسفہ کی اتباع میں فلسفہ یونان کا ابطال کیا ہے۔ یہ کتاب شیخ الشیوخ نے خلیفہ الناصر (۵۷۵ھ ۔ ۶۲۲ھ) کے لئے لکھی ہے اسمیں پندرہ باب اور دو خاتمے ہیں ۔ امام غزالی کی احیاء العلوم کا جو نسخہ ۱۳۰۶ھ میں بمقام قاہرہ طبع ہوا ہے اُس کے حاشیہ پر یہ کتاب چھپ گئی ہے ۔ مُلا معین الدین یزدی المتوفی ۷۸۹ھ نے جو تاریخ آل مظفر کا مصنف ہے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے[1] جس کا مخطوط برٹش میوزیم میں محفوظ ہے[2]

پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب تاریخ ادبیات ایران میں لکھا ہے کہ مسٹر کلارک نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے جو اس کے دیوان حافظ کے انگریزی ترجمہ مطبوعہ لندن ۱۸۹۱ء کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل ہے[3] لیکن اس بارے میں مرحوم پروفیسر کو تسامح ہو گیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ دیوان حافظ کے ساتھ عزالدین محمود کی مصباح الھدایہ کے اقتباس کا ترجمہ چھپا ہے ۔ جس کو پروفیسر نے رشف النصائح کا ترجمہ سمجھ لیا ہے ۔

(۵) کتاب الاوراد ۔ شیخ الشیوخ نے اس میں اوراد و ادعیہ جمع کئے ہیں ۔ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری المتوفی ۷۸۵ھ اس کو سبق بہ سبق پڑھایا کرتے تھے[4] کتب خانہ آصفیہ میں فن ادعیہ کے نمبر ۹۱ اور ۱۲۹ پر اس کے دو مخطوطے محفوظ ہیں ۔ علی بن احمد الغوری[5] متوطن کڑہ مضافات جون پور نے جو شیخ صدرالدین ابوالفتح ملتانی کے مرید ہیں بعہد سلطان محمد بن تغلق (۷۲۵ھ ۔ ۷۵۲ھ) فارسی

---

[1] کشف الظنون ۔ جلد اول ص۲۱۹ و ص۵۷۲

[2] ریو ۔ مخطوطات فارسی ۔ جلد دوم ص۸۵۳   [3] تاریخ ادبیات ایران جلد دوم ص۸۵۳

[4] الدار المنظوم   [5] نزہتہ الخواطر ص۹۱

زبان میں اسکی مبسوط شرح لکھی ہے۔ اس کا نام کنز العباد فی شرح الاوراد ہے[1]
اور ۱۳۲۶ھ میں بمقام قازان چھپ گئی ہے۔ اس کے ۴۷۴ صفحات ہیں۔

(۶) جذب القلوب الی مواصلتہ المحبوب۔ معرفت و سلوک کے بیان میں چھوٹا سا رسالہ ہے
اور ۱۳۱۵ھ میں حلب میں چھپ گیا ہے۔

(۷) کتاب الوصایا[2] اسد بن علی البرسوی نے اسکی شرح لکھی ہے۔ اور اس کا
مخطوطہ برلن میں محفوظ ہے[3]

(۸) رحیق المختوم لذوی العقول والفہوم۔ اس کا مخطوطہ برلن میں محفوظ ہے[4]
کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر (۱۰۶) پر شیخ جمال الدین محمد بن عبد اللہ
بن العیدروس الباعلوی المتوفی ۱۰۳۱ھ کی کتاب ایضاح اسرار العلوم کا مخطوطہ ہے
اس کے آخر میں رحیق المختوم کا مخطوطہ بھی شامل ہے[5]

(۹) صفوۃ الصوفیہ فی آداب المریدین[6] چھوٹا سا رسالہ ہے۔ اس میں سینتالیس
باب ہیں اور ان میں شیخ الشیوخ نے منازل سلوک بیان کئے ہیں۔ اس کے مخطوطے
ریاست رام پور کے کتب خانہ میں فن سلوک کے نمبر ۲۶ پر اور بانکی پور کے کتب خانہ
میں کتب عربی کے نمبر ۸۶۴ پر موجود ہیں۔ اور ان کتب خانوں کی فہرست میں اس کا
نام ارشاد المریدین درج ہے۔

---

[1] محبوب الالباب ص ۶۱۱ ۔ ایوانو۔ مخطوطات فارسی۔ نمبر ۱۰۶۵۔
[2] کشف الظنون۔ جلد ثانی ص ۶۳۵
[3] اہلورد۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری۔ نمبر ۳۹۹۳۔
[4] اہلورد۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری۔ نمبر ۲۳۰۲/۳
[5] فہرست کتب خانہ آصفیہ۔ جلد اول صفحہ ۳۶۰
[6] رفاعیہ۔ ص ۲۵۹

(۱۰) مقامات العارفین ۔ اس کا مخطوط برلن میں محفوظ ہے۔[۱]
(۱۱) رسالہ فی اعتقاد الحکماء اس کا مخطوط پیرس میں محفوظ ہے۔[۲]

(۱۱)

عوارف المعارف اسلامی ادبیات کی اعلیٰ ترین تصنیفات میں شامل ہے۔ آئمہ صوفیہ نے اسے معرفت وسلوک کی اُمہات الکتب میں شمار کیا ہے۔ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری المتوفی ۷۸۵ھ اپنے مجالس میں بار بار فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کا پیر نہ ہو اور وہ عوارف پڑھے اور اس پر عمل کرے تو بلا شبہ ولی ہو جائے۔[۳] مخدوم جہانیاں نے عوارف مدینہ منورہ میں شیخ مدینہ عبداللہ المطری سے پڑھی۔ اس کے بعد فارس کے شہر شبانکارہ میں آکر شیخ الشیوخ کے مرید شیخ شرف الدین محمود تستری سے اسکی تجدید کی۔ ہندوستان میں آکر سالہا سال اس کے درس میں مشغول رہے۔[۴]

شیخ جمال الدین محدث اوچہ اپنی مجلس درس میں علی الدوام پانچ کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ فقہ میں ہدایہ۔ اصول میں بزدوی۔ حدیث میں مشارق و مصابیح۔ سلوک میں عوارف۔[۵]

---

[۱] اہلورد ۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری ۳۳۰۵ ۔
[۲] دی سیلان ۔ مخطوطات عربی ۔ پیرس لائبریری ص ۱۱۴۷ ۔
[۳] الدرر المنظوم ۔ ص ۶۲۱ ۔
[۴] الدرر المنظوم ۔ ص ۴۷۸ و ص ۵۵۲ و ص ۶۰۹ ۔
[۵] الدرر المنظوم ۔ ص ۶۳۱ ۔

شیخ عزالدین محمود بن علی الکاشی المتوفی ۷۳۵ھ عوارف کو پڑھاتے وقت مولانا نورالدین عبدالصمد بن علی الاصفہانی اور شیخ ظہیرالدین عبدالرحمن بن علی بن برغش سے اس کی روایت کرتے تھے۔ ان دونوں نے شیخ نجیب الدین علی بن برغش سے اور انہوں نے بلاواسطہ خود شیخ الشیوخ سے اس کی روایت کی ہے[1]۔

عوارف کے مقبول عام ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مشاہیر علماء و مصنفین نے اسکے شروح و حواشی لکھے نیز خلاصے اور ترجمے کئے ہیں۔

محدث حجاز مفتی حرم محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ الطبری[2] المتوفی ۶۹۴ھ نے جو ائمہ حدیث سے ہیں عوارف کا خلاصہ کیا ہے[3]۔ اس کا مخطوطہ جو ۱۰۲۷ھ میں مکتوب ہوا ہے برٹش میوزیم میں محفوظ ہے[4]۔

شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا بن عبداللہ الجمال المصری المتوفی ۸۷۹ھ[5] نے جو تاج التراجم کے مصنف ہیں عوارف کے احادیث کی تخریج کی ہے[6]۔ اس کا مخطوطہ پیرس کے کتب خانہ ملی میں موجود ہے[7]۔

علامہ سید شریف زین الدین علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ[8]۔ اور

---

1. نفحات الانس۔ طبع لکھنو ص ۴۲۷۔
2. تذکرۃ الحفاظ۔ جلد رابع ص ۲۶۷۔
3. کشف الظنون۔ جلد ثانی ص ۱۳۹۔
4. ریو۔ مخطوطات عربی۔ ص ۸۸۴۔
5. شذرات الذہب۔ جلد سابع ص ۳۲۶۔ فواید البہیہ۔ طبع مصر۔ ص ۹۹۔
6. کشف الظنون۔ جلد ثانی ص ۱۳۹۔
7. دی سیلان۔ مخطوطات عربی۔ کتب خانہ ملی۔ نمبر ۲۸۱۲
8. مفتاح السعادہ۔ جلد اول ص ۱۶۷۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۳۰۱۔ روضات الجنات ص ۴۹۷۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی المتوفی ۱۰۳۴ھ نے عوارف پر تعلیقات لکھے ہیں۔[1]

عوارف کے شروح میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد بن یوسف الحسینی المتوفی ۸۲۵ھ کے شروح زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے پہلی شرح بزمانۂ قیام دہلی عربی زبان میں تصنیف کی۔ معارف العوارف اس کا نام ہے۔ دوسری شرح کو گلبرگہ تشریف لانے کے بعد فارسی میں تصنیف فرمایا ہے۔[2]

قریب قریب اسی زمانہ میں مخدوم الفقیہ علاءالدین ابوالحسن علی بن احمد المہائمی المتوفی ۸۳۵ھ صاحب تفسیر تبصیر الرحمٰن نے بزبان عربی عوارف کی ایک مبسوط شرح لکھی اور اس کا نام زوارف اللطایف شرح عوارف المعارف رکھا۔[3] اس کے خاتمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بروز جمعہ ۳ محرم ۸۱۵ھ کو یہ شرح تمام ہوئی ہے۔ اس کے مخطوطے حیدرآباد رام پور اور بانکی پور کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر ۷۰، ۱۴۷۸ پر دو مخطوطے۔ کتب خانہ رام پور میں فن سلوک کے نمبر ۳۴۴ پر ایک مخطوط۔ کتب خانہ بانکی پور میں کتب عربی کے نمبر ۸۶۳ پر ایک مخطوط۔

عوارف کی ایک اور شرح شیخ عبدالقدوس بن ابوالمکارم اسمٰعیل بن صفی بن نصیر الغزنوی المتوفی ۹۴۹ھ[4] والمدفون فی گنگوہ مصنف انوارالعیون نے ۹۲۳ھ میں بعہد سلطان سکندر شاہ لودہی (۸۹۴ھ - ۹۱۵ھ) تصنیف کی ہے۔

---

[1] سبحۃ المرجان طبع بمبئی۔ ص ۴۷ تا ص ۵۲۔

[2] سیر محمدی۔ طبع الہ آباد۔ ص ۱۰۲

[3] اخبارالاخیار۔ طبع دہلی ۱۳۳۲ھ۔ ص ۱۷۹۔

[4] اخبارالاخیار ص ۲۲۱ و تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۰۔

زبان عربی ہے۔ نام معارف شرح عوارف ہے۔ اِس کی جلد اول کا ایک خوش خط مخطوطہ جو آخر سے ناقص ہے کتب خانہ آصفیہ میں فن تصوف کے نمبر (۴۴۱) پر موجود ہے۔

فارسی زبان میں عوارف کے دو ترجمے ہوئے ہیں۔ اِن میں پہلا اور قدیم ترجمہ شیخ ظہیرالدین عبدالرحمٰن بن نجیب الدین علی بن برغش شیرازی[1] المتوفی ۷۱۶ھ کا ہے۔ اس کا ذکر مولانا جامی اور حاجی خلیفہ نے بھی کیا ہے۔ اور کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اِس کا مخطوطہ موجود ہے دوسرا ترجمہ شیخ فخرالدین اسمٰعیل بن عبدالمومن المتوفی ۹۱۰ھ نے کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ اسلامبول کے کتب خانہ نورعثمانیہ میں (۴۳۲۰) پر موجود ہے۔

ترکی زبان میں بھی اس کے دو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں قدیم ترجمہ مولانا محمود عارفی ہروی صاحب[2] مثنوی گوئی چوگاں' کا ہے۔ جو امیر تیمور کے فرزند سلطان شاہرخ (۸۰۷ھ ۸۵۰ھ) کے عہد میں ہوا ہے۔ اور اِس وقت نادر و نایاب ہے۔ دوسرا ترجمہ احمد بن سعید بغوی کا ہے۔ اور اس کا مخطوطہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ ایا صوفیہ میں نمبر (۱۷۱۴) پر محفوظ ہے۔

حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ عزالدین محمود بن علی الکاشی المتوفی ۷۳۵ھ[3] شارح قصیدہ ابن الفارض نے بھی عوارف کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ خلاصہ ہے۔ اور اس کا نام مصباح الہدایہ ومفتاح الکفایہ' ہے[4] ۱۲۸۵ھ میں لکھنؤ میں چھپ گیا ہے دس ابواب پر منقسم ہے

---

[1] نفحات الانس صفحہ ۴۲۲۔
[2] حبیب السیر جلد سوم جز سوم صفحہ ۱۵۰۔
[3] نفحات الانس صفحہ ۴۲۷۔
[4] کشف الظنون جلد ثانی صفحہ ۱۳۹ و صفحہ ۲۵۰۔

ہر ایک باب میں دس دس فصول ہیں ۔ ابواب کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) دربیان اعتقادات متصوفہ ۔
(۲) دربیانِ علوم ۔
(۳) دربیانِ معارف ۔
(۴) دربیانِ اصطلاحاتِ صوفیاں ۔
(۵) دربیانِ مستحسناتِ صوفیاں ۔
(۶) دربیانِ آداب ۔
(۷) دربیانِ اعمال ۔
(۸) دربیانِ اخلاق ۔
(۹) دربیانِ مقامات ۔
(۱۰) دربیانِ احوال وختم کتاب ۔

لفٹننٹ کرنل ایچ، ڈبلیو، کلارک نے جگہ جگہ سے اقتباس کر کے مصباح الھدایہ کے متعدد فصول کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ۔ اور اُسے اپنے دیوان حافظ کے ترجمہ کے ساتھ جو ۱۸۹۱ء میں بمقام لندن طبع ہوا ہے ۔ بطورِ ضمیمہ چھپوایا ہے ۔

قریباً پینتالیس سال ہوئے کہ منشی نول کشور نے مولوی محمد ابو الحسن فرید آبادی سے عوارف کا اُردو زبان میں ترجمہ کرایا ۔ اور اُسے پہلی مرتبہ ۱۸۹۱ء میں اپنے مطبع واقع لکھنو میں چھپوا کر شائع کیا ۔ اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس کا ایک اور ایڈیشن شائع ہوا ۔

عوارف کے اصل عربی متن کو سید عبداللہ النھاری اور شیخ محمد امین الکردی نے مصر کے مطبع وھبیہ میں ۱۲۹۲ھ میں دو جلدوں چھپوایا ہے ۔ امام غزالی کی احیاء العلوم کے جو نسخے مصر میں ۱۲۸۲ھ میں، بولاق میں ۱۲۸۹ھ اور ۱۳۰۲ھ میں مطبع ازھریہ میں، ۱۳۱۶ھ میں مطبع میمنیہ میں، ۱۳۲۳ھ میں دار الکتب العربیہ میں ۔ ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوئے ہیں ۔ اُن کے حواشی پر بھی عوارف کا اصل عربی متن چھپا ہوا ہے ۔

مصادر

(۱)

وہ کتابیں جن میں شیخ الشیوخ کے حالات مستقل عنوان کے تحت مذکور ہیں

عربی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع	حوالہ
۱	معجم البلدان	یاقوت الحموی المتوفی سنہ ۶۲۶ھ	مصر سنہ ۱۳۲۳ھ	جلد خامس ص۱۸۵
۲	وفیات الاعیان	ابن خلکان المتوفی سنہ ۶۸۱ھ	ایران سنہ ۱۲۸۴ھ	جلد اول ص۴۱۴
۳	حوادث الجامعہ	ابن الفوطی المتوفی سنہ ۷۲۳ھ	بغداد سنہ ۱۹۳۲ء	ص۵۱ وص۷۴ وص۷۵
۴	مراۃ الجنان	امام یافعی المتوفی سنہ ۷۶۸ھ	حیدرآباد سنہ ۱۳۳۷ھ	جلد رابع ص۷۹
۵	طبقات الشافعیہ	تاج الدین سبکی المتوفی سنہ ۷۷۱ھ	مصر سنہ ۱۳۲۴ھ	جلد خامس ص۱۴۳
۶	مفتاح السعادہ	طاشکبری زادہ المتوفی سنہ ۹۶۲ھ	حیدرآباد سنہ ۱۳۲۹ھ	جلد ثانی ص۲۱۴
۷	شذرات الذہب	ابن عماد الحنبلی المتوفی سنہ ۱۰۸۹ھ	مصر سنہ ۱۲۵۱ھ	جلد خامس ص۱۵۳
۸	روضات الجنات	محمد باقر الموسوی	ایران سنہ ۱۳۱۷ھ	ص۳۲۸
۹	الاعلام	خیر الدین الزرکلی	قاہرہ سنہ ۱۹۲۷ء	جلد ثانی ص۷۲۲
۱۰	معجم المطبوعات	یوسف الیاس سرکیس	قاہرہ سنہ ۱۹۲۸ء	ص۱۰۶۰

فارسی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع	حوالہ
۱۱	تاریخ گزیدہ	حمد اللہ مستوفی تالیف سنہ ۷۳۰ھ	لیڈن سنہ ۱۹۱۰ء	ص۷۹۰
۱۲	نفحات الانس	عبد الرحمٰن الجامی المتوفی سنہ ۸۹۸ھ	لکھنو سنہ ۱۹۱۵ء	ص۴۲۰
۱۳	حبیب السیر	غیاث الدین خوندمیر المتوفی سنہ ۹۴۱ھ	بمبئی سنہ ۱۲۷۳ھ	جلد دوم۔ جز سوم ص۷۸
۱۴	ہفت اقلیم	امین احمد رازی	قلمی	ورق ۳۳۷

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع و سنہ	حوالہ
۱۵	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری المقتول ۱۰۱۹ھ	ایران ۱۲۹۵ھ	ص ۲۸۵
۱۶	سفینۃ الاولیا	شہزادہ دارا شکوہ المقتول ۱۰۶۹ھ	لکھنو ۱۹۰۰ء	ص ۱۱۲
۱۷	تحفۃ الکرام	علی شیر قانع تالیف ۱۱۸۱ھ	دہلی ۱۳۰۴ھ	جلد دوم ص ۲۸۳
۱۸	ریاض العارفین	رضا قلی خاں ہدایت	طہران۔ طبع جدید	ص ۱۵۶
۱۹	مجمع الفصحا	رضا قلی خاں ہدایت	طہران ۱۲۹۵ھ	جلد اول ص ۳۱۲
۲۰	خزینۃ الاصفیا	غلام سرور لاہوری۔	لکھنو ۱۹۱۴ء	جلد دوم ص ۱۴
۲۱	دُر الدارین	سید علی موسوی	حیدرآباد ۱۳۰۸ھ	جلد اول ص ۱۵۰
۲۲	تاریخ ادبیات ایران	ڈاکٹر رضا زادہ شفق	طہران ۱۳۱۳ھ	ص ۱۷۳

جرمنی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع و سنہ	حوالہ
۲۳	تاریخ ادبیات عرب	ڈاکٹر بروکلمان	برلن ۱۸۹۸ء	جلد دوم ص ۲۰۴

انگریزی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع و سنہ	حوالہ
۲۴	ترجمہ تاریخ ابن خلکان	دی سیلان	لندن ۱۸۷۱ء	جلد دوم۔ ص ۳۸۲
۲۵	تاریخ ادبیات عرب	ڈاکٹر ہوارٹ	لندن ۱۹۰۳ء	جلد دوم ص ۲۷۲
۲۶	تاریخ ادبیات ایران	پروفیسر براؤن	کیمبرج ۱۹۰۲ء	جلد دوم ص ۴۹۲
۲۷	دائرۃ المعارف الاسلامیہ			جلد سوم ص ۵۰۶

(۲)

وہ کتابیں جن میں شیخ الشیوخ کا حال یا اُن کی تصنیفات کا تذکرہ ضمناً آیا ہے یا جن سے بعض تاریخی اور جغرافیائی معلومات ماخوذ ہیں۔

عربی

نمبر	کتاب	مصنف	مطبع و سنہ	حوالہ
۲۸	تاریخ ظہور التتر	نور الدین محمد بن احمد النسوی	پیرس ۱۸۹۱ء	ص ۱۲ و ۱۳
۲۹	دول الاسلام	امام ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ	حیدرآباد ۱۳۳۷ھ	

نمبر	کتاب	مصنف	مقام و سنہ طبع	کیفیت
۳۰	تذکرۃ الحفاظ	امام ذہبی	حیدرآباد ۱۳۲۳ھ	
۳۱	کشف الظنون	حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ	استنبول ۱۳۱۱ھ	
۳۲	سبحۃ المرجان	آزاد بلگرامی	بمبئی ۱۳۰۳ھ	
۳۳	فوائد البھیہ	عبدالحی فرنگی محلی	مصر ۱۳۲۴ھ	
۳۴	نزہۃ الخواطر	سید عبدالحی لکھنوی	حیدرآباد ۱۳۵۰ھ	
	فارسی			
۳۵	سفرنامہ	حکیم ناصر خسرو المتوفی ۴۸۱ھ	برلن ۱۳۴۱ھ	
۳۶	بوستاں	شیخ سعدی شیرازی	ویانا ۱۸۵۸ع	
۳۷	سلجوق نامہ	ابن بی بی	لیڈن ۱۸۹۱ع	
۳۸	راحۃ القلوب	شیخ نظام الدین بدایونی المتوفی ۷۲۵ھ	دہلی ۱۳۱۳ھ	اردو ترجمہ
۳۹	فواید الفؤاد	امیر حسن بن علا سجزی	لکھنو ۱۳۰۲ھ	
۴۰	مناقب العارفین	شمس الدین افلاکی	آگرہ ۱۸۹۷ع	
۴۱	نزہۃ القلوب	حمد اللہ مستوفی	لیڈن ۱۹۱۵ع	
۴۲	درر المنظوم	علاء الدین الحسینی	دہلی ۱۳۰۹ھ	اردو ترجمہ
۴۳	سیر محمدی	سید محمد علی سامانی	طبع الہ آباد ۱۳۴۷ھ	
۴۴	آئین اکبری	ابو الفضل علامی	لکھنو ۱۸۶۹ع	
۴۵	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق دہلوی	دہلی ۱۳۰۹ھ	
۴۶	محبوب الالباب	خدا بخش خاں	حیدرآباد ۱۳۰۰ھ	
	لاطینی			
۴۷	مخطوطات عربی برٹش میوزیم	چارلس ریو	لندن ۱۸۷۱ع	
	جرمنی			

۴۸	مخطوطات عربی کتب خانہ برلن	ڈاکٹر اہلورد	برلن ۱۸۸۷ء تا ۱۸۹۹ء
		فرانسیسی	
۴۹	مخطوطات عربی کتب خانہ پیرس	دی سیلان	پیرس ۱۸۹۵ء
		انگریزی	
۵۰	مخطوطات فارسی برٹش میوزیم	چارلس ریو	لندن ۱۸۹۴ء



سلاطین کلوہ

افریقہ کے مشرقی ساحل پر مسلمانوں کی از یاد رفتہ سلطنت

کتاب السلوہ فی اخبار کلوہ کا اقتباس

نوشتۂ

حکیم سید شمس اللہ قادری ۔ ماہر آثار قدیمہ

کِلوہ افریقہ کے مشرقی ساحل پر مدت دراز تک عربوں کی جہاز رانی کا انتہائی مقام رہا ہے۔

واسکو دی گاما کے رہنما نے جو مسلمان تھا کلوہ سے خورونوش کا سامان لینا چاہا۔ اور واسکو دی گاما سے کہا کہ کِلوہ نہایت آباد مقام ہے۔ یہاں ایران کے شیعہ مسلمان حکمران ہیں۔ آدھی سے زیادہ آبادی ابی سینیا اور ہندوستان کے نسطوری عیسائیوں کی ہے۔

یول

امریکن نیومسماٹیک سوسائٹی میں سلاطین کلوہ سے حسن بن سلیمان۔ سلیمان بن حسن اور علی بن حسن کے سکے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن پر ایک جانب سلاطین کے نام اور دوسری طرف ائمہ اثنیٰ عشر علیہم السلام کے اسماء مسکوک ہیں۔

ہولینڈ ووڈ

اس کتاب کا مصنف ۲۴ شوال ۹۰۴ھ کو کلوہ میں پیدا ہوا۔ اور اپنی کتاب سلطان کلوہ محمدؐ بن حسین بن سلیمان کے حکم سے تالیف کی ہے۔ اُس نے افریقہ کے مشرقی سواحل پر واسکوڈی گاما کے عروج و اقتدار کو برائے العین خود مشاہدہ کیا ہے۔

کلوہ جس کو پرتگیز سیاح قلوا کہا کرتے ہیں مشرقی افریقہ کا ایک ساحلی جزیرہ ہے اور زنجبار سے جانب جنوب ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یاقوت حموی نے جس کی وفات ۶۲۶ھ میں ہوئی ہے اس کو بلاد زنج میں شمار کیا ہے[1]۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ ۷۲۸ھ میں افریقہ کے مشرقی سواحل پر سفر کرتا ہوا ممباسہ سے کلوہ میں پہنچا تھا۔ اس نے اس مقام اور یہاں کے بادشاہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ "یہ ایک بڑا ساحلی شہر ہے۔ یہاں کے باشندے نہایت کالے اور شافعی مذہب کے ہیں۔ یہاں سے شہر سفالہ تک نصف ماہ کی مسافت ہے۔ اس کے عمارات بہت مضبوط اور تمام لکڑی سے بنے ہوئے ہیں۔ مکانوں کے چھت تمام ترقبہ دار ہیں[2]"

---

[1]۔ معجم البلدان جلد سابع ص ۲۷۷۔

[2]۔ عجائب الاسفار جلد اول ص ۳۶۸۔

موسیو سیدیلو نے عربوں کے تجارتی تعلقات کو بیان کرتے ہوئے کلوہ کے آباد ہونے کا اس طرح تذکرہ کیا ہے "مسلمان تاجروں نے افریقہ کے مشرقی سواحل[1] سات نئے شہر آباد کیے جن کے نام براوہ، ممبازہ، کلوہ، موزنبیق، صوفالہ، اور ماجادکسوہیں۔ نیز مدغاسقر اور سواحل افریقہ سے ملے ہوئے جزیروں کو اپنا مستقل وطن بنالیا[1]" مستشرقین کا عام خیال یہ ہے کہ کلوہ اور اُس کے آس پاس کے دوسرے شہر ۸۰۰ء اور ۹۰۰ء کے مابین چالیس سال کے دوران میں آباد ہوئے ہیں برخلاف اس کے بعض قدیم اسناد سے معلوم ہوتا ہے کہ کلوہ ظہور اسلام سے صدیوں پہلے آباد ہو چکا تھا۔ چنانچہ رومی تاجر پیری پلس نے جو جناب مسیح[ع] سے ستر سال بعد گزرا ہے اپنے سفرنامے میں کلوہ اور اُس کے اطراف کی بعض بستیوں کا تذکرہ کرتا ہے۔

کلوہ میں اہل شیراز کا توطن اور سلطنت اسلامیہ کا قیام

کلوہ کو سب سے پہلے شیراز کے چند تارکان وطن نے اپنا مسکن بنایا۔ یہ لوگ سات جہازوں میں سوار ہو کر خلیج فارس سے روانہ ہوئے[2]۔ ان میں سے ایک جہاز مندخہ میں پہنچا۔ دوسرا اشوغ میں تیسرا

---

[1] خلاصہ تاریخ العرب ص ۲۶۶۔

[2] کلوہ میں اہل شیراز کے آباد ہونے کی حکایت رگبی نے اس طرح بیان کی ہے۔ جن عربوں نے آفریقہ کے مشرقی سواحل پر سب سے پہلے توطن اختیار کیا وہ قبیلہ الحرث کے بعض افراد تھے۔ یہ لوگ ۳۱۲ھ/۹۲۴ء کے حدود میں بحرین سے آئے۔ مغدوسہ اور براوہ کے شہروں کو آباد کیا۔ اس کے قریباً ساٹھ برس بعد شیراز کے رہنے والے کلوہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ عرب اور ایرانی آہستہ آہستہ تمام مشرقی سواحل پر سفالہ تک پھیل گئے۔ نیز پمبا، منفیہ اور زنجبار پر بھی قبضہ کر لیا۔ (مملکت زنجبار ص ۴۴)

ینبع میں، چوتھا منفسہ میں، پانچواں الخضرا میں، چھٹا کلوہ میں اور ساتواں ہنزوان میں[1]۔ چھ جہازوں میں چھ بھائی تھے۔ ساتویں جہاز میں جو ہنزوان کو پہنچا تھا اُن مہاجروں کا باپ حسن بن علی سوار تھا۔

کلوہ میں پہلے سے ایک مسلمان اپنی آل اولاد کے ساتھ سکونت پذیر تھا۔ اس کو مُری رَوبَر کہتے تھے۔ ایک مسجد بھی تھی۔ جس کا نام کُنبل تھا۔ جزیرہ میں علاقہ اَلمِل کے ایک کافر کی حکومت تھی جو اس زمانہ میں شکار کو گیا ہوا تھا۔ چند روز کے بعد واپس آیا تو ان نوواردوں نے اُس سے ملاقات کی۔ نیز سفید، سیاہ اور مختلف رنگوں کے کپڑے دے کر جزیرہ کو اُس سے خرید لیا۔ جزیرہ اور ساحل کے مابین ایک خاکنائے تھا۔ جو سمندر کے اُتر جانے سے اکثر اوقات پایاب ہو جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت کافر سردار موقع پاکر اس راستہ سے چلا آئے اور جزیرہ پر قبضہ کرلے۔ نوواردوں نے حفاظت کے لیے خاکنائے کو کھود کر گہرا کر دیا جس کے باعث سمندر کا پانی بڑھ گیا اور آمدو رفت مسدود ہوگئی۔

علی بن حسن بن علی سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس جزیرے میں اپنی حکومت قایم کی۔ اس کا لقب اغومبیج تھا اور وہ تیسری صدی ہجری کے اواسط ایام میں گزرا تھا۔

---

[1] منذخہ کا موجودہ نام دریافت نہ ہو سکا۔ باقی شہروں کے موجودہ نام یہ ہیں۔

(۱) منفسہ۔ اس کا نام ابن بطوطہ نے منبسی اور ہملٹن نے منباس لکھا ہے آج کل اس کو ممباسہ کہتے ہیں۔

(۲) شاغ۔ جزیرہ ژانگا کا عربی نام ہے۔

(۳) ینبع۔ کا موجودہ نام یابے ہے۔

(۴) الخضرا، جزیرہ پمبا کا عربی نام ہے۔

علی بن حسن نے کلوہ پر قبضہ کرنے کے بعد منفسہ کا رُخ کیا۔ یہ جزیرہ بھی اُسے بہت پسند آیا اور اپنے فرزند محمد بن علی کو جس کا لقب مُکم واَث تھا اس کا والی مقرر کیا۔ اس نے ڈہائی سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بھائی بسحت بن علی حکمران ہوا۔ اس نے ساڑھے چار سال حکومت کی۔ پھر مر گیا۔

علی بن حسن نے کلوہ میں چالیس سال حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد علی بن بسحت بن علی کلوہ میں برسرِ حکومت ہوا۔ اس نے ساڑھے چار سال حکومت کی سلیمان بن علی۔ حسن بن علی۔ داؤد بن علی اس کے چچا ماتحت رہ کر دوسرے جزیروں میں حکومت کرتے رہے۔ علی بن بسحت کے بعد داؤد بن علی کلوہ میں حکمران ہوا۔ اس جگہ دو سال گزارے۔ تیسرے سال منفسہ کو چلا گیا اور کلوہ کی حکومت اپنے فرزند علی بن داؤد بن علی کے حوالہ کی۔

باشندگان کلوہ کے ساتھ متمندلین کی لڑائیاں۔ متمندلین نے جو جزیرۂ شاغ کے باشندے اور حسن بن علی کی اولاد سے تھے۔ باشندگان کلوہ سے شدید لڑائی کی۔ علی بن داؤد کے زمانے میں غالب ہو کر کلوہ کو فتح کر لیا۔ اور اپنی جانب سے ایک شخص کو جس کا نام خالد بن بکر ہے' وہاں کا حاکم بنایا۔ خالد نے ڈہائی سال حکومت کی۔ اس کے بعد اہل کلوہ نے اس کو معزول کر کے شہر سے نکال دیا۔ اور حسن بن سلیمان بن علی کو تخت پر بٹھایا۔ اس نے بارہ سال حکومت کی۔

متمندلین نے دوسری مرتبہ کلوہ پر پھر حملہ کیا۔ حسن بن سلیمان نے شکست پائی۔ کلوہ سے بھاگ کر زنجبار کو چلا گیا۔ متمندلین نے جزیرہ پر مکرر قبضہ کر لیا۔ محمد بن حسین منذری کو اپنی جانب سے یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ محمد بن حسین بارہ سال حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد کلوہ کے ایک ہزار بچوں نے متمندلین کے خلاف ہنگامہ کیا۔ معزول بادشاہ کے صغیر سن بچہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ محمد بن حسین کو قتل کر دیا۔ اور

حسن بن سلیمان یعنی مفرور بادشاہ کو زنجبار سے بلا کر تخت پر بٹھایا۔ اس نے چودہ سال کی حکومت کے بعد وفات پائی۔ اس کی جگہ حسن بن داؤد بن علی مسند نشین ہوا۔ اس نے ستتر سال حکومت کی۔

خاندان ابوالمواہب کا عروج

سلطان حسن بن داؤد کے بعد کلوہ کی حکومت ابوالمواہب کے خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اس خاندان کا پہلا سلطان حسن بن طالوت المہدلی ہے۔ وہ صاحب الرائے اور شجاع آدمی تھا۔ اس کے زمانے میں مستحق اور دعوے دار سلطنت موجود تھے۔ باوجود اس کے خودسری اور زبردستی سے ملک پر قبضہ کرلیا اور اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوگیا اس کے بعد ابوالمواہب حسن بن سلیمان مطعون بن حسن بن طالوت[۱] حکمران ہوا۔ وہ نہایت سخی اور فیاض بادشاہ تھا۔ اس نے عدن میں رہ کر روحانی علوم بھی حاصل کیے تھے۔ حج و زیارت سے بھی فارغ ہوچکا تھا۔

ابوالمواہب نے برسر حکومت ہونے کے بعد منفسہ پر چڑھائی کی اور اُسے فتح کرکے ایک مستقل حکومت قایم کی جو واسکوڈی گاما کے درود تک باقی تھی۔ اس کے

[۱]۔ ابن بطوطہ ۷۳۰ھ میں اس کے زمانے میں کلوہ آیا تھا۔ اس نے ابوالمواہب کے محاسن و مکارم کا عمدہ الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ سلطان کے دربار میں عراق و حجاز کے اشراف کثرت سے جمع تھے۔ اس نے زنگیوں کے ملک پر کئی مرتبہ چڑھائی کی۔ اور ہر وقت اُن شکست دیتا رہا۔ اس کی بخشش و عطا بہت مشہور تھی۔ ایک دن نماز جمعہ سے پہلے عین مسجد میں اپنے جملہ ملبوسات ایک فقیر کو دے دیے تھے۔ حسن کے بعد اُس کا بھائی داؤد برسر حکومت ہوا۔ اس نے کئی مہینے حکومت کی۔ اس کے عادات حسن کے برعکس تھے۔ ابن بطوطہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سلاطین کلوہ اہل حاجت کو سونا بہت کم دیا کرتے تھے۔ ان کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ ہاتھی دانت کا ہوا کرتا تھا۔ عجائب الاسفار جلد اول صـ ۳۶۹ ۔

زمانے میں کلوہ کی جامع مسجد منہدم ہو گئی - صرف ایک قبہ باقی رہ گیا جس میں خود سلطان نماز پڑھا کرتا تھا - یہ مسجد سلطان سلیمان کے عہد تک منہدم رہی - اس زمانے میں لوگ درختوں کے سایہ اور خیموں میں نماز پڑھا کرتے تھے -

ابوالمواہب نے چودہ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا - اور اس کا بھائی داؤد بن سلیمان اس کی جگہ حکمران قرار پایا - لیکن چوبیس[۲۴] دن کے بعد دوسرے بھائی حسین بن سلیمان نے اُس کو معزول کر دیا - اور خود ساڑھے چھے برس حکومت کی - اخیر ایام میں باشندگان ایل کے خلاف جہاد کیا - عین لڑائی میں کفار نے اس کو مار ڈالا - اس کے بعد اس کا فرزند طالوت بن حسین قایم مقام ہوا - اس نے دو برس چار مہینے چودہ دن حکومت کی - پھر حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا اور اپنے فرزند حسین بن طالوت بن حسین کو جس کا لقب اشترفکی تھا - اپنا قایم مقام بنایا خود منفسہ پہنچ کر فوت ہو گیا - اور ایک قریہ میں جس کا نام تواک تھا اس کی لاش کو لائے - فقیہ داؤد صاحب المنارہ اور فقیہ عیسی بن نمیم کے مقبرہ میں دفن کیا -

طالوت بن حسین کی وفات کے بعد اس کا فرزند حسین بن طالوت مستقل ہو گیا - چند دنوں کے بعد حج و زیارت کے لیے حجاز کا سفر کیا - تیس[۳۰] سال حکومت کی - اس کی وفات کے بعد سلطنت پہلے خاندان میں منتقل ہو گئی -

ملک العادل سلطان محمد کی حکومت پہلے خاندان کی دوبارہ بحالی - ملک العادل محمد بن سلیمان بن حسین بن بسحت نے کلوہ پر قبضہ کر لیا - اس نے بائیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی - وزیر سلیمان اور امیر محمد بن سلیمان اس کے بعد مدت تک زندہ رہے -

اس کے جانشین سلیمان بن محمد بن سلیمان کے عہد حکومت میں جامع کلوہ دوبارہ تعمیر ہوئی - یہ مسجد ابوالمواہب کے زمانے میں منہدم ہو گئی تھی - سید حاج روش بن سلطان حسین اشترفکی نے از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا - سلطان سلیمان سے اجازت

چاہی۔ سلطان نے اخراجات کے لیے ایک ہزار مثقال سونا عنایت کیا۔ لیکن حاج روش نے تعمیر میں اپنی ذاتی دولت صرف کی اور جب سلطان کا انتقال ہوگیا تو ہزار مثقال سونا اُس کے ورثاء کو واپس کردیا۔

مسجد کے ستون پتھروں کے ترشے ہوئے تھے۔ اُن کے مثل دوسرے ستونوں کے تیار کرنے کا معماروں کو سلیقہ نہ تھا۔ اور وہ سخت حیران و پریشان تھے کہ کیا تدبیر کریں۔ اسی دوران میں ایک بہت بڑا درخت بہتا ہوا مقام سیف میں آگیا۔ اس کے تنہ کو کاٹ کر اگلے حصّے کے لیے سات ستون بنائے۔ شاخوں کو کاٹ کر اُن سے چھت کے لیے کڑیوں کا کام لیا گیا۔ پچھلا حصّہ اُسی طرح تعمیر ہوا جیسا کہ ابوالمواہب کے زمانے میں تھا۔

جب سلطان سلیمان نے انتقال کیا تو اُس کی ذات پر نجیب الطرفین بادشاہوں کی حکومت ختم ہوگئی۔ امیر محمدؐ نے ارادہ کیا کہ سلطان کی اولاد کو تخت و تاج سے محروم کرے۔ لیکن سلطنت کے دوسرے ارباب حل وعقد نے یہ تصفیہ کیا کہ اسمٰعیل بن سلطان حسین بن سلطان سلیمان مسند نشین کیا جائے۔ سلطان اسمٰعیل نے حسبِ سابق وزارت پر وزیر سلیمان کو بحال رکھا۔ امارت امیر محمدؐ کے تفویض رہی۔ اس نے تیرہ سال سلطنت کی۔ اس کے زمانے میں امیر سعید بن سلطان حسن نے سلطنت کا دعویٰ کیا۔ اور جب ناکامی ہوئی تو امداد کے لیے زنجبار چلا گیا۔ زنجبار میں سلطان حسن بن ابی بکر حکمران تھا۔ سعید نے وہاں پہنچ کر سلطان کی ماں سے نکاح کرلیا۔

سلطان زنجبار نے اپنے ایک امیر زبیر کو فوج دے کر سعید کے ساتھ کلوہ کی جانب روانہ کیا۔ امیر محمدؐ نے سلطان اسمٰعیل کی طرف سے زبیر کے یہاں سو مثقال سونا بھیجا تاکہ لڑائی سے باز رہے۔ امیر سعید کلوہ میں تنہا چلا آیا۔ سلطان اسمٰعیل نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ لیکن محمد بن حسین کے چچا سید حسن بن سلطان سلیمان کی سفارش سے خطا معاف ہوگئی۔ اس کے بعد چار برس امیر سعید اپنے مکان میں

گوشہ نشین رہا۔ سلطان اسمٰعیل کے انتقال پر سلطنت کے لیے وزیر و امیر میں گفت وشنید ہوئی۔ وزیر سلیمان کے اتفاق سے امیر محمد نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب وزیر سلیمان نے انتقال کیا تو وزارت کا عہدہ امیر سعید کو مل گیا۔

خاندان ابوالمواہب کی دوبارہ بحالی۔

ایک سال حکومت کرنے کے بعد سلطان محمدؒ کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی جگہ احمد بن سلیمان والی مقرر ہوا۔ اس نے حسب سابق امیر سعید کو وزارت پر بحال رکھا۔ امیر سلیمان بن سلطان محمد مظلوم کو امارت عنایت کی۔ سلطان احمد اپنے باپ کے زمانۂ حکومت میں امارت کے عہدہ پر مامور تھا۔ اس نے ایک سال حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد سلطان حسن بن اسمٰعیل برسر حکومت ہوا اس نے بھی اپنے زمانے میں حسب سابق وزارت پر امیر سعید اور امارت پر امیر سلیمان کو مامور رکھا۔

حسن بن اسمٰعیل کے بعد وزیر سعید تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں عدن کا بادشاہ الملک المسعود بن الملک المؤید الغسانی معزول ہونے کے بعد کلوا میں آیا۔[۱]

---

[۱] ملک مسعود یمن کے خاندان رسولیہ کا سولہواں بادشاہ ہے۔ احمد دحلان نے الدول الاسلامیہ میں لکھا ہے کہ اس نے ۸۴۷ھ سے ۸۵۸ھ تک گیارہ سال حکومت کی ہے۔ ۸۵۰ھ میں عامر بن طاہر نے الملک الظافر صلاح الدین کے لقب سے۔ اور اس کے تین سال بعد ۸۵۳ھ میں علی بن طاہر نے الملک المجاہد شمس الدین کے لقب سے سلطنت کا ادعا کیا۔ عامر نے بمقام زبید ۸۷۰ھ میں علی نے بمقام عدن ۸۸۳ھ میں وفات پائی۔ کئی سال کی کشمکش کے بعد ۸۵۸ھ میں مسعود کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی۔ اور وہ عدن سے فرار ہو کر پریشان و آوارہ ہوگیا۔ ڈاکٹر ریو نے مسعود کے کلوہ میں آنے کا زمانہ ۸۹۵ھ کے قریب بتایا ہے۔ یہ تاریخ بلاشبہ اس کے دوسری بار سلطان سلیمان کے عہد میں کلوہ آنے کی ہے۔ پہلی مرتبہ کلوہ میں اس کا ورود غالباً ۸۵۰ھ اور ۸۶۰ھ کے مابین ہوا ہے۔

ملک مسعود کے معزول ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے باپ الملک المویدنے علی بن طاہر پر جو کسی قبیلہ کا شیخ تھا شدید مظالم کیے تھے۔ جس کی وجہ سے علی بن طاہر ترک وطن کر کے مکہ مشرفہ کو چلا گیا۔ علی بن سفیان بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور اُس پر بھی الملک المویدنے جبر و تشدد کیا تھا۔ دونوں ایک عرصے کے بعد حجاز سے واپس ہوئے۔ اس دوران میں ملک موید مر چکا تھا۔ اور اُس کی جگہ ملک مسعود حکمران تھا۔ اس کے خلاف ملک میں ہر طرف شورش پھیلی ہوئی تھی۔ علی بن طاہر جب یمن میں پہنچا تو مخلوق اس کی جانب رجوع ہو گئی اور اس کے بھائی عامر بن طاہر نے فوج کثیر کے ساتھ ملک مسعود پر حملہ کیا۔ ملک مسعود نے شہر کے دروازے بند کر لیئے۔ قلعہ تعکر[1] کا محافظ علی بن طاہر سے مل گیا اور خشکی کی جانب باب الحدید پر چڑھ کر کپڑا لٹکا دیا۔ جس کے ذریعہ عامر بن طاہر نے اوپر چڑھ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ کیفیت اہل شہر کو معلوم ہوئی تو انھوں نے علی بن طاہر اور عامر بن طاہر کی اطاعت قبول کر لی۔ ملک مسعود عدن سے فرار ہو کر زیلع[2] میں پناہ گیر ہوا۔ وہاں سے بلاد المہرۃ[3] میں آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ کلوہ میں سلطان سعید حکمراں ہے تو اُس کے یہاں پہنچا۔

جس زمانے میں سلطان سعید اپنے باپ سلطان حسن بن سلیمان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے گیا تھا تو ملک مسعود سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ اسی زمانے میں سلطان سعید ملک مسعود کے یہاں عدن میں کچھ عرصہ مہمان بھی رہا تھا۔ اس تعلق سے سلطان سعید نے ملک مسعود کی بے حد عزت و تعظیم کی اور اُس کو بہت سارا مال و متاع دے کر بلاد المہرۃ

---

[1] ۔ تعکر۔ ملک یمن کا ایک عظیم الشان قلعہ ہے۔ معجم البلدان جلد دوم صفحہ ۳۹۴ ۔

[2] ۔ زیلع۔ افریقہ کے مشرقی ساحل پر ملک حبش کا ایک شہر۔ معجم البلدان جلد چہارم صفحہ ۴۲۵

[3] بلاد المہرۃ۔ عمان و حضرموت کے مابین ساحل عرب کا ایک علاقہ۔ معجم البلدان جلد ہشتم صفحہ ۲۱

کی جانب رخصت کیا۔ اس کے کچھ مدت بعد سلطان سلیمان بن سلطان محمدؐ مظلوم کے زمانہ میں دوسری مرتبہ ملک مسعود نے پھر کلوہ کا رُخ کیا۔ لیکن یہاں کے اکابر و اشراف نے پہلے کے مانند اس کی خاطر تواضع نہیں کی۔ جب یہ حالت دیکھا تو ناگزیر ہندوستان چلا گیا۔ وہاں صاحب اولاد ہوا اور اپنی زندگی گزار دی۔

سلطان سعید کی وفات کے بعد سلطنت میں انحطاط شروع ہوا۔ امیر سلیمان خود سر ہوکر بادشاہ بن گیا۔ امارت کا عہدہ اپنے بھائی امیر محمدؐ کواب کے حوالہ کیا۔ ڈیڑھ سال حکومت کی۔ پھر عبداللہ بن خطیب حسن حکمران ہوا۔ اس کے عہد میں حسن بن سلطان سلیمان کو وزارت ملی امیر محمدؐ کواب بن سلطان محمدؐ مظلوم حسبِ سابق امارت پر مامور رہا۔ اس نے بھی ڈیڑھ سال حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بھائی علی بن خطیب حسن کو حکومت ملی۔ اس نے بھی ڈیڑھ برس حکومت کی۔ اس کے عہد میں وزارت و امارت پر حسبِ سابق حسن بن سلیمان اور محمد کواب بحال رہے۔

خاندان وزرا میں حکومت کا منتقل ہونا

علی بن خطیب حسن کے بعد حکومت خاندانِ وزرا میں منتقل ہوگئی۔ وزیر حسن بن وزیر سلیمان بن وزیر یارک کلوہ کا والی مقرر ہوا۔ اس نے چھ سال حکومت کی پھر امیر محمدؐ کواب نے اس کو معزول کرکے نسبحت بن الملک العادل کو بادشاہ بنایا۔ اس نے ایک سال حکومت کی۔ اس کے بعد حسن بن وزیر سلیمان دوسری مرتبہ بادشاہ ہوا۔ اور پانچ سال حکومت کرتا رہا۔ اس دفعہ اس نے اہل شہر کو سخت پریشان کیا۔ خطیب نسبحت، مقدم سلیمان اور اُس کے بھائی بیٹے۔ سید روش اور اُس کا فرزند سید زبیر۔ شہر کا محتسب یہ سب ہجرت کرکے مکہ مشرفہ کو چلے گئے۔ اور ایک مدت کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہوکر کلوہ کی جانب واپس ہوئے تو مکہ مشرفہ میں مقدم سلیمان کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بھائی کمران میں محتسب کسی

اور جگہ خطیب عدن میں فوت ہوگئے۔ سید روش اور اس کا فرزند صرف دو آدمی کلوہ میں واپس آئے۔

امیر محمدؒ کواب نے سلطان حسن کو دوبارہ پھر معزول کیا اور سلطان ابراہیم بن الملک العادل کو والی بنایا۔ اس نے پانچ برس حکومت کی۔ اس کے زمانے میں حسن نے تیسری مرتبہ حصول سلطنت کے لیے پھر کوشش کی۔ مگر امیر محمدؒ نے اس کو والی ملک بنانے سے یہ غدر کر کے انکار کر دیا کہ وہ خاندان وزراء سے ہے سلطان کا اولاد سلاطین سے ہونا ضروری ہے۔ حسن نے جب دیکھا کہ اُس کو بادشاہ بنانے کے لیے نہ امراء راضی ہیں نہ اہل شہر اور شہر میں اُس کی وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہے تو کلوہ کو چھوڑ کر بلادِ کلیہ کی جانب بھاگ گیا اور وہاں تین برس مقیم رہا۔

امیر محمد کواب نے پانچ برس کی حکومت کے بعد سلطان ابراہیم کو معزول کر دیا۔ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ تین جمعہ اس کے نام سے خطبہ پڑھا گیا۔ پھر اس نے سلطنت سے دست کش ہو کر فضیل بن سلطان سلیمان کو بادشاہ بنا دیا۔

سلطان فضیل بن سلیمان کا دور حکومت

سنۃ الجمعہ (سنہ ۹۰۱ھ) کے اوایل میں فضیل بن سلیمان سریر آرائے سلطنت ہوا۔ حسن معزول کو سلطان فضیل کی تخت نشینی کا حال معلوم ہوا تو اہل کلوہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کلیہ سے نکلا۔ اور جب سرزمین مغم توب میں پہنچا تو سلطان زنجبار نے اہل کلوہ کے یہاں قاصد بھیجا اور اس کے ذریعہ حسن کو حکومت پر بحال کرنے کے لیے سفارش کی۔ امیر محمدؒ کواب اور اہل کلوہ نے قاصد کو جواب دیا کہ اس وقت کلوہ کا سلطان سلاطین سابق کی اولاد سے ہے۔ اُس کو معزول کر کے حسن کو جو وزیر زادہ ہے تخت نشین کرنا انصاف کے سراسر خلاف ہے۔ یہ جواب لے کر قاصد واپس ہوا۔ اور ابھی زنجبار تک نہیں پہنچا تھا کہ امیر محمد کواب کا انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ سنۃ سبت (سنہ ۹۰۲ھ) کا ہے۔

امیر محمدؐ کواب کے انتقال کر جانے سے سلطان فضیل کی حکومت کو استقلال حاصل ہوگیا۔ امیر حسن کی وجہ سے کلوہ میں چار دفعہ فتنے برپا ہوئے۔ پہلا فتنہ سلطان ابراہیم اور محمدؐ کواب کے زمانے میں دوسرا فتنہ سلطان فضیل کے ابتداء عہد میں محمدؐ کواب کی وزارت سے پہلے۔ تیسرا فتنہ سلطان فضیل کی سلطنت کے تیسرے سال۔ امیر ابراہیم بن سلیمان بن محمدؐ منظلوم کے زمانہ وزارت میں۔ اسی زمانہ میں پرتگیزوں کے فتنہ کی ابتدا ہوئی ہے۔

محمدؐ کواب نے پندرہ سال امارت کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابراہیم بن سلیمان بن محمدؐ منظلوم امیر مقرر ہوا۔ اس کے زمانے میں حسن معزول نے مسلمانوں اور کافروں کا لشکر کثیر لے کر کلوہ پر حملہ کیا۔ طرفین میں کئی دن لڑائی جاری رہی۔ آخر کار حسن کا لشکر شکست پاکر میدان اور سمندر میں منتشر ہوگیا۔ امیر حسن کلوہ سے بھاگ کر منغم غوب کی سرزمین میں آیا۔ اور اس جگہ ایک شہر آباد کرکے اُس کا نام منغم کسب رکھا۔ وہاں اپنی حکومت قائم کی جو اُس کی اولاد میں مدت دراز تک باقی رہی۔

مشرقی افریقہ کے سواحل پر پرتگیزوں کی آمد و رفت۔

سلطان فضیل کے عہد حکومت میں مسبیع سے خبر آئی کہ پرتگیز تین جہاز لے کر اپنے ملک سے نکلے ہیں۔ اِن کے ناخدا کا نام "المرتی"[1] ہے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ پرتگیزوں کے جہاز کلوہ سے گزر کر منفسہ کے طرف چلے گئے۔ وہاں کے باشندوں نے خیال کیا کہ پرتگیز نیک اور اچھے آدمی ہونگے۔ لیکن ایک شخص نے جو ان کی حقیقت سے خوف واقف تھا۔ اہل منفسہ کو

---

[1] المرتی۔ واسکو دی گاما کا لقب ہے۔ دی باروس جس وقت اس کا ذکر کرتا ہے تو اس کے نام کے ساتھ المیرانتی ضرور لکھتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ ص۶۵ پر ملاحظہ ہو

بتادیا کہ یہ سب مفسد اور ملک کی جاسوسی کے لیے نکلے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کو ویران اور برباد کریں۔ یہ سن کر منفسہ والوں نے ارادہ کیا کہ ان کے جہازوں کو لنگر کاٹ کر خشکی میں لائیں، مال و اسباب لوٹ لیں، آدمیوں کو ہلاک کردیں۔ پرتگیزوں کو اطلاع تو منفسہ سے فوراً بھاگ نکلے اور ملند کی جانب یہاں سے روانہ ہوئے۔

ملند کے باشندے پرتگیزوں کی آمد سے خوف زدہ ہوئے۔ اور اسی حالت میں اپنے یہاں سے پانی لکڑی اور خور و نوش کا سامان مہیا کردیا۔ پرتگیزوں نے یہاں سے دو راہبر اپنے ساتھ لیے۔ ایک ہندوستان کے سواحل تک راستہ بتلانے کے لیے اور دوسرا ہندوستان سے ان کے وطن کو پہنچانے کے لیے۔ یہ واقعہ سنۃ الثلاث (۹۰۳ھ) کا ہے۔ بعضوں نے سنۃ الاثنین کا بیان کیا ہے۔ اسی سال دوشنبہ ۱۴ شوال ۹۰۳ھ کو اس کتاب کا مؤلف پیدا ہوا ہے۔

سنۃ الاربعا (۹۰۶ھ) میں بہت سے جہاز لیکر قبیطان بیذرارس[1] کلوہ میں آیا۔ یہاں کے باشندوں سے پانی لکڑی اور خور و نوش کا سامان مانگا۔ سلطان سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) واسکودی گاما ۱۴۹۷ء اور ۱۴۹۹ء کے مابین کلوہ کے قریب سے اسی طرح گزرا تھا جیسا کہ مصنف نے بیان کیا ہے۔ پرتگیزی مورخ کاریا کا بیان ہے کہ پرتگیز کلوہ کے قریب پہنچے مگر باد مخالف کے باعث ساحل پر نہیں اتر سکے۔ راہ نما نے جو مسلمان تھا۔ اس جگہ جہازوں کو تباہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ لیکن عجیب اتفاق کہ اس کا اسی جگہ انتقال ہوگیا الغرض واسکودی گاما اور اس کے ہمراہی کلوہ کے قریب سے گزر کر ممبازہ میں پہنچے جو بڑا شہر ہے اور اس جگہ بہت سے جہاز لنگر انداز ہیں۔

برٹن کا بیان ہے کہ جس شخص نے منفسہ والوں کو پرتگیزوں کے خطرہ سے آگاہ کیا وہ موزنبیق کا باشندہ تھا۔ لنگر کاٹنے کی حکایت پرتگیزی مورخوں نے بھی بیان کی ہے۔

[1] ۔ بیذرارس سے مراد پیڈرال وارس کابریل ہے جو ۹ مارچ ۱۵۰۰ء کو تیرہ جہاز لے کر لزبن سے نکلا اور ملند سے امریکہ کی جانب روانہ ہوکر برازیل کو دریافت کیا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶ پر)

ملاقات کرنے کی خواہش بھی کی۔ اہل شہر نے سید نعمان بن الملک العادل کو شاہی لباس پہنا کر قبیطان کے یہاں روانہ کیا۔ اہل شہر مشکوں میں پانی لیکر اُس کے ساتھ ہو گئے۔ قریب جاکر آواز دی۔ پرتگیز جہازوں سے اُترے اور مقام سیف تک چلے آئے۔ لیکن پانی والے دفعتاً فرار ہو گئے۔ پرتگیزوں کو اس جگہ کوئی چیز بھی میسّر نہیں آئی۔ قبیطان کلوہ سے نکل کر ملند پہنچا۔ یہاں کے باشندوں نے نہایت تپاک سے استقبال کیا۔ لکڑی پانی خورونوش کا سامان تمام چیزیں مہیا کر دیں۔ ملند میں قبیطان نے سات آدمی چھوڑے جو مذہب کے نصرانی تھے۔ ان کے بارے میں ملند والوں کو ہدایت کی کہ دو آدمی ملند میں رکھے جائیں۔ چار کو گجرات میں سلطان محمود کے یہاں اور ایک کلوہ میں بھیج دیا جائے۔ ان میں سے چار نے ہندوستان پہنچنے کے بعد اسلام قبول کر لیا اور سلطان[1] محمود نے اُن کا ختنہ بھی کرا دیا۔ ساتواں آدمی کلوہ میں آیا تو اہل شہر نے گفت وشنید کے بعد اُس کو پرتگیزوں کی امانت قرار دیا۔ اور حاجی محمدؐ بن رکن الدین الدابولی[2] کے یہاں اُس کی رہائش تجویز ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ ص۶۵) جاسوسوں کی حکایت کو دی باردس نے بھی بیان کیا ہے۔ کابرال نے جس وقت الملند سے ہندوستان کی جانب روانہ ہونے کا قصد کیا تو اپنے دو ایجنٹ ملند میں چھوڑے۔ جان میچاڈو اور لویزدی مویرا اور ان کو ہدایت کی کہ ایسی تدابیر دریافت کریں جن کی وجہ سے یہ جزیرہ پریسٹر جان کی حکومت میں شامل ہو جائے۔

[1] محمود شاہ۔ گجرات کا چھٹا سلطان۔ اس نے ۸۶۳ھ سے ۹۱۷ھ تک حکومت کی ہے۔ بیگڑہ اس کا لقب ہے۔

[2] محمدؐ بن رکن الدین کا نام پرتگالی مورخوں نے کئی طرح سے بیان کیا ہے۔ مثلاً محمدؐ انکونج، محمدؐ ارکون، محمدؐ انکونیم، وغیرہ۔

حاجی محمد اور اُس کا چھوٹا بھائی فقیہ ایوب امیر محمدؒ کواب کے زمانے میں سرکاری خزانچی تھے۔ ان کے یہاں دولت افراط سے تھی۔ اور ان کی تجارت کے کاروبار اطراف عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔

نصرانی جاسوس کلوہ میں جاسوسی کرنے لگا۔ حاجی محمدؒ نے بھی اس کو چھوٹی بڑی باتیں بتانا شروع کیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس نے شہر اور باشندگان شہر کی نسبت ہر قسم کے حالات سے واقفیت پیدا کر لی۔

سنۃ الخمیس (۹۰۷ھ) میں ناخدا کندنوف[۱] ایک جہاز لے کر کلوہ میں آیا۔ اور اپنے آپ کو تاجر ظاہر کیا۔ لیکن حقیقت میں وہ جاسوس تھا۔ اس نے اور حاجی محمد دونوں نے متفق ہو کر کلوہ کو تباہ کرنے کے لیے تدابیر سوچے۔ اس کے بعد ناخدا واپس چلا گیا۔

سنۃ الجمعہ (۹۰۸ھ) میں ناخدا المرتی چند جہاز لے کر کلوہ میں آیا[۲]۔ نصرانی جاسوس نے اس سے ملاقات کی۔ اور بیان کیا کہ حاجی محمد بن رکن الدین بڑی مروت کا آدمی ہے۔ اس میں حکومت کرنے کا حوصلہ بھی موجود ہے۔ برخلاف اس کے کلوہ کا موجودہ سلطان بہت بڑا دولت مند ہے۔ لیکن اس میں نہ تو مروت ہے اور نہ حکمرانی کی صلاحیت، اس کے بعد جاسوس کے مشورہ سے المرتی سے ملنے کے لیے سلطان جہاز پر آیا۔ اس کے ہمراہ فقیہ ایوب اور فقیہ عمر تھے۔ یہ دونوں فقیہ مفلح الملندی کے فرزند اور مؤلف کتاب کے ماموں تھے۔

—(۲)—

[۱] ۔ کندنوف ۔ اس سے مراد، جاوو دانوا ہے، جو ۱۵ مارچ ۱۵۰۱ء کو لزبن سے روانہ ہوا تھا۔

[۲] ۔ واسکوڈی گاما نے دوسرا سفر ۱۵۰۲ء میں اختیار کیا۔

سلطان کلوہ ابراہیم بن سلیمان نے ۱۵۰۹ء میں بادشاہ پرتگال ڈوم ایمانوئیل کی اطاعت قبول کرلی۔ ۱۵۱۱ء میں گوا کا وایسرائے فرانسسکو المیڈا پانچ سو سپاہی ساتھ لے کر کلوہ کے ساحل پر نمودار ہوا۔ شہر پر گولہ باری کی۔ اس ہنگامہ سے پریشان ہوکر سلطان ابراہیم فرار ہوگیا۔ سلطنت کے کاروبار حاجی محمدؐ بن رکن الدین کے حوالے کیے۔ لیکن حاجی محمدؐ نے مہام سلطنت کو سنبھالنا دشوار خیال کیا۔ اس لیے امیر محمدؐ مکات کو جو امیر محمدؐ کو اب کا اکلوتا فرزند تھا اُمور حکمرانی کا مختارِ کل بنادیا۔ محمدؐ مکات کے زمانے میں سلطان ابراہیم نے کلوہ میں واپس آنے کے بعد دوسری مرتبہ امورِ جہانداری پھر اپنے ہاتھ میں لیے۔ اس کے بعد اس کا بھائی امیر سعید بن سلیمان والیٔ کلوہ قرار پایا۔ سلطان سعید کے بعد ملک العادل محمدؐ بن حسین بن سلیمان بن محمدؐ المعروف بالمطر الجدید نے سریر سلطنت کو زینت بخشا۔ اسی سلطان کی فرمایش سے کتاب السلوہ تصنیف ہوئی ہے۔

Almerante المرانتی

Bombaza بمبازہ

Brawa براوہ

Burton برٹن

Coria کاریا

De Barros دی باروس

Hamilton ہملٹن

Joao da Machado جاؤ دی مچارو

Joao da Nova جاؤ دی نووا

Kilwa کلوہ

Luiz Moiura لوئیز موئیرا

Magddosha مگدوشہ

Melinde ملند

Mombasa ممباسہ

Pedral vares Cabral پیدرال وارسس کابرال

Pemba پمبا ـ الخضرا

Periplus پیری پلس

Prester John پریسٹر جان

Quoloa قلوہ

Rigby رگبی

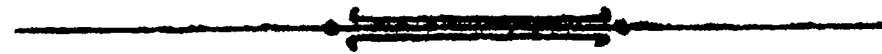
Sedeillot سیدیلو

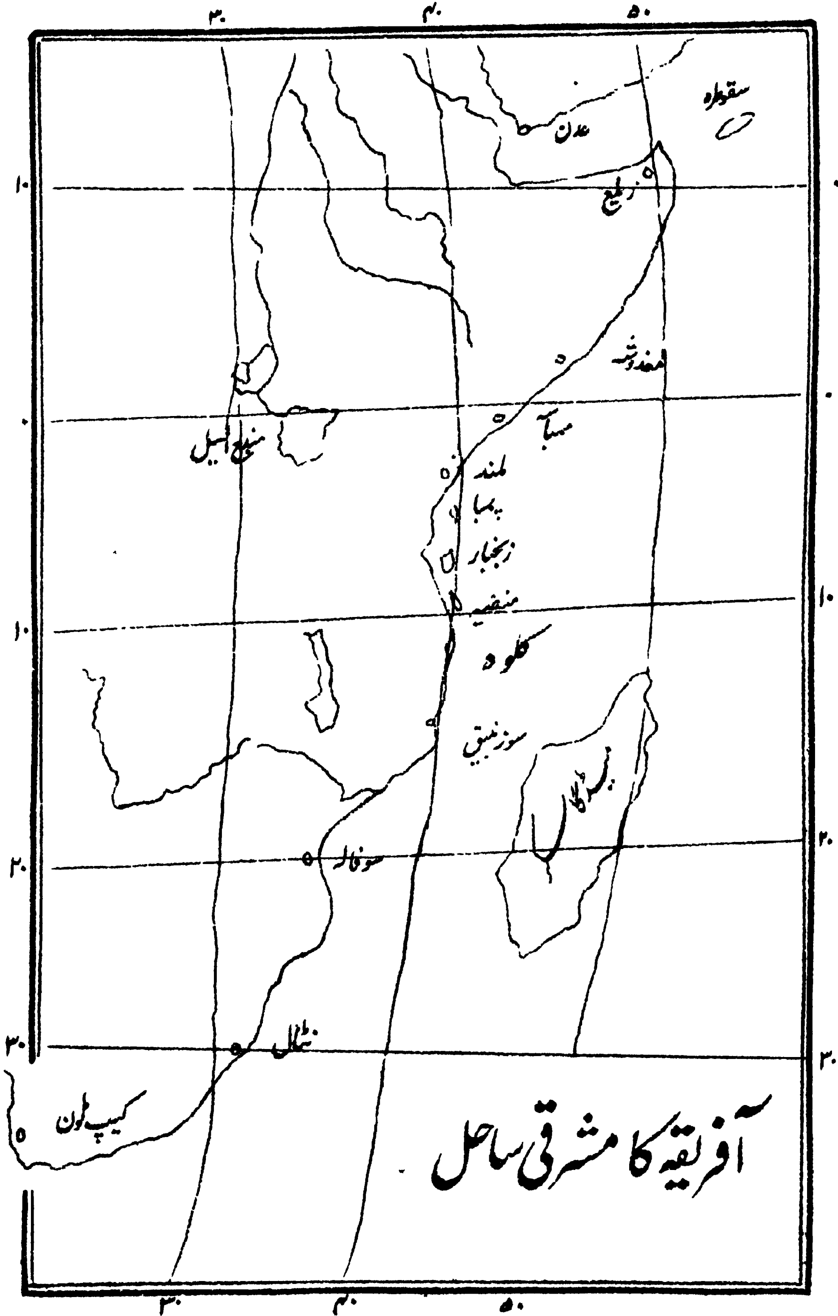
Sofala سوفالہ ـ سفالہ

Vasco da Gama واسکوڈی گاما

Xanga ژانگا ـ سلاغ

Yambe یامبے ـ ینبع





آفریقہ کا مشرقی ساحل

سوانحات نواب ناصر جنگ شہید

(متعلق بہ)

مہم ارکاٹ

منقول از

تاریخ راحت افزا تصنیف محمد علی الحسینی

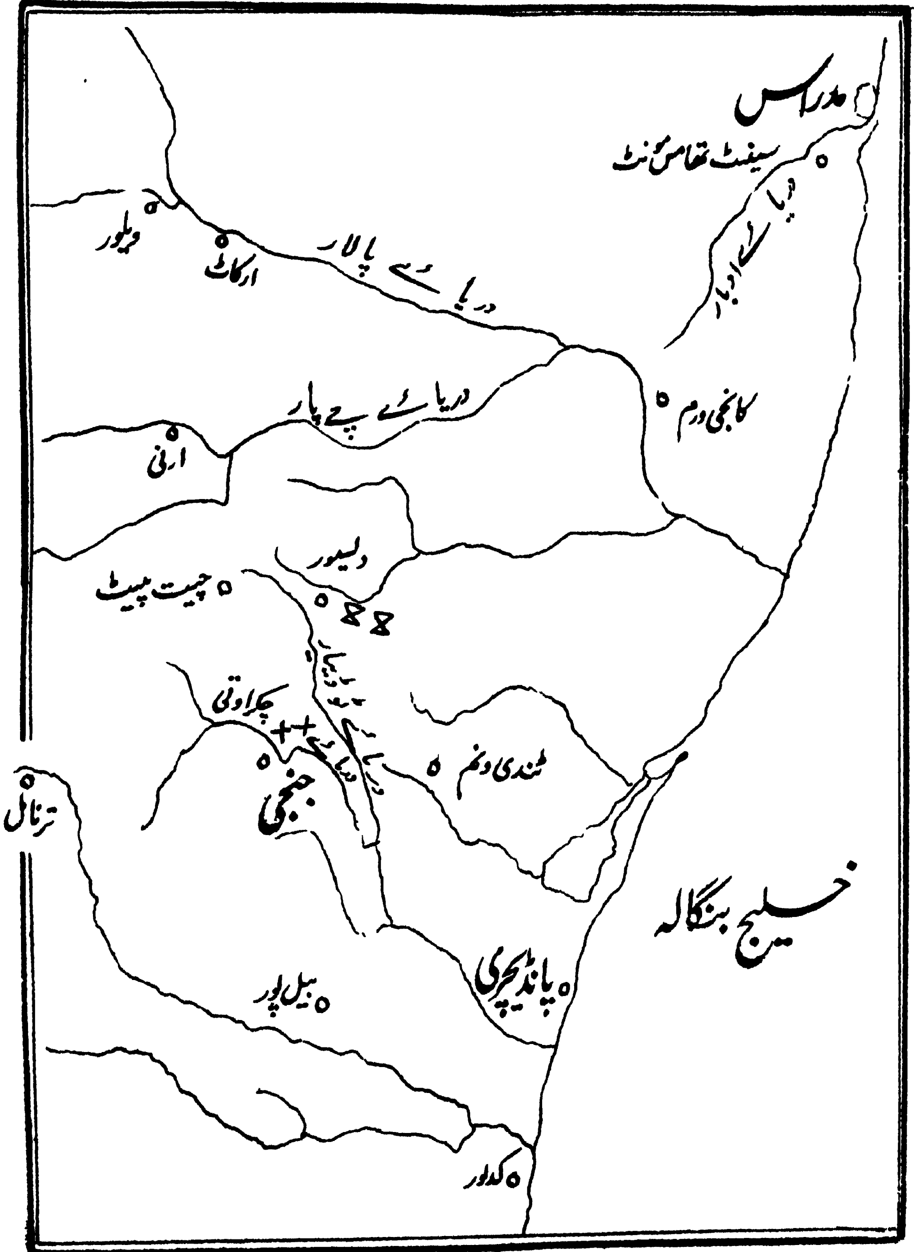
باہتمام

حکیم سید شمس اللہ قادری ماہر آثار قدیمہ

ملکِ ارکاٹ

✕✕ نواب ناصر جنگ کا کیمپ جیسا کہ یورپین مورخوں نے بیان کیا ہے

++ نواب ناصر جنگ کا کیمپ جیسا کہ درباری مورخوں نے بیان کیا ہے



(۱)

اس امر کا دریافت کرنا کہ جنجی کے پاس نواب ناصر جنگ بہادر نے کس محل وموقع پر شہادت پائی" دشوار نہیں ہے۔ اس بارے میں اپنا نظریہ بیان کرنے سے پہلے اس واقعہ کے اسناد اور ہم عصر تاریخوں کی نسبت بعض ضروری امور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آئندہ مباحث میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

نواب ناصر جنگ کی ہم عصر تاریخوں میں سب سے پہلے تاریخ فتحیہ پر نظر پڑتی ہے جو نواب ناصر جنگ کی شہادت کے ایکسال بعد ۱۱۶۵ھ میں مکمل ہوئی ہے۔ اس کا مصنف یوسف محمد خاں تاشکندی، نواب نظام الملک آصفجاہ اور ان کے جانشین نواب ناصر جنگ کے اہل دربار سے ہے۔ اس نے مہم ارکاٹ کے وہ واقعات قلم بند کئے ہیں جو بچشم خود مشاہدہ کئے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ شہادت کے محل وموقع کا تعین کرنے میں اس کے بیان سے کوئی مدد نہیں ملتی تاہم۔ ایک مقام پر صرف اس قدر بیان کیا ہے کہ ناصر جنگ کا لشکر جنجی کے قریب دو دریاؤں کے بیچ میں گھرا ہوا تھا۔

دوسری کتاب سرو آزاد ہے۔ اس کے مصنف میر غلام علی آزاد بلگرامی نواب ناصر جنگ کے استاد تھے اور ہمیشہ سفر وحضر میں نواب صاحب کیساتھ رہا کرتے تھے۔ شہادت پانے سے دو ساعت پہلے جبکہ ناصر جنگ اپنے خیمہ سے نکلنے کی تیاری کر رہے تھے تو مولانا آزاد کو باریاب فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب سرو آزاد ۱۱۶۶ھ میں

تصنیف کی ہے۔ اور اوس میں لکھا ہے کہ جنجی کے قریب پھولچری (پانڈیچری) سے بیس کوس کے فاصلہ پر نواب نے شہادت پائی ہے۔

تیسری کتاب نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کی **ماثر الامراء** ہے۔ صمصام الدولہ نواب ناصر جنگ کے درباری امیر اور مہم ارکاٹ میں نواب کے ہمراہِ رکاب تھے۔ ان کے فرزند میر عبد الحی خاں صمصام الملک نے ماثر الامرا ۱۱۹۱ھ میں مکمل کی ہے۔ اس میں نواب ناصر جنگ اور ان کی شہادت کے حالات دو جگہ مرقوم ہیں جن کو مولانا آزاد کی سروِ آزاد اور خزانۂ عامرہ سے حرف بحرف نقل کیا گیا ہے[1]۔

چوتھی کتاب **راحت افزا** ہے جو میر نجف علی خاں[2] کے ایما سے ۱۱۷۳ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ میر نجف علی خاں نواب ناصر جنگ کے خیر خواہ امیر تھے مہم ارکاٹ اور جنجی کے معرکہ میں خدمات شایستہ انجام دیے تھے۔ اس کتاب میں جنجی کی لڑائی اور ناصر جنگ کی شہادت کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے حرف بحرف وہی ہے جس کو میر نجف علی خاں عینی مشاہدات اور ثقہ مسموعات کی بنا پر بیان کیا کرتے تھے۔ اس کتاب میں مہم ارکاٹ اور جنجی کی لڑائی کے واقعات ایسی تفصیل سے مرقوم ہیں کہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔ واقعہ شہادت اور اس کے محل و موقع کی نسبت ہمارا نظریہ اسی کتاب کے قابل وثوق تحریرات پر مبنی ہے۔

---

[1] مقابلہ کرو۔ ماثر الامرا جلد سوم ص ۸۴۸ تا ص ۸۵۷ کا سروِ آزاد ص ۱۸۴ تا ص ۱۷۹ سے۔ اور ماثر الامرا جلد سوم ص ۸۹۴ سطر ۱۲ تا ص ۸۹۶ سطر ۱۳ کا خزانہ عامرہ ص ۵۴ سطر ۱۷ تا ص ۵۵ سطر ۱۸ سے۔

[2] میر نجف علی خاں کی اولاد سے اس وقت میر عالم علی خاں جج ہائی کورٹ اور میر طالب علی خاں صدر محاسب موجود ہیں۔

(۲)

اب ہیں درباری مورخوں کے تذکرے کو ختم کرکے اصل مطلب کی طرف آپکی توجہ مبذول کراتا ہوں اور سب سے پہلے اس واقعہ کی نسبت اس بیان کا حاصل مطلب پیش کرتا ہوں جس کو یوربین مورخ بالاتفاق بیان کرتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے۔

فرانسیسیوں نے جب قلعہ جنجی پر قبضہ کرلیا تو ان کی مدافعت کے لئے نواب ناصر جنگ ارکاٹ سے جنجی کی جانب روانہ ہوئے تیس دن سفر کرنے کے بعد ایسے مقام پر پہونچے جو قلعہ جنجی سے سولہ میل کی مسافت پر واقع تھا[1]۔ نواب ناصر جنگ کی شہادت کے ہنگامہ میں فرنچ سردار دی لاتوچ نے نواب کے لشکر پر شب خون مارا تو اس نے جنجی سے لشکر تک سولہ میل کا راستہ طے کیا تھا[2]۔

میکالے کا بیان ہے کہ نواب ناصر جنگ کی تباہی اور فرانسیسیوں کی کامیابی کی مسرت میں ڈوپلے نے اس مقام پر ایک شہر فتح آباد دوپلے کے نام سے آباد کیا اور اس میں بطور یادگار ایک مینار تعمیر کرایا۔ لیکن کلایو نے جب جنجی اور ارکاٹ پر قبضہ کیا تو اس شہر اور مینار دونوں کو اس طرح مسمار کردیا کہ اون کا نشان تک باقی نہیں رہا۔

اس بیان کی رو سے نواب ناصر جنگ نے ایسے مقام پر شہادت پائی ہے جو قلعہ جنجی سے جانب ارکاٹ سولہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اور اسی جگہ ڈوپلے نے فتح آباد بسایا اور یادگاری مینار تعمیر کرایا تھا۔

---

[1] گزیٹیر آف سدرن انڈیا صفحہ ۳۰۰

[2] کرنل مالیسن۔ ہسٹری آف دی فرنچ ان انڈیا صفحہ ۲۶۸۔

جنوبی ہند کے بعض محقق جن کو یورپین مصادر پر کامل اعتماد ہے بیان کرتے ہیں کہ نواب ناصر جنگ کا لشکر ارکاٹ سے نکل کر روزانہ چار میل کی مسافت طے کرتا ہوا اکتوبر کے اوایل میں دریائے چییار کے شمالی کنارے پہونچا۔ یہاں سے جنجی کی جانب بڑھتا ہوا ریسور میں آکر اپنا کیمپ قایم کیا۔ برسات کی کثرت دریاؤں کی طغیانی اور رسد کی قلت کے باعث بغیر کسی نقل و حرکت کے دو مہینہ تک لشکر اسی جگہ مقیم رہا۔ اور اسی جگہ نواب کو اون کے غدار سرداروں نے مار ڈالا۔

دِلیسور ارکاٹ سے جانب جنوب ۲۰ میل چیت پیٹ سے جانب مشرق ۱۱ میل۔ وِنڈیواش سے جانب مغرب ۱۰ میل اور جنجی سے جانب شمال ۱۶ ½ میل ہے۔

میری رائے میں یورپین مورخوں کا بیان مشتبہ ہے ناصر جنگ کے کیمپ کا مقام۔ شہادت کی جائے وقوع اور جنجی سے ان کی مسافت کے معین کرنے میں ان سے ایسی ہی غلطی ہوئی ہے جیسی کہ اس واقعہ کی تاریخ اور قاتل کا نام مشخص کرنے میں انہوں نے غلطی کی ہے۔

(۱) یورپین مورخ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ۔ دی لاٹوچ کا حملہ اور نواب ناصر جنگ کی شہادت ۵ ار دسمبر ۱۷۵۰ء کو واقع ہوئی ہے۔ جو ۲۷ محرم ۱۱۶۴ھ کے مساوی ہے۔ لیکن صحیح تاریخ اس واقعہ کی از روئے تنجیم ۱۶ ار اور از روئے رویت ۱۷ ار محرم ۱۱۶۴ھ ہے جو ۴ ار اور ۵ ار دسمبر ۱۷۵۰ء کے مساوی ہے۔

(۲) تمام یورپین مورخ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ نواب کڑپہ نے جس کا نام عبدالنبی خاں ہے نواب ناصر جنگ کو بندوق کے نشانہ سے ہلاک کیا۔ لیکن یہ بیان خلاف واقعہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ نواب ناصر جنگ کرنول کے

نواب ہمت بہادر خاں کے ضرب بندوق سے شہید ہوئے ہیں۔

(۳) ناصر جنگ کے کیمپ اور شہادت کا مقام معین کرنے میں بھی یوریین مورخوں سے صریحی غلطی ہوگئی ہے۔ اس مقام کو جنجی سے سولہ میل کے فاصلہ پر ارکاٹ کی جانب بیان کرنا۔ درباری مورخین کی تصریحات کے بالکل منافی ہے۔

(۳)

راحت افزا کے مصنف کا بیان ہے کہ نواب ناصر جنگ ۴ شوال ۱۱۶۳ھ (۲۶ اگست ۱۷۵۰ء) کو تسخیر جنجی کے لئے ارکاٹ سے نکلے۔ فرانسیسی فوج اس وقت قلعہ جیت پیٹ میں مقیم تھی۔ جو قلعہ ارکاٹ سے چودہ کوس پر واقع ہے۔ اس کو ناصر جنگ کے کوچ کا حال معلوم ہوا تو جیت پیٹ خالی کر کے جنجی آگئی۔ اور یہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک گروہ جنجی میں رہ گیا اور اور دوسرا گروہ سلٹ گڑھ میں پہونچا۔ منشا اس سے یہ تھا کہ نواب ناصر جنگ جنجی کا محاصرہ کریں گے تو ایک گروہ جنجی سے نکلے گا۔ دوسرا سلٹ گڑھ سے آئے گا۔ دونوں نواب کے لشکر کو گھیر لیں گے۔ فرانسیسوں کے اس ارادے کی نواب کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے میر نجف علی خاں کو سلٹ گڑھ کی جانب روانہ کیا۔ اور خود جنجی کی طرف متوجہ ہوئے۔

میر نجف علی خاں نے نواب کے لشکر سے جدا ہوکر پہلے قلعہ ارنی پر قبضہ کیا۔ یہاں سے روانہ ہوکر ۱۴ شوال ۱۱۶۳ھ (۵ ستمبر ۱۷۵۰ء) کو فرانسیسوں سے کلپاک (۹) لے لیا۔ دو روز کے بعد ۱۶ شوال کو ترنامل پہونچا اور اس جگہ قیام کرکے سلٹ گڑھ (۹) کی فتح کے انتظام میں مصروف ہوا۔ سلٹ گڑھ (۹) ترنامل سے چھ کوس تھا۔ اور اس کی حفاظت کے لئے فرانسیسوں کے ہزار پیدل اور گارڈی متعین تھے۔ میر نجف علی خاں نے بڑی جد وجہد کے بعد ۴ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ

(۲۴ر اکتوبر ۱۷۵۰ء) کو یہہ قلعہ فتح کیا۔ اور اسکی اطلاع جب نواب کو ہوئی تو انہوں نے اس کا نام نجف گڈھ رکھا۔

اس اثنا میں نواب ناصر جنگ اپنے لشکر کیساتھ قلعہ جنجی کے قریب پہونچ گئے۔ اور قلعہ کی شمالی جانب دریائے چکراوتی کے کنارے اپنے لشکر کا فرودگاہ قایم کیا۔ محمد سعید رسالہ دار اور دیگر امرا نے دس ہزار سوار کی صفیں باندھ کر قلعہ جنجی پر توپ اندازی شروع کی۔ اس کے جواب میں فرانسیسی قلعہ سے گولے برسانے لگے۔ اسی طرح دس روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ بارش کی کثرت اور رسد کی قلت کے باعث نواب کے لشکر میں پریشانی پھیل گئی۔ نوبت یہاں تک پہونچی کہ خورونوش کے لئے فی کس ایک روپیہ بھی ناکافی ہونے لگا۔

قلعہ جنجی کے بازو اور ناصر جنگ کے لشکر کے سامنے دریائے چکراوتی بہتا تھا۔ طغیانی کے باعث اس کو عبور کرنا دشوار تھا۔ دریا کے اس طرف جنجی سے بیل پور (ویلپورم) تک میدان خالی تھا۔ جنجی سے بیلپور نو کوس تھا۔ بیلپور سے پہولچری کی مسافت بارہ کوس تھی۔ فرانسیس کے گارڈیوں کا سرکردہ مظفر خاں گارڈی روزانہ کمک اور رسد لیکر راتوں رات پہولچری سے جنجی میں آتا۔ اور سارا دن جنجی میں گزار کر رات کو پھولچری واپس چلا جاتا تھا۔

جنجی کے عقب میں پالہ و لٹوانم کے پالگیر کا علاقہ تھا۔ اس کے یہاں پانچ ہزار پیدل اور دو ہزار سوار تھے۔ اس کا قلعہ کلول گڑھ (۹) نہایت مستحکم تھا۔ اس نے فرانسیسیوں کیساتھ اتحاد کر رکھا تھا۔

کلول گڑھ (۹) کے متصل میدان میں پانچ کوس کے فاصلہ پر ورداور کا قلعہ تھا۔ ترچناپلی کا راستہ اس کے قریب سے گزرتا تھا۔ نواب کی رسد روکنے

کے لئے فرانسیسیوں نے اس جگہ تھانہ بٹھایا تھا۔ اس کے سیدھے جانب چار کوس کے فاصلہ پر تلکنور (۹) اور اس کے بائیں جانب پانچ کوس پر راوت نلور (۹) کے قلعے تھے۔ ان دونوں پر فرانسیس قابض تھے۔

نواب ناصر جنگ نے میر نجف علی خاں کو ان قلعوں کے فتح کرنے کا حکم دیا اس نے سلٹ گڑھ (۹) سے نکل کر پہلے نروارنگم (۹) پر قبضہ کیا اور یہاں اپنا ٹھانہ بٹھایا۔ اسکی وجہ سے رسد کا راستہ کھل گیا۔ دو روز کے بعد راوت نلور (۹) پر قابض ہوا۔ یہ مقام نروارنگم (۹) سے پانچ کوس تھا۔ اس مقام کے فتح ہونے سے نواب کے لشکر میں رسد کی افراط ہوگئی۔ گائے اور بکرے چار چار آنے میں بکنے لگے۔ اس کے بعد نجف علی خاں پالہ وٹوانم اور کلول گڑھ (۹) کی جانب متوجہ ہوا۔ یہاں کے پالہ گیر نے اطاعت قبول کر لی تو تلکنور (۹) کی جانب توجہ کی۔ یہاں کے فرانسیس بغیر لڑائی کے فرار ہوگئے۔

نواب ناصر جنگ کے لشکر اور بیل پور کے درمیان دریائے چکراوتی حائل تھا۔ اور طغیانی کے باعث اس کا عبور کرنا مشکل تھا۔ اسلئے مظفر خاں گارڈی کی رسد رسانی میں نواب کا لشکر مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ نواب کے لشکر سے بیل پور نو کوس تھا۔ نجف علی خاں کی فوج سے بھی بیل پور کی مسافت نو کوس تھی۔ مظفر خاں گارڈی رسد لیکر پانڈیچری سے آرہا تھا۔ بیلپور کے قریب نجف علی خاں نے مزاحمت کی۔ مظفر خاں شکست کھا کر بھاگا۔ اور دریائے چکراوتی کو عبور کر کے دوسرے کنارے آیا۔ جانوجی کی فوج نے جو دریا کے کنارے گشت لگا رہی تھی اس کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ (۱۱۔ نومبر ۱۷۵۰ء) کا ہے۔

اس کے بعد نجف علی خاں پالہ وٹوانم میں آیا۔ اور محرم کی عزاداری کے دس دن اس جگہ بسر کئے۔ جنجی کا قلعہ پالہ وٹوانم کی طرف سے بہت چھوٹا تھا۔

اس کی بلندی تک پہونچنے کے لئے سیڑھی کافی تھی ۔ نجف علی خاں نے قلعہ جنجی پر چڑھنے کے لئے ساڑھے تین سو سیڑھیاں تیار کرائیں ۔ عشرہ محرم ختم کرکے نواب ناصر جنگ کو لکھا کہ آپ فوج کو تیار کرکے قلعہ جنجی کے مقابل کھڑے ہو جائیں ۔ فرانسس مقابلہ کے لئے آپ کی طرف متوجہ ہوں گے ۔ میں سیڑھیوں کے ذریعہ جنجی کے حصار پر چڑھ کر قلعہ پر قبضہ کرلوں گا ۔ ۱۶ / محرم کو چار گھڑی گزرنے کے بعد توپوں کی آواز آئی ۔ نجف علی خاں نے خیال کہ نواب نے جنجی پر حملہ کر دیا ہے اور خود بھی اپنی سپاہ کو تیار کرکے جنجی کے حصار پر چڑھنے کا ارادہ کیا ۔ اسی دوران میں اس کے شتر سواروں نے آکر کہا کہ فرانسیس نے نواب کا لشکر تاراج کر دیا ہے ۔ اس خبر کے سننے سے نجف علیخاں کو سخت ملال ہوا ۔

نواب مظفر جنگ کی گرفتاری کے بعد ڈوپلے نے نواب ناصر جنگ کے سرداران لشکر سے سازش شروع کی ۔ کرنول کڑپا اور ساونور کے حکام ۔ جانوجی نبالکر ۔ رام داس پنڈت محمد سعید رسالہ دار وغیرہ دوپلے کے لالچ دلانے سے نواب کے مخالف اور اُن کو قتل کرنے کے درپے ہوگئے ۔ اور فرانسیسی سردار (دی لانوچ) کو جو قلعہ جنجی میں مقیم تھا ۔ ان غداروں نے نواب کے لشکر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی ۔ ۱۳ / محرم ۱۱۶۴ھ (یکم دسمبر ۱۷۵۰ء) کی رات کو نواب کے لشکر میں فرانسیسیوں کے حملہ کی خبر مشہور ہوئی ۔ نواب کا لشکر بھی مدافعت کے لئے تیار ہو گیا ۔ لیکن حملہ نہیں ہوا ۔ اسی طرح تین رات گزرے ۔ چوتھی رات پھر دشمن کی آمد آمد کا شور مچا لیکن اہل لشکر یہ خبر سنکر استہزا کرنے لگے اور سب آرام سے سوگئے ۔ پانچ گھڑی رات باقی تھی ۔ نواب نماز تہجد کی تیاری کر رہے تھے ۔ جانوجی اور افغان حکام کے طرف سے توپوں کی آواز آئی ۔ لشکر میں ہنگامہ

برپا ہوگیا۔ فرانسیسی فوج نے ہراول سے گزر کر قلب لشکر پر حملہ کیا۔ نواب کے توپچی نے خود نواب کے خیمے پر گولے مارنے شروع کئے۔ اس طوفان بے تمیزی میں نواب نے ہاتھی منگایا۔ سوار ہوکر تین ہزار سواروں کے ساتھ اپنے قیام گاہ سے نکلے۔ فرانسیسیوں کو مارتے اور اون کے بیچ سے گزرتے ہوئے افغانوں کے لشکر میں پہونچے۔ جو ہراول کے جانب چپ واقع تھا۔ ہمت بہادر خاں حاکم کرنول۔ عبدالنبی خاں حاکم کڑپہ۔ عبدالحکیم خاں حاکم ساونور ہاتھیوں پر سوار اپنے اپنے سپاہ کیساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ نواب کا ہاتھی جب ہمت بہادر خاں کے ہاتھی کے قریب پہونچا تو نواب نے سلام کرنے میں تقدیم کی اور بلوائیوں کو مار کر نکالنے اور لڑائی کے لئے آگے بڑھنے کی ترغیب دی۔ لیکن ہمت بہادر خاں نے سلام کا جواب دینے اور گفت وشنید کئے بغیر شیر بچہ سے ناصر جنگ کے سینہ میں گولی ماردی جس کے ضرب سے نواب کا اسی وقت انتقال ہوگیا۔ یہ سانحہ محرم کی سولہویں تاریخ چہارشنبہ کے روز طلوع آفتاب سے پہلے صبح صادق کے وقت واقع ہوا ہے۔

(۴)

نواب ناصر جنگ کے فرودگاہ اور ان کی شہادت کے مقام وقوع کی نسبت جو نتائج راحت افزا کے مذکورۂ بالا اقتباس سے برآمد ہوتے ہیں ان کے استخراج کے لئے امور ذیل کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

(۱) قلعہ جنجی سے بیل پور ۹ کوس تھا۔ بیلپور سے پھولچری تک ۱۲ کوس کی مسافت تھی[۱]

---

[۱] واز قلعہ جنجی بیلپور نہ کروہ وازیں جا قلعہ پھولچری دوازدہ کروہ۔

(۲) نواب ناصر جنگ کے لشکر سے بھی بیل پور ۹ کوس اور قلعہ پھولچری ۱۲ کوس تھا[1]

(۳) نواب کے لشکر کے سامنے اور قلعہ جنجی کے بازو دریائے چکراوتی بہتا[2]

(۴) نواب کے لشکر کا ہراول دریائے چکراوتی کے کنارے لب آب مقیم تھا[3]

(۵) نواب کے لشکر نے قلعہ جنجی پر گولہ باری کی۔ فرانسیسی فوج نے قلعہ جنجی سے نواب کے لشکر پر گولے برسائے[4]

(۶) میر نجف علی خاں نے ترنامل کی طرف سے جنجی کے قریب آکر جانب جنوب حصار جنجی کے پائین میں پہونچ گیا تھا۔ مشرقی جانب چکراوتی سے بیل پور تک تمام میدان پر میر نجف علی خاں نے قبضہ کر لیا تھا۔

(۷) میر نجف علی خاں نے ۱۳ محرم کو نواب کے یہاں کہلایا تھا کہ میں سیڑھیوں کے ذریعہ حصار جنجی پر چڑھکر قلعہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جنگ کے لئے تیار ہو کر قلعہ جنجی کے مقابل کھڑے ہو جائیں۔ فرانسیس آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ مجھے بلا مزاحمت قلعہ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا[5]

---

[1] قلعہ جنجی بیل پور از لشکر فیروزی نہ کروہ فاصلہ دارد

[2] از بازوے قلعہ جنجی وپیش لشکر دریائے چکراوتی در طغیانی بود

[3] دریائے چکراوتی کہ ہراول لشکر نواب بر لب آں دریا بود

[4] شیخ محمد سعید رسالہ دار و دیگر امرایان وغیرہ صف ہا ترتیب دادہ با دہ ہزار سوار مستعد شدہ بر قلعہ جنجی توپ اندازی شروع شد۔ ازبسکہ باران گولہ ہا از قلعہ می بارید کسے جرأت بہ یورش نمی نمود۔ ایں قسم جنگ تا دہ روز درمیان بود

[5] دیوار قلعہ جنجی از طرف پالہ الوالم بسیار خورد است۔ نردبان بر فراز آں میرسد۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(۸) ۱۶ محرم کی رات کو شہادت کے ہنگامہ میں دی لاٹو چ نے نواب کے لشکر پر جو گولے مارے تھے اون کی آواز جنجی کے دوسری طرف نجف علی خاں کے لشکر تک پہونچ رہی تھی [۱]

فقرات بالا کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نواب کا لشکر دریائے چکراوتی کے کنارے قلعہ جنجی سے اس قدر قریب تھا کہ لشکر کے گولے جنجی تک اور جنجی کے گولے لشکر تک پہونچتے تھے ۔ گویا کہ جنجی اور لشکر نواب کے مابین ایک ضرب گولہ کا فاصلہ تھا۔ افغان سرداروں کی جمعیت ہراول کے بائیں جانب جنجی سے قدرے مائل بمشرق لب آب مقیم تھی ۔ اس جمعیت کے حدود میں نواب کی شہادت ہوئی تھی ۔ یہ مقام چکراوتی کے شمالی کنارے ۔ پھولچری سے جانب جنجی بیس کوس اور جنجی سے جانب سیلپور ایک کوس کی مسافت پر واقع ہے ۔

نواب لطف الدولہ اورنٹیل انسٹیٹیوٹ
۲۷ اپریل سنہ ۱۳۴۰ء

حکیم سید شمس اللہ قادری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خبر رسید کہ سہ صد و پنجاہ نردبان ها تیار شدہ اند بمجرد استماع ایں خبر مستعد شدہ بہ جناب نواب معروض داشت کہ حضرت با افواج سوار شدہ بظاہر بہ قلعہ جنجی استادہ شوند تا فرنگیاں بہ طرف حضرت مشغول باشند واز ایں طرف غافل شوند ۔ فدوی دریں فرصت بر فصیل جنجی برآمدہ ایں ہمہ ملاعین را قتل و اسیر می سازد

[۱] در خلال ایں احوال چہار گھڑی شب ماندہ آواز توپ ہا از لشکر نواب بگوش میر نجف علیخاں رسید معلوم نمودند کہ نواب بریں فریق بے توفیق یورش نمودہ باشند

قلعہ جنجی
اور
نواب ناصر جنگ کا کیمپ

نواب ناصر جنگ کا کیمپ

قلعہ جنجی

مدراس کا راستہ

ترنامل کا راستہ

نواب ناصر جنگ بہادر کا کیمپ

(۳) چپ	(۲) منقلا	(۱) راست
افواج ہمت بہادر خاں و عبد النبی خاں و عبد الحکیم خاں حاکمان کرنول و کرپا و سانور	راجہ رامچندر پانچ ہزار سوار و پانچ ہزار پیدل	جانوجی چار ہزار سوار و چار ہزار پیدل

(۴) چنداول

غلام مرتضیٰ قلعہ دار ویلور و دیگر قلعہ داران کرناٹک

(۷) چپ	(۶) ہراول قول	(۵) راست
لچھمن راؤ و مرار راؤ پانچ ہزار سوار و دس ہزار پیدل	شاہ نواز خاں پانچ ہزار سوار	ویرنایک و دیگر زمیندار پانچ ہزار سوار و پندرہ ہزار پیدل

(۱۰) چپ	(۹) قول	(۸) راست
رحم اللہ خاں و امان اللہ خاں و سردار سرینگ پٹن دس ہزار سوار و دس ہزار پیدل مع توپ جزائل و رہکلہ	نواب ناصر جنگ بہ ہمراہی محمد خاں بخشی و شاہ بیگ خاں خانساماں و محمد سعید رسالہ دار مع دس ہزار سوار	انور الدین خاں دس ہزار سوار و دس ہزار پیدل معہ توپ و جزائل و رہکلہ

(۱۱) سرانجام

خان عالم و قاضی دایم مع دو ہزار سوار و دو ہزار پیدل
صف شکن خاں و یعقوب خاں و مقتدی خاں مع پانچ ہزار سوار

راحت افزا کا مُصنّف

راحت افزا کا مصنف سید محمّد علی بن سید محمد صادق الحسینی آل کمون سے ہے۔ آل کمون عراق عرب کے سادات عالی درجات کا مشہور خاندان ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے علماء و فضلا پیدا ہوئے ہیں۔ بنی عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر عبداللہ المنصور (سنہ ۱۵۸ھ - ۱۶۹ھ) کے عہد خلافت سے عراق عرب کی نقابت و نیابت اس خاندان میں بطور میراث چلی آرہی ہے۔ متاخرین میں سید محمد کمون اس خانوادہ کا ایک نامور شخص گزرا ہے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی (سنہ ۹۰۷ھ - ۹۳۰ھ) نے سنہ ۹۱۳ھ میں بغداد فتح کیا تو سید محمّد کمون کو نجف اشرف کا متولی اور عراق عرب کے بعض شہروں کا حاکم بنا دیا تھا۔ راحت افزا کا مصنف اُسی سید محمد کمون کی اولاد سے ہے۔ محمد علی کے دادا نجف اشرف سے خراسان میں آئے نیشاپور میں توطن اختیار کیا۔ اسی شہر میں محمّد علی پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب میں ہندوستان آئے۔ اس زمانہ میں ان کے ہم وطن برہان الملک سعادت خاں میر محمّد امین نیشاپوری (سنہ ۱۱۳۰ھ - سنہ ۱۱۵۱ھ) اودھ کے صوبہ دار تھے۔ اس تقریب سے بجائے دار السلطنت کے اودہ میں پہونچے۔ قیام اودہ کے دوران میں دنیا کی عمومی تاریخ لکھی۔ سنہ ۱۱۴۸ھ میں اس کو تمام کیا اور اپنے مربی برہان الملک کے نام پر اس کا نام برہان الفتوح رکھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد محمّد علی نے اودہ کی رہایش چھوڑدی۔ وہاں سے دکن میں آکر برہان پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں برہان الفتوح پر نظر ثانی کی اور اس میں اس قدر ترمیم و ترقیم اور حک و اضافہ کیا کہ ایک جدید کتاب بن گئی۔ اور اُسے مراۃ الصفا کے نام سے موسوم کر کے سنہ ۱۱۵۳ھ میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر خلف دوم نواب نظام الملک آصفجاہ

کی خدمت میں پیش کیا لیکن اس کے صلہ میں کوئی انعام و اکرام نہیں ملا! اس کے بعد محمد علی نے صمصام الدولہ شاہنواز خاں صاحب ماثر الامرا کے نام پر اس کا دیباچہ لکھا اور اُن کے ایما سے اس میں دکن کے واقعات شامل کرنا شروع کئے۔ یہاں تک کہ ۱۱۷۱ھ میں موسی بوسی کے سپاہیوں نے صمصام الدولہ کو مار ڈالا لیکن محمد علی مراۃ الصفا کی اصلاح و اضافہ میں بدستور مصروف رہے اور ۱۱۷۹ھ کے اختتام تک اسمیں واقعات دکن الحاق کئے ہیں۔

تاریخ راحت افزا نواب میر بخت علی خاں بہادر کے ایماء سے برہان پور میں تالیف ہوئی ہے۔ اس کا اختتام شاہجہاں ثالث کے جلوس پر ہوا ہے جو ۲۰ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ یہ کتاب دو باب میں منقسم ہے۔

باب اول۔ در ذکر بادشاہان تیموریہ کہ در ایران و توران حکومت نمودند۔

باب دوم۔ در ذکر بادشاہان تیموریہ کہ در ہندوستان بادشاہی نمودند۔ از ابتدائے سلطنت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ تا جلوس شاہجہاں بادشاہ ثالث۔

مصنف نے اس کتاب میں محمد شاہ بادشاہ کے جلوس تک واقعات نہایت اختصار کیساتھ بیان کئے ہیں۔ اس کے بعد ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۷۳ھ تک قریباً بیالیس سال کے حالات خصوصاً دکن کے معاملات نواب نظام الملک آصفجاہ اور اُن کے تین جانشین نواب ناصر جنگ نواب مظفر جنگ اور نواب بسالت جنگ کے سوانحات اس تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ کتاب کا دو ثلث حصہ اُن سے مملو ہوگیا ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ تاریخ سلاطین تیموریہ کی بجائے نواب آصفجاہ اور اُن کی اولاد کے دور حکمرانی سے مخصوص ہوگئی ہے۔

کتب خانہ آصفیہ میں راحت افزا کے دو مخطوطے محفوظ ہیں۔ ان میں سے ایک مخطوطہ زمانۂ تالیف سے کم و بیش بارہ سال بعد ۱۲ شہر رمضان ۱۱۸۵ھ کو نواب موسیٰ رضا خاں صفوی کے ایما سے مکتوب ہوا ہے۔ اور اس کے کاتب کا نام میر مظفر حسین حیدرآبادی ہے۔

(اقتباس از کتاب مورخین ہند تالیف حکیم سید شمس اللہ قادری حصہ دوم)

اِشتباہ

راحت افزا کے مطبوعہ متن میں مقامات کے بعض نام مشکوک و مشتبہ ہیں
مثلاً تلنکور، تلکنور ــــ راوت نلور، ملور ــــ سلٹ گڑھ، تلت گڑھ،
تلپ گڑھ ــــ کلپاک، کلسواک ــــ کلول گڑھ، کلونگری ــــ نروارنگم
وغیرہ ۔ اِن ناموں کی تصحیح اور ان کے متعلق جغرافیائی تحقیقات آئندہ اشاعت
میں بضمن تعلیقات ملاحظہ فرمائیے ۔

در ذکرِ جلوس نواب نظام الدوله میر احمد خاں بہادر ناصر جنگ بر مسند ایالت و امارت دکن بحکم خداوند اسرار

۱۱۶۱ھ بتاریخ نہم جمادی الآخر دیوان جلوس نموده و نوبت نواخته از جائے که بودند کوچ فرمودند موہن ناله عبور کرده دائره نمودند۔ الحق که در جسارت و دلیری و تدابیرِ صائبه و حسنِ ظاہر و خوبیٔ باطن شریک و نظیر خود نداشت ۔ عازم خجسته بنیاد که دار الملک دکن بود، شدند ۔ افواجِ قدیم و اہلِ خدمات را بحال داشتند۔ جمله در رکابش حاضر بودند۔ بپاسِ خاطر میر عبدالرزاق خاں که در برار دیوان بود تمام و کمال دیوانیٔ سرکار فیض آثار خود را سپردند۔ علی التواتر شتر سواراں بطلبِ او رفتند۔ بنا بر آں از راهِ شکر کھیڑه عازم خجسته بنیاد شدند۔ و در وقت روانه شدن عوض خاں را از صوبه داری تغیر نموده۔ با حمد میر خاں دیوان مقرر ساختند ۔ و احمد میر خاں بموجبِ امر داخل شهر شد۔ و عوض خاں نیز بشهر آمده بعد از انفعال طلب سپاه که چهارم حصه بانها از نقد و جنس داده او نیز روانه چند گاه شد و چوں نواب ناصر جنگ، بشکر کھیڑه که مخاطب به فتح کھیڑه گشته بود رسیدند۔ میر عبدالرزاق خاں از بالاپور متعلقه صوبهٔ برار آمده بملازمت فائز گردید۔ بر جمیعِ امرایانِ حضور اختیار بهم رسانید۔ پورن چند که از وقتِ نواب آصفجاه دیوان بود خواستند که از تغیری او خلعت دیوانی بمیر عبدالرزاق خاں عطا سازند چوں

پورن چند درحقِ خانِ مذکور احسانے بجا آوردہ بود قبول نہ نمود۔ تا دہ روز دریں امر مجملہ بود آخر الامر بایں قسم عمل آمد کہ پورن چند را بعمل دیوانی حیدرآباد رخصت فرمودند۔ و میر عبدالرزاق بدیوانی سرکار عالی سرفراز شدند۔ و موروجی پنت بہ پیشکاریٔ دیوانی امتیاز یافت و قاضی دایم کہ سابق از رفقائے خواجم قلی خاں بود و از چندگاہ بصحبت نواب نظام الدولہ مستفیض گشتہ بمنصب ہزاری امتیاز دادہ صدرالصدور دکن گردانیدند۔ و عوض بیگ کہ خانساماں خود بود اُو را مخاطب بشاہ بیگ خاں گردانیدہ از تغیر ابوتراب خاں بن بہرام جنگ کہ خانساماں نواب غفران پناہ بود، خانساماں خود ساختند۔ و عبدالحسین خاں بن حکیم علی نقی خاں از تغیّرِ دل دلیر خاں میر آتش شد۔ و نواب نظام الدولہ با تمام لشکر و امرار داخل خجستہ بنیاد شدند۔ و چندے بہ ماتمِ پدر و علاج والدۂ خود کہ کسلمند بودہ پرداختند و علی التواتر عرایض بدار الخلافہ برائے حصول مسندِ موروثی با حمد شاہ بادشاہ فرستادند۔ چنانچہ در سالِ آئندہ خواہد نگاشت و مقدماتِ حضور ایں ست کہ چوں خبرِ واقعہ نواب آصف جاہ اول با بوالمنصور خاں رسید۔ و اُو بعرض پادشاہ رسانید و بعد ازاں خبر بعماد الملک غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ ظاہر شد از وصول خبر وحشت اثر واقعۂ پدر غمناک و زار و ملول گردید۔ پادشاہ خلعت ماتمی دادند۔ و صفدر جنگ و ذوالفقار جنگ و ہمہ اُمرایانِ عظام برائے ماتم پُرسی بخانۂ نواب فیروز جنگ رفتند۔ و بعد از اندک زمانہ در ماہِ رجب سید صلابت خاں را مخاطب با میر الامرا سید سادات خاں بہادر ذوالفقار جنگ نمودہ منصب ہشت ہزاری و ہشت ہزار سوار دادہ بخدمت میر بخشی سربلندی دادند۔ و بعد از چہار روز دیگر ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ را بخطاب برہان الملک، و بہ منصب نہ ہزاری و نہ ہزار سوار

بخدمت وزارت دیوان اعلیٰ سرافرازی بخشند ند ۔ وجاوید خاں خواجہ سرا را نواب بہادر خطاب دادہ داروغۂ دیوان خاص وعام وصاحب اختیار جمیع امور خود ممتاز گردانیدند ۔ وبرہان الملک بضبط واختیار تمام در کار وزارت پرداخت و بہ طمطراق درامور دیوانی خود را بلند آوازہ ساخت وضابطہ است مقررے کہ در باب اقبال وصاحبان جاہ وجلال کسے را دولتش از حد تجاوز نماید از راہ رشک وحسدے کہ در طبائع ایشاں مندرج است ۔ در فکر قتل واستیصال صفدر جنگ افتادند ۔ وروز عید الضحیٰ کہ بادشاہ با جمیع امرا بہ عیدگاہ رفتند ۔ واز نماز عید فراغ نمودہ برگشتند وصفدر جنگ از بادشاہ رخصت حاصل نمودہ بحویلی خود روانہ شدہ فی مابین راہ از بالاخانہ باہائے جانفرسا وگولہائے آدم شکار بر عزم قتل صفدر جنگ سر دادند ۔ وزیر خود را از اسپ بزیر افگند و پا پیادہ خود را بخانہ رسانید وتحقیق وتفتیش آں پرداخت و بعضے مردم را کہ بہ تقید نمودہ بود واز آنہا استفسار می نمودند ۔ بعضے از آنہا گفتند کہ باشارۂ بادشاہ بود وبعضے نام پسران اعتماد الدولہ گفتند وبعضے نام جاوید خاں قرار دادند ۔ وآخر ایں امر مبہم ماند ۔ وچند روز وزیر بہ مجرائی بادشاہ نرفت و درخواست داروغگی دیوان خاص می نمود تا آں کہ خود بادشاہ بخانۂ وزیر آمدہ تا سہ پہر دلاسا وتسلی نمودہ او را ہمراہ گرفتہ بقلعہ داخل شدند ۔ ودر سنہ ۱۱۶۲ھ نواب نظام الدولہ بہادر چوں جوالش از حضور بحسب دل خواہ نرسید بعزم شاہجہان آباد بافواج بے حد وبے حساب وتوپ خانۂ آتشبار از خجستہ بنیاد برآمدند ۔ ودر ہمیں آوان بتقاضی دایم از عزل ابوالخیر خاں فوجداری بگلانہ عطا فرمودند وخطاب ابوالخیر خاں را بحال داشتند ۔ وبر خطاب سید شریف خاں شجاعت جنگ زیادہ نمودند ۔ وخواجم قلی خاں را از پالکی جہالردار امتیاز دادند وسید لشکر خاں را خطاب نصیر جنگ عطا نمودہ

(سنہ ۱۱۶۲ھ)

بصوبہ داریٔ خجستہ بنیاد نائبِ خود مقرر ساختند و از خجستہ بنیاد کوچ فرمودہ از راہِ ظفرآباد کہ التمغائے داود خاں پنی و وابستگانِ او بود روانہ گشتند و درآں جا آصف شکن خاں کہ سید صالح نیکوکردار بود و از سبب گریختن کنیزے از افاغنہ سکنۂ آں جا کہ پناہ بخانہ ماں اُو بردہ بود بظلم تمام بقتل رسید و در ماہ جمادی الاول نواب بہ برہان پور رسیدند و در باغِ عالم آرا دایرہ نمودند۔ دریں منازل چند مقام نمودہ در حویلی کہ در عہد نواب آصف جاہ از فدوی خاں خریدہ بودند ۔ سہ روز درآں حویلی سکونت نمودند ۔ میر دوست علی را کہ در عہدِ نواب آصف جاہ داروغہ چہرہ باقخانہ و فرمایش دیگر بود داروغہ باغات مقرر ساختند و از آنجا برآمدہ کوچ فرمودہ و دریں اثنا خبر آمد کہ ہدایت محی الدین خاں ہمشیرزادۂ نواب نظام الدولہ و صوبہ دار ملک بیجاپور بود ، باغوائے حسین دوست خاں عرف چندا صاحب از قومِ نوایتہ خیال باطل و دعوائے لاطائل عازم دکن گشتند میر عبدالرزاق خاں را بخطاب شاہ نواز خانی سرافراز فرمودند و سہ ہزار سوار ہمراہِ اُو تعین نمودہ بصاحب اختیاری امورِ دکن ممتاز گردانیدہ مرخص فرمودند۔ و حکم نمودند کہ نصیر جنگ بہادر صاحب اختیاری فوج داشتہ باشند ۔ و ہر دو سردار در مقابلۂ ہدایت محی الدین خاں بہادر باشند و میر نجف علی خاں و برادراں در رکاب ظفر انتساب بکمالِ قرب ہمراہ بودند۔ و دوم جمادی الآخر بر نالہ خیمہ ہا برپا کردند ۔ و درآں مکان چہار مقام نمودہ بفاتحہ نواب آصف جاہ پرداختند و متصدی گری بلدہ دارالسرور با حمد میر خاں و صوبہ داری بخواجم قلی خاں مقرر فرمودہ بسمت نربدہ کوچ نمودند تا نربدہ تشریف بردند کہ فرمانِ والا از بادشاہ با ایں مضمون صادر شد کہ آمد آں فرزند عزیز بے طلب حضور چہ وجہ خواہد بود ۔ اگر منظور از حصول سند است ہماں جا

فرستادہ می شود درایں صورت آمدن بحضور در ملک دکن فساد رُوی خواہد نمود۔ باوصف وصول حکم عزیمت مراجعت نمودند۔ چوں موسمِ برسات نزدیک رسید و طغیانی آب نربدہ ظاہر شد و تجاوز توپ خانہ و اثاثہ کارخانہ جات متعذر شدہ و بوجوہ چند از کنار دریائے نربدہ معاودت فرمودہ و منازل و مراحل در عین برسات دونورلائی وگل طے کردہ وارد خجستہ بنیاد گشتند و بعد رسیدن دارالملک اورنگ آباد سندِ دکن موافق ضابطہ از حضور با فرمان شرف ورود نمودہ بہ تجمل و جلوس فرمان راگرفتہ تا پانزدہ روز جشنِ شاہانہ ترتیب دادہ اہالی و موالی و نفرار و اکابر شہر و لشکر را بہ بخشش طعام و انعام و اضافہ بمناصب و تقسیم جاگیرات سرافراز فرمودند و بہ بندوبست ملک از قرار واقعی پرداختند و از دبدبہ و رعب نظام الدولہ مرہٹہ وغیرہ سرداران و مکاسداران از جائے خود حرکت کردن نتوانستند۔ مثل روباہ کہ از شیر ہراسان می باشد بمکانِ خود ہا ترساں و لرزاں بودند۔ چہار ماہ بریں نمط نہ گزشتہ بود کہ خبر رسید کہ ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ باغوائے حسین دوست خاں عرف چندا صاحب فوجِ گراں آراستہ عازم ملکِ ارکاٹ گشتہ و انور الدین خاں درآں جا فرماں روا و حاکم مستقل و مبارزِ نامدار بود و بارہا مردانگی و بہادری ازو بفعل آمدہ بود بعزم رزم و پرخاش از ارکاٹ بمقابلۂ مظفر جنگ برآمد و چندا صاحب از ارادۂ غیر معہودہ خود را بارکاٹ رسانید و شہر ارکاٹ را بدست آوردند و بعد از بندوبستِ شہر افواج را آراستہ بمقابلۂ جنگ انور الدین خاں پرداختند۔ فی ما بین حرب واقع شد از قضا انور الدین خاں بہادر درآں معرکہ جان دادہ شتاد و نود سالہ خود را نثار نواب نظام الدولہ نمود و مظفر جنگ بہادر و چندا صاحب بفتح و ظفر اختصاص یافتہ ارکاٹ را بتصرف خود درآوردند۔ و ہدایت محی الدین خاں از آں جا داخل

عزم مظفر جنگ بتسخیر ملک ارکاٹ باغوائے حسین دوست خاں چندا صاحب و قتل سراج الدولہ انور الدین خاں ناظم ارکاٹ

بندر پھولچری شدہ با سردارِ فرنگ طرح دوستی درمیان انداختہ بندوبست ملکِ ارکاٹ و بیجاپور و کرناٹک کہ سرحد ہر دو ملک تا باغِ ارم کہ کنارِ دریائے محیط است بضبط درآوردہ صوبہ داران و حاکماں جابجا گماشت وچوں ایں خبرِ متوحش بسمع نواب نظام الدولہ رسید دودہ از کاخِ دماغش برآمد و رگِ گردنش مانندِ نبضِ محموم جستن گرفت و بساماں و تیاری کوچ امر فرمودند۔ و کارکناں بموجب حکم بسامانِ رزم پرداختند۔ و آخر رمضان المبارک کوچ واقع شد۔ و ابوالخیر خاں را در خجستہ بنیاد گزاشتہ عازم گشتند۔ و با لشکرِ گراں و بسیار کہ فریقِ سپاہ از صد ہزار سوار متجاوز بود و پیادہ ہا و جزایل و توپ خانہ و جہنسی و دیگر آلاتِ حرب و ضرب انچہ باید زیادہ برآں فراہم آوردہ ایلغار کوچ بکوچ بمقابلۂ حرب ہدایت محی الدین خاں شتافت و در اثنائے راہ اکثر سرداران با فوج بملازمت سرافراز شدہ ۔ ہمراہ رکاب گشتند چنانچہ جانوجی نبالکر با چہار ہزار سوار و سلطان جی با پنج ہزار سوار و رام چندر پسر چندر سین با ہفت ہزار سوار و لچھمن راؤ کہنداکلہ با دو ہزار سوار و عبدالنبی خاں حاکم کڑپہ با سہ ہزار سوار و پسر عبدالمجید خاں حاکم ساونور و بنکاپور با پنج ہزار سوار و خان عالم دکنی حاکم ناندیڑہ با دو ہزار سوار و شیخ علی خاں جنیدی با ہزار سوار و ہمشیرہ زادۂ راجہ جگت راؤ با ہزار سوار و پیادہ و راجہ قندہار با دو ہزار پانصد سوار و ہزار پیادہ و سردار مرہٹہ دو ہزار و پانصد سوار و پنجہزار پیادہ و زمین دارانِ نواح حیدرآباد با پنج ہزار سوار و دہ ہزار پیادہ و بیدنایک زمیں دار و راجہ رام زمیں دار گدوال با چہار ہزار سوار و پنج ہزار پیادہ و سید شریف خاں ناظم صوبۂ برار با پنج ہزار سوار و پنج ہزار پیادہ و سردار سری رنگ پٹن با پنج ہزار سوار و ہمیں قدر پیادہ و غلام مرتضیٰ خاں قلعہ دار ویلور با ہزار سوار و ہفت صد پیادہ و دیگر سرداران فوج

بر کاب حاضر شده کمر جانفشانی بستند۔ وجنگ در سال آئندہ بوقوع خواہد پیوست ۔

و دریں سال درمیان قایم خاں بہادر قایم جنگ پسر محمد خاں بنگش و احمد خاں پسر علی خاں روہیلہ جنگ صعب رو داد و بعضے را گمان آں است کہ بموجب ایمائے صفدر جنگ وزیر واقع شد ۔ یا ازسبب آں کہ درمیان ارباب مخالفان نزاع بوقوع آمد ۔ قایم خاں بابست و دو فیل نشیں و فوج عظیم بمحاربۂ احمد خاں کمر بستہ عازم گشت وجنگ عظیم درمیان آمد و ہر دو سردار باہم جنگ نمودند و قایم خاں بنگش باجمعی از سرداراں شربت فنا نوشیدند ۔ و احمد خاں روہیلہ فتح نصیب گردید۔ وزیر الممالک چوں ایں خبر شنید پادشاہ را تکلیف نمود کہ برائے ضبط اموال ملک و منال ۲ باید رفت ۔ پادشاہ بادبدبہ وطمطراق برآمد و جاوید خاں خاطر نشاں پادشاہ نمود کہ وزیر می خواہد کہ دیگرے را پادشاہ کند ۔ خاطر پادشاہ از وزیر پریشاں تر از زلف معشوق گشتہ بدار الخلافہ معاودت فرمود و صفدر جنگ خود بملک ماند ۔ و شمشاد بادرفتہ مادر و زن قایم خاں را محبوس ساختہ و اموال و اثقال را در ضبط خود درآورد و بعد ازاں مستورات را رخصت انصراف ارزانی فرمود و خود متوجہ دار الخلافہ گشتہ بملازمت پادشاہ فایز گردید۔ و فتنۂ عظیم برپا شد و ہر دو مستورہ مذبورہ و احمد خاں روہیلہ باہم متفق گشتہ درگرد آوری جمعیت افاغنہ کوشیدند و جمیع افاغنہ کہ در سمت پورب بودند بہ تبعیت ہر دو را موافقت نمودند ۔ مثل مور و ملخ جمع گشتند و باہم اتفاق نمودند نول رائے کایستھہ کہ دیوان سعادت خاں مرحوم بود بالفعل بہ نیابت وزیر الممالک اشتغال تمام داشت و در شجاعت و شہامت مثل خود کسے را نمی پنداشت باجمعی کہ با او بود بمقابلۂ افغانان پرداخت و تردّدے کہ لازمۂ مردانست بعمل آورد

دنی مابین اُو و افاغنه حرب عظیم شد و نول رائے درآں معرکہ بقتل رسید۔
از استماع این خبر صفدر جنگ متالم گشته و فراہم نمودن سپاہ بعجز خود امر نموده بعجز و الحاح
دبه بادشاه ملتجی شد که اگر رایاتِ عالیات بسمت پورب روانه شود کارہائے
بادشاہی بحسب دلخواه سرانجام می یابد۔ و مدعیانِ سلطنت بگوشمالی واقعی
می رسد۔ بادشاه درجواب فرمودند که ایں افاغنه مدعیٔ مانیستند۔ باشما
دعویٰ دارند۔ شما دانید۔ و باقی حالات آئنده ترقیم خواهد نمود۔ دریں
سال ساہو راجه بن سنبھا بن سیوا که از مدتے چہل سال فرما فرمائیٔ قوم
زشت بدکنشت مرہٹہ بود۔ مسافر سفرِ دارالبوار گردید۔ و در ۱۱۶۳ھ چوں
نواب نظام الدوله بہادر نزدیکِ ارکاٹ رسیدند پسرانِ انورالدین خاں
مقتول که در دست ہدایت محی الدین خاں گرفتار بودند۔ بمکر و حیله از آں
جا رہائی یافته خود را بارکاٹ رسانیدند چنانچه محمد محفوظ خاں با دو ہزار سوار
و محمد علی خاں پسر خورد اُو که در قلعهٔ ترچناپلی بجائے خود قایم بود با چہار ہزار سوار
و پنج ہزار پیاده و چہار ہزار گاردی و ہزار فرنگی رسید۔ غرضکه ہئیتِ
مجموعی نزدیک قلعهٔ چنجا ور که ہدایت محی الدین خاں آں قلعه را محاصره کرده بود،
رسیدند سید محمد دایم و نظر بیگ خاں و مورو پنڈت که مخاطب برائے لشنداس
شده بود و سلطان جی و راجه رام چندر و پسرانِ جانوجی وغیره سرداراں را
با ہشت ہزار سوار و ہمیں قدر پیاده بطریق منقلا فرستاده و مظفر جنگ از
آمد آمد فوج منقلا و دبدبهٔ فوجِ نواب، لشکرِ خود را سبک تصور نموده بطرفِ
بندر پھولچری روانه شده سه مرحله متواتر کوچ نموده داخل قلعه پھولچری گردید۔
سیس رائو دیوان ہدایت محی الدین خاں که با چہار ہزار سوار برائے تحصیل زر
عقب مانده بود بدست فوج منقلا کشته شد۔ و سواراں که با اُو بودند بغارت

سفر نواب ناصر جنگ جانب ملک ارکاٹ

رفتند - نواب نظام الدوله از استماع این خبر شادان شدند - و فتح اول روی داد
و حکم فرمودند که فوج منقلا چهار پنج کروه در پیش لشکر بسمت پهولچری روانه شود و خود
هم به تسویه صفوف و ترتیب هراول و چنداول و میمنه و میسره و غول و طرح کمین
پرداخته حرکت نمودند - و پانزده کروهی پهولچری رسیدند - و سعدالله خان بهادر
مظفر جنگ یعنی هدایت محی الدین خان در پهولچری فوج خود ترتیب داده و حسین
دوست خان را با پنج هزار سوار و ده هزار گارڈی پیاده ها و دو هزار فرنگی با توپخانه
بسیار هراول خود نمود و دیگر سرداران نامی از میمنه و میسره و چنداول و طرح و غول
مقرر کرد جمله بست و پنج هزار و دوازده هزار گارڈی و چهار هزار فرنگی از پهولچری
کوچ نموده مقابل عسکر گورنر و سردار کپتان فرنگ تمام خویش و اقربا و فوج و توپ خانه
و سرانجام جنگ همراه داد - تا دو کروهے پهولچری رسانیده گفت که من سرانجام
جنگ چهار لک سوار داده ام فتح من جانب الله است - به سرداران خود و سعدالله
خان تاکید نمود که اگر کسے در جنگ کمی خواهد نمود جان از دست من بسلامت نخواهد برد
و خود رخصت شده، به پهولچری رفت - سعدالله خان مادر و زن و قبائل خود را
بر اعتماد سردار فرنگ در پهولچری گزاشته و خود باراده جنگ روانه شده دو کوچ
کرد و در میان هر دو لشکر فاصله شش کروه ماند - نواب نظام الدوله با اهل مشوره
فرمودند که بعد از جنگ هدایت محی الدین خان، جنگ دیگر برائے ما روبکار است
که والده و همشیره من و زن او که عروس من می شود در قید فرنگ گرفتار شده و این ها
که کرور روپیه خرچ کرده اند در عوض زر اینها را در رهن گذاشته است -
بدو جنگ فرنگی نخواهد داد - و اگر درین صورت اصلح آن است که کسان درمیان
آمده او را بفهمانند - که تا مسلمان کشتی نشود - و کار بطول نکشد - چنانچه محمد انورخان
را برائے صلح قرار داده چندین نصائح و مواعظ گفتند مع قول و قرار بمهر خود فرستادند

معرکه جنگ درمیان ناصر جنگ و مظفر جنگ قریب بندر پهولچری

که از سر تقصیرات تو در گذشتم و ملک موروثی تو که نواب آصفجاه در قید حیات داوند بحال داشتم و ہر چہ وجہ سہ بندی بر سر تو افزودہ کہ از دادن آں عاجز ہستی ذمہ خود گرفتم باید کہ بحضور آمدہ ملازمت نماید۔ از بلند کردن ایں ہنگامہ درگذرید و باعث قتل مسلماناں نشود۔ والا آنچہ خواہی دید از خود خواہی دید و سوائے ہدایت محی الدین خاں دیگرے واقف ازیں کلمات نشود۔ و در خلوت خواہند گفت چنانچہ محمد انور خاں نزد مظفر جنگ رفتہ در خلوت ابلاغ رسالت نمود از آں جا کہ غرورِ توپ خانۂ فرنگ و سرداران نصارا اُو را مغرور کردہ بود۔ بر ایں امر اقبال نہ نمود و محمد انور خاں را رخصت ارزانی فرمود۔ وچوں نواب نظام الدولہ از قبول نہ نمودن و سرکشئ مظفر جنگ مطلع شد حکم فرمود کہ سواری نمایند و بعد از تہیہ سپاہ سوار شدند۔ و ہدایت محی الدین خاں نیز سوار شدہ یک کروہ پیش آمدہ و لشکر نواب نظام الدولہ با غلغلۂ عظیم و سپاہِ بے شمار دو کروہی طے مسافت نمودہ ہر دو لشکر بمقابل فرود آمدند۔ و نواب نظام الدولہ پیادہ شدہ جبینِ نیاز بدرگاہِ فتاح بے نیاز سودہ زبانِ عجز و اعانت در سجدہ کشودہ و صفوف سپاہ کہ آراستہ بود بنظر ثانی باز احتیاط کردہ و سوار شدند فرمودند کہ فوج منقلا با ہراول متفق شود و منقلائے مظفر جنگ ہم با ہراول ملحق شد۔ از ہر دو جانب شروع بارسال گولہ ہائے توپ و بان سرکوب شروع شد۔ و دریں ہنگامہ شور قیامت آشکار گشت و گولہ ہائے توپ بالائے سر سرداران می گذشت۔ و عالمے فنا می شدند۔ تا دو پہر بازارِ حرب و تنور طعن و ضرب گرم بود۔ نواب نظام الدولہ بہراولاں فرمود کہ آہستہ آہستہ پیشقدمی می نمایند۔ تا جنگ امروز انفعال یابد۔ و فیل سواری خود را پیش راندند۔ تا چہار کروہ از جائے کہ استادہ بودند پیش رفتند۔ و از جانب سعد اللہ خاں کہ ہراول اُو کنارہ نالہ عمیق کہ پیش روئے خود گرفتہ بود حرکت نہ نمود

تیر و تفنگ شروع شد تا چہار گھڑی روز باقی مانده عالمے از جانبین بعالم بقا شتافتند۔ میر نجف علی خاں را با افواج و برادران خود که پیش روئے نواب بطریق ملتمس استاده بود بعرض رسانید۔ اگر حکم شود فدوی از لشکر فوج خود را برآورده جنگ نماید۔ و ہر چہ در قوۃ است بفعل خواہد آمد۔ پیش فیل ہدایت محی الدین خاں خواہد شد۔ نواب چوں آثار شجاعت و تہوری بر ناصیۂ میر نجف علی خاں مشاہده فرمود قسم بسر خود داد و فرمود که پیش روی ہدایت محی الدین خاں نالۂ عمیق واقعہ است آں نالہ را چگونہ عبور خواہند کرد۔ چوں صبح شود بہ جنگ ہدایت محی الدین خاں را از گوشۂ کماں می گیریم۔ دریں اثنا شب شد۔ نواب نظام الدولہ بہادر بعد از ادائی نماز مغرب بر فیل سوار شده حزم و احتیاط لشکر نمودند۔ چوں تقیدی دانست کہ فرنگیاں در شب خوں دست تمام دارند۔ برائے ایں تمام بر سرداران فوج داشتند۔ و چوں سرداران لشکر تمام روز تعب حرب رسیده بود خبر گیری ہر یک می نمود۔ چنانچہ دیوانی سہری رنگ بیٹن بر فیل کہ سوار بود گولہ از طرف مظفر جنگ آمده دندان فیل را از فیل جدا ساخت۔ و فیل افتاده او را ضرب عظیم رسید۔ برائے احوال پرسی او میر لنظر علی برادر میر نجف علی خاں را فرمودند و علیٰ ہذا القیاس جا بجا مردم عمده را برائے احوال پرسی فرستادند تا دو پہر شب از فیل فرود نیامدند۔ و حکم نمودند کہ لشکریاں مثل ہمشہ خبردار و بر اسپان خود سوار باشند۔ و اگر ماندگی اثر کرده باشد نصف سواراں از اسپاں فرود آیند۔ و نصف بر اسپاں سوار باشند۔ و ہدایت محی الدین خاں خیمہ ایستاده در خیمہ فرود آمدند و بعد از نصف شب نواب نظام الدولہ شامیانہ برپا نموده از فیل فرود آمدند۔ و سرداران عمده باز تاکید نمود کہ چوکی بچوکی بر مشلہائے خود قایم باشند۔ تمام شب ہمیں قسم گذشت چوں چہار گھڑی از شب باقی مانده از لشکر ہدایت محی الدین خاں

خبر رسید کہ مظفر جنگ گریختہ ازیں خبر نواب نظام الدولہ بہادر بر آشفتہ فرمود کہ در آبا و اجدادِ ما کسے نہ گریختہ است کہ او خواہد گریخت ۔ دریں اثنا صبح صادق شد خبر واقعی رسید کہ چنداصاحب نوایتہ کہ بانی فساد بود با فوجِ فرنگ توپخانہ تمام وکمال گرفتہ بطرف پھولچری فرار گرفت ۔ ازیں سبب فوج ہدایت محی الدین خاں ہم گریختہ پنج ہزار پیادہ و جزائیل اندازاں وغیرہ سردار حاضر است و استادہ است ۔ نواب نظام الدولہ افواجِ منقلا را کہ بر آوردہ بود با سردارانِ دیگر و پسرانِ انورالدین خاں بہادر سرِ فوج ساختہ فرستادند ۔ وحکم فرمودند کہ چنداصاحب و اہلِ فرنگ را تعاقب نمایند بہ نحوی کہ زندہ بہ پھولچری نرسند قریب سی ہزار سوار و سی ہزار پیادہ بہ تعاقب گریختگاں روانہ شدند و نواب

گرفتاری مظفر جنگ

نظام الدولہ با لشکر و صفوف آراستہ بجائے خود مستعد ماند ۔ دریں اثنا شتر سوار مظفر جنگ عرضی آوردہ کہ امیدوارِ فضل و کرم ام ۔ و تقصیراتِ بندہ معاف شود ۔ وحکم صادر گردد کہ تا بخدمتِ عالی رسیدہ ملازمت نمایم ۔ مزاج نظام الدولہ بریں آمدہ بود کہ کسے را برائے استقبال فرستادہ بملازمت طلب دارند ۔ دریں اثنا سید شریف خاں و امانت خاں بعرض رسانیدند کہ ہرگاہ جنگ عظیم چنیں واقع شدہ باشد و بایں آسانی ملازمت او شود در عالم اشتہار خواہد یافت کہ صلح شد ۔ نامِ فتح بہ ہیچ جا شہرت نخواہد گرفت ۔ غرض بہ ثنا ہنوز خاں و سید محمد دایم رسالدار حکم صادر شد کہ ہر دو سردار با فوج خود رفتہ او را در فوجِ خود آوردہ بندوبست خود نمایند ۔ وخاطرِ او را جمع سازند کہ ملازمت ہم خواہد شد ۔ ہر دو سرداران بموجبِ حکم امر بجا آوردند و بہ والا خدمت نواب معروض داشتند کہ فوجِ او منتشر شدہ و فیل سواری او را در سرکار آوردیم بمجرد رسیدن ایں خبر حکم شد کہ شادیانۂ فتح بنوازش در آید ۔ چنانچہ شادیانہ و نوبت

نواختہ بر مکانے کہ خیمہ گاہ لشکریاں ہدایت محی الدین خاں بود ۔ مضرب قیام ظفر انجام گردید ۔ بخرمیٔ تمام و بہ خوش وقتی مالا کلام داخل دولتخانہ شدند۔ تمام امرار و سرداراں سپاہ از خاص و عام طلب داشتہ بعنایت ممتاز و سربلند ساختہ فرمودند کہ از سبب شاہا ایں دولت از سرِ نو قیام گرفت و سلطنت از دست رفتہ باز آمد ۔ و انعامات بمردم بقدر ہر کس تقسیم کردہ رخصت فرمودند۔ دریں ضمن از زبانی ہرکارہ ہا بعرض رسید کہ شاہنواز خاں ہدایت محی الدین خاں را بموجب حکم در خیمۂ خود فرود آوردہ در احتیاط تمام چوکی پہرہ مشغول است باستماع ایں خبر میر نجف علی خاں را کہ کمال اعتماد بر اُو داشت ۔ در خلوت طلب داشتہ فرمود کہ بشاہنواز خاں کارہائے دیوانی متعلق است کے فرصت خواہد داشت کہ تمامی ہمت در احتیاط و خبرداریٔ اُو صرف نماید و نگہبانیٔ او از جملہ کارہائے عمدہ است ۔ چرا کہ دعوئے خروج نمودہ بود خبرداریٔ سلاطین بسیار مشکل است۔ تا کہ مثلِ شما معتمد نہ باشد چگونہ خاطر جمع می شود ۔ باید کہ در خیمۂ شاہنواز خاں رفتہ اُو را برآوردہ و خیمۂ دیگر برائے اُو ترتیب دادہ با حتیاط و حفاظت تمام نگہ دارند ۔ و چوکی خاصہ برادراں و مردم ضابطہ بر گرد اُو نگہدارید ۔ و خدمتگاراں و چوب داران و شاگرد پیشہ اُو را برآوردہ از شاگرد پیشہ گان قدیم حضور کہ بر آنہا اعتماد کلی باشد مقرر سازید ۔ میر نجف علی خاں بموجب امر سعد اللہ خاں را از آں جا برآوردہ در خیمۂ دیگر بمحافظت تمام نگہہ داشتہ خاطرِ خود جمع ساخت میر محب علی خاں برادرِ خود را بنزدیک آں خیمۂ فرود آوردہ ۔ بوقت شام بدربار آمدہ بعرض رسانید و خاطر نواب از آں مرجمع شد ۔ و در ہماں ایام سید شریف خاں بہادر شجاعت جنگ را بتعلقہ خود برادر و سید لشکر خاں را بصوبہ داریٔ خجستہ بنیاد از عزلِ ابو الخیر خاں عطا فرمودند ۔ و بعد از تقید نمودن مظفر جنگ

یک روز مقام فرمودند تا سپاہ کہ زخمی بودند بمعالجہ برداراند۔ فوجِ منقلا و پسر انورالدین خاں مقتول و سرداران دیگر کہ تعاقب چند اصاحب و فوج فرنگ نمودہ بودند تا پھولچری جنگ ہائے عظیم رو داد بسیارے از قومِ فرنگ و گارڈی کشتہ شدہ و برخی ازیں طرف ہم ہمیں راہ رفتند و چند اصاحب خود را بہ پھولچری رسانید و در آں جا قلعہ بند گشتہ کور ند و سردار فرنگ در محافظتِ مادر و زن ہدایت محی الدین خاں پرداختہ و نواب نظام الدولہ برائے اخذ قلعہ و خلاصیٔ متعلقان ہدایت محی الدین خاں روانہ شد۔ دو منزل کوچ کردہ از بیخ کروہی قلعۂ پھولچری بآرایشِ لشکر پرداختہ فکر مورچال بندی نمود۔ وچوں قلعہ مستحکم و سرانجام و مصالح بسیار داشت۔ ہیچ یک از سردارانِ جرأت کار طلبی نمی کردند۔ میر نجف علی خاں بعرض رسانید کہ اگر حکم شود فدوی رفتہ مورچال و مکانِ یورش را ملاحظہ نمودہ بعرض رساند چنانچہ امر فرمودند۔ میر نجف علی خاں جلادت و تہور را کار فرمودہ باجمعیت قلیل در گرد قلعہ مذکور مکانِ مورچال و یورش تجویز نمودہ معروض داشت و نقشۂ آں از نظر گذرانید۔ حکم شد کہ بہمیں قسم مورچال قایم نمایند از آں جا کہ توپ خانۂ فرنگ در سرعت اندازیٔ نظیر خود ندارند۔ کسے از فوج در قیام مورچال جرأت نمی نمود۔ میر نجف علی خاں با برادران و خویشانِ خود جرأت رستمانہ بعمل می آورد۔ اکثر اوقات چناں اتفاق افتاد کہ تمام فوج فرنگیاں بمقابلہ گشتہ میر نجف علی خاں در جرأت و تہوری قصور بر خود راہ ندادہ۔ ایں اخبار مسلسل ہرکارہ ہائے باطنی بعرض نواب رسانیدند نواب نظام الدولہ بہادر بمیر نجف علی خاں فرمودند کہ چہ قدر فوج شما را با توپ خانہ درکار باشد بگویند۔ و شما چناں تقید کنید کہ آں ہا بریں قلعہ بر نتوانند آمد۔ خان معز الیہ بعرض رسانید کہ

چهار هزار سوار دانکی۔ و دو هزار پیاده و دو هزار جزایل انداز و لبست ضرب توپ
اگر تعین احقر شود دمار از روزگار کفار فجاری برآورد و نگذارد که از قلعه پا
بیرون گذارند ۔ حکم شد که تا تمام بخشیان و رساله داران و جمعداران بقلم در
آورند ۔ چنانچه نام آنها مثل محمد یعقوب خاں با یک هزار و پانصد سوار و نصیب یار
خاں با هفتصد سوار و سید نجم الدین خاں با هزار سوار و جمعداران فوج سائر با هزار
سوار همگی چهار هزار دوصد سوار شدند ۔ ناصر قلی خاں بخشی جزایل اندازان با
دو هزار جزایل و ناصر علی بیگ رساله دار با دو هزار پیاده و میر قاسم علی خاں با
پنج قیچی بان و پنجاه باندار و مراد علی خاں داروغهٔ توپ خانه جنسی بادشاهی با
بست ضرب توپ تعین میر نجف علی خاں فرمودند ۔ و نام برده همه قبول
تعیناتی نموده و بیرون برآمده با همدیگر مشورت کرد از میر نجف علی خاں استفسار
نمودند که شروعِ جنگ مرتبهٔ اول چگونه باید کرد ۔ جواب شنودند که روز یکشنبه که
روزِ عبادت عیسائیانست و دو گروه معبد آنهاست ۔ از قلعه برآمده برائے
عبادت می آیند ۔ قابو را کار فرموده بعین که آنها جمع شوند ۔ از چهار طرف
یورش نمود بقتلِ آنها پردازیم ۔ سرداران مذکور با هم مشورت کردند و گفتند که
میر نجف علی خاں مصلحتِ قتل ما نموده است آنها بهیئت مجموعی نزد شاهنواز خاں
رفته بعرض رسانیدند که میر نجف علی خاں دست از جانِ خود برداشته می خواهد
که ما همه را بکشتن دهد ۔ و ما بحکم آقا خواهیم رفت و رفاقت خواهیم داد لیکن فوج
هرگز جرأت نخواهد نمود شاهنواز خاں میر نجف علی خاں را طلب داشته فرمود که
اینها نزد مخلص بایں قسم می گویند و هرگاه مقابلهٔ فرنگیاں خواهد شد کجا جرأت
خواهند نمود و از معرکه رو بگریز خواهند آورد ۔ و شما تنها خواهد ماند و به همیں قسم
عرضی نزد نواب نظام الدوله فرستاد ۔ نواب نظام الدوله بدستخط خاص

ہر کدامی را رقعہ ہا نوشتہ کہ بموجب اقرار رو برو رفاقت میر نجف علی خاں بدہند نامبردہ ہا بحسب ظاہر قبول نمود معروض داشتند کہ بجان و دل حاضریم حکم شدہ کہ از لشکر جدا شدہ پیشتر از توپ خانہ جنسی فرود آیند۔ بموجب حکم از لشکر جدا گشتہ پیشتر از توپ خانہ فرود آمدند۔ یک دو روز بریں بگذشت۔ روز یکشنبہ کہ عبادت فرنگیاں بود میر نجف علی خاں با رفقا و جمیعت خانگی سوار شدہ از لشکر بیروں آمد و بسرداران فوج گفتہ فرستاد کہ ما بر وعدۂ شما سوار شدیم شما با ہمہ جمیعت خود سوار شوید کہ اینک ما رسیدیم بعد از چہار گھڑی قریب بآنہا خود رسانید چوں ملاحظہ فرمود یکے از آنہا و داعیہ جنگ ندارند۔ میر نجف علی خاں از اسپ فرود آمدہ ہمہ سرداراں را یک جا نمودہ بحدی نمود ہرگز جرأت نہ کروند۔ لاجرم میر مذکور با سرداراں و رفقائے خود سوار شدہ با اہل فرنگ مقابلہ نمود آنہا چوں میر نجف علی خاں را با جمیعتِ قلیل دیدند دلیرانہ پیش آمدند آں جا شجاعت و تہوری میر نجف علی خاں از حد بیروں بود جنگ رستمانہ درمیان آوردہ چندیں نفر از اہلِ فرنگ و گارڈیاں زخمی ساختہ تا شام جنگ قایم بود و ہرچند با سرداران فوج گفتہ فرستاد کسے کمک نہ کردہ تا چہار گھڑی شب استادہ بود بالآخر بسبب تاریکی شب تاب جنگ در طرفین نماند۔ آنہا در کمین گاہ پنہاں شدند و میر نجف علی خاں نزدیک فوجِ سرداراں آمدہ گفت کہ بر ما آنچہ گذشت گذشت وقتِ شب خبرداری خواہد نمود۔ کہ مبادا چشم زخمی بشما نرسد۔ ایں مقولہ گفتہ بوقت دو پاس شب نزد نواب نظام الدولہ آمدہ کیفیتِ حالات بعرض رسانید۔ چوں ایں کوائف پیش از رسیدن میر نجف علی خاں بعرض رسیدہ بود نواب نظام الدولہ عنایات بے حد مبذول داشتہ فرمود کہ بحسبِ دلخواہ خود فوج را نگاہ داشت نمایند چوں سہ پہر شب بگذشت سرداران فوج غافل بودند و

آنہا از کمین گاہ برآمدہ قابو کردہ شب خوں نمودند۔ از فوج سرداران اکثرے را قتل ساختند۔ وتمام مردم را غارت کردند و سرداراں را فرار اختیار نمودہ جان ہائے خود را ازاں تہلکہ بیروں بردند وقت صبح ایں خبر بسمع نواب نظام الدولہ بہادر رسید۔ عرقِ غضبش بحرکت آمد فرمود کہ گریختگان داخل لشکر نشوند۔ بعد از دو روز چند رسالہ دار دیگر ہمراہ میر نجف علی خاں تعین نمودہ فرستاد تا دمار از روزگار کفار نابکار برآرند۔ میر نجف علی خاں رفتہ چند گارڈی را دستگیر نمودہ و باقی جان بسلامت بردند۔ لیکن کمالِ رعب برآنہا مستولی گشت۔ و فرنگیاں سردارانِ خود را برائے ملازمت نواب فرستادند میرزا محمد خاں استقبال کردہ آورد آنہا پیغام آوروند کہ ما تقصیر مندیم اگر تقصیر ما معاف شود از جان و دل فرماں برداریم۔ چند سوال نمودہ بودند۔ اول ایں کہ ارکاٹ را بدستور انورالدین خاں مرحوم بما اجارہ بدہند سوائے آں اضافہ میدہیم و ساہوکارانِ حیدرآباد را ضامن درمیان می آریم۔ دوم ایں کہ تقصیرات چند امعاف شود در جلدوی ایں عفو جرایم شود لیس اُو با جمیعت گارڈی وغیرہ ہمراہ رکاب حاضر باشد۔ سویم آں کہ بندرِ پھولچری بر زمین ارکاٹ آباد شدہ است۔ ایں زمین را انعام فرمایند و سند کردہ بدہند۔ و در عوضِ آں مرضئ مبارک باشد دختر سردار فرنگی را در نکاح حضرت می آوریم۔ بعد از استماع ایں امور با امرا مشورت نمودند شاہنواز خاں و محمد انور خاں و محمد اسلم خاں و سید شریف خاں و امانت خاں و رضوی خاں وغیرہ حاضران و مشیراں ایں ہمہ مراتب را پسندیدند۔ الّا مزاج قاضی دایم کہ از جملہ مشورتیان بود بریں نیامد در گوش نواب بعرض رسانید کہ فرنگیاں تنگ آمدہ اند۔ الحال نزدیک است کہ پھولچری را گزاشتہ روبگریز آرند مزاج نواب منحرف گردانید و نذری کہ فرنگیاں آوردہ بودند بمعرض قبول

در نیامد۔ و آنہا را رخصت فرمود تا دہ روز دیگر مور چال قایم بود چوں موسم بارش رسید در نواح پھولچری و گرد و اطراف ایں قسمی ریگستان است کہ آدم و اسپ در برسات غرق می شوند لہٰذا مصلحت ہمیں قرار دارند کہ در ایں ایام برسات چھاونی در ارکاٹ کہ از آں جا سی کروہ فاصلہ دارد باید نمود و بعد برسات آمدہ محاصرہ نمودہ مفتوح باید ساخت۔

دربیان معاودت نمودن نواب نظام الدولہ شہید از پھولچری وانچہ در اثنائے راہ بوقوع رسید

چوں نواب نظام الدولہ از پھولچری معاودت نمودند۔ اول کوچ دو کروہ نمودہ یک مقام فرمود تا اسباب مردم کہ ضائع شدہ تیار سازند و بعد از آں چہار کروہ کوچ فرمودند خبر رسید کہ در اثنائی راہ قلعہ الیست و ندیواس نام دارد و در کمال استحکام و قلعہ دار آں جا با چند اصاحب قرابت دارد و زن چند اصاحب نزو اوست از مدت ہا زر بے شمار اندوختہ۔ گردن اطاعت بہ ہیچ جا خم نمی کند۔ از استماع ایں خبر نواب نظام الدولہ حکم نمود کہ تا کوچ بسمت قلعۂ مذکور شود اگر حارس آں جا بملازمت سرافراز گشت چھاونی در ارکاٹ باید نمود۔ و اگر سر بفساد برداشت چہار ماہ برسات بر قلعۂ مذکور چھاونی کردہ قلعۂ را فتح باید نمود۔ و شاہنواز خاں و میر اسد قلعہ دار چیٹ پٹ کہ واقف قلاع ایں ضلع بود بعرض رسانید کہ قلعہ وندیواس دریں ضلع باستحکام است و حارس قلعہ جمعیت بسیار و سر انجام بے شمار دارد۔ اگر کار بتدبیر آید شاید موافق تقدیر شود و الا فتح قلعہ دریں برسات اشکال عظیم دارد و بعد از مشاورت و تدبیر بسیار چناں قرار یافت کہ

میر نجف علی خاں را درآں جا فرستادہ ماہیتِ قلعہ دریافت باید کرد درین ضمن استمالت قلعدار ہم منظور باشد اگر فہمیدہ ملازمت نمود فہو المقصود و اگر نہ فہمید بہ محاصرہ باید پرداخت۔ پاس اسلام رانگاہ داشتن و اول پیغام دادن درست است ۔میر نجف علی خاں را دریں کار در مشورت شریک نمودند۔ و از کماہی حالات مطلع ساختہ خواستند کہ رخصت فرمایند ۔میر نجف علی خاں بعرض رسانید کہ حارس آں جا مطلع نیست ۔اگر با فوج جنگ واقع شود داخل شدن در قلعہ محالست وجریدہ ہم مردم بیگانہ را در قلعہ چرا خواہد گزاشت دریں صورت عنایت نامہ بمہرِ خاص بنام اُو صادر شود تا باآں وسیلہ داخل قلعہ شود بعد دخول قلعہ انچہ مناسبِ وقت خواہد بود بعمل خواہد آمد ۔نواب نظام الدولہ فرمود کہ در اجداد ما بد قولی کسے نہ کردہ وعنایت نامہ بمنزلۂ قول است ۔عنایت نامہ نوشتن وقلعہ را محاصرہ نمودن مناسب نیست ۔ و بہر تدبیر کہ توانید در قلعہ رفتہ دریافت کیفیت آں جا نمایند ۔میر نجف علی خاں نظر بر پرور دگار مستعان نمودہ مرخص گشتہ بہ سہ منزل کوچ بکوچ بنواح قلعہ رسیدہ ہرکارہ را پیش قلعہ دار فرستادہ کہ از حضور مامور بسوال وجواب گشتہ ام فردا یک پاس روز برآمدہ نزدیک قلعہ میرسم باید کہ با ملاقات مسرور سازند وکلمات نواب کہ بمنزلۂ دُرِ شہوار است بگوشِ دل جا دہند۔ از رسیدنِ ہرکارہ قلعدار بجائے خود در استحکام قلعہ کوشید و اندیشہا بخاطر آوردہ و با اہلِ مشورہ، رازِ دل ظاہر ساختہ وکمال تشویش باو رو دادہ چوں صبح شد میر نجف علی خاں بروعدۂ خویش رواں شدہ نزدیک قلعہ رسید ۔قلعہ دار خبر یافتہ داماد خود را با پانصد سوار و ہزار پیادہ باستقبال فرستاد۔ ومرضی اُو چناں بود کہ رفتہ تفحص کیفیت نماید ۔ومعلوم شود کہ بچہ سبب اتفاق آمدنِ شدہ و ارادہ چیست۔ ہرچند خواست کہ بعد از برخوردن از کیفیتِ

احوال مطلع شود۔ مقصودش حاصل نگشت۔ چوں متصل بدروازہا رسید صریحاً استفسار نمود کہ آمدن چہ باشد۔ و سوال و جواب چیست۔ میر نجف علی خاں جواب داد کہ احکام و اوامر ملوک و سلاطین قابل آں نیست کہ گوش زد ہمہ کس بشود۔ و حکم چنیں است کہ جواب و سوال با قلعدار درمیان آید۔ درہمیں جواب و سوال داخل دروازۂ قلعہ شدند۔ بعد از آں بممانعت جرأت نیافت تا داخل دیوان خانہ شدہ، قلعدار بمجرد معائنہ ایں حال بخلوت خانہ رفتہ بندوبست نمود۔ میر نجف علی خاں را با برادرش تنہا بخلوت طلبید سوال و جواب بسیار بمیان آمد۔ آخرش برعب و دبدبۂ نواب نظام الدولہ بہادر جرأت عدول حکم نیافت۔ مدارا پیش آمد قرار چناں داد کہ پسر خود را بہ دہ لک روپیہ نذر پیشکش بہ حضور نواب بفرستد۔ چنانچہ بعمل آمد از آں جا در دو سہ روز کوچ نمودہ داخل شہر ارکاٹ شدہ چھاونی قرار یافت۔ چوں قلاع فرنگیاں بارکاٹ متصل است بپاس آں کہ قابوئے ملاحظہ نمودہ دغا بعمل نیاید و در ایام برسات فوج ہم برائے چرائی منتشر نشود و صف شکن خاں وغیرہ چند سردار را با نورالدین خاں[1] بجمع بست ہزار سوار و سی ہزار پیادہ و جزائل انداز وغیرہ بر قلعہ ترِوادی کہ از ارکاٹ بست کروہ فاصلہ دارد و از آں جا روانہ پھولچری کہ اصل مکان فرانسیس بمفاصلہ بست کروہ واقع است فرستاد و از آں جا ہم ترِوادی بدست فرنگیاں بود۔ چہار ہزار گارڈی و ہزار فرنگی و توپ ہائے جلو در چار دیواری ترِوادی قایم بودند نورالدین خاں وغیرہ سرداراں محاصرہ نمودہ مورچال قایم کردند و آنہا از اندرونِ قلعہ توپ سر می دادند۔ وقت شب بیروں برآمدہ فکر شب خون بعمل می آوردند۔ تا بست روز ایں نوبت گذشت چوں از یک طرف خاطر نواب نظام الدولہ اطمینان یافت و دیگر سرداران

---

[1] مراد از محمد علی خاں والاجاہ ست۔ مصحح

مثل ترک طہماسپ خاں را با فوج یک ہزار سوار بر مکان دیگر کہ در آں جا ہم تھانۂ فرنگیاں بود فرستادند۔ و میر امیر شاہ را با چند ہزار سوار و پیادہ بر تیپو گنجی فرستادہ ہمیں قسم رسالداران را بر ہر یک مکان تعین فرمود و خود با فوج قلیل در ارکاٹ بعیش و عشرت مشغول گشت و قوم نوایتہ با ہم متفق گشتہ در فکر عذر تقصیرات شدند و بعضے از سرداران ہمراہی نواب نظام الدولہ بریں داعیہ اتفاق نمودند کہ بہر قسم باشد خلاصی سعد اللہ خاں بہادر[1] بعمل در آید خصوص رام داس پنڈت کہ پیشکار دیوان در ہیچ عرصہ بنود دریں امر ساعی شد و با خدمت گاراں کہ نواب تعینات سعد اللہ خاں نمودہ بودند موافقت نمودہ فکر بر آوردن اُو را از قلعۂ ارکاٹ کہ محبس اُو بود نمودند۔ چنانچہ یک کدالہ آہنی مخفی باُو رسانید کہ آہستہ فرصت یافتہ از دست خود دیوار حجرہ راکندہ بیروں بیاید وقتیکہ پردۂ دیوار قدرے باقی ماندہ دریں وقت یک شتر مع سرانجام ایں طرف دیوار استادہ نمایند بر آں سوار شدہ بطریق یلغار خود را بہ پھولچری برساند۔ چنانچہ ہم چناں بعمل آوردند۔ روزے کہ دیوار را تمام کندند شتر آں طرف دیوار آمدہ استادہ شد مردم خبردار شدند میر نجف علی خاں کہ داروغۂ حفاظت اُو بود از طرف اُو میر محب علی خاں برادرش خبرداری می نمود مطلع شد بمجرد شنیدن ایں خبر نواب نظام الدولہ عرض نمودند از آں روز معلوم شد کہ مردم در قابوئے خود اند زیادہ از سابق بعمل آمد تا بحدے کہ برائے قضائے حاجت کہ می رفتند مردم ہمراہ می روند۔ چوں مردم ایں قابو نیافتند در فکر آں شدند کہ نواب نظام الدولہ را بقتل رسانند چنانچہ ہمہ سرداراں مثل میرزا محمد خاں بخشی و شاہ بیگ خاں خانساماں و شیخ محمد سعید رسالہ دار و دیگر جمعداران نمک حرام موافق شدہ با ہم مصلحت نمودند و ہمت خاں افغان و افاغنہ کڑپہ و ساونور ہمہ برایں کار مستعد گشتند و بفرنگی و چندا صاحب

---

[1] مراد از ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ است

نوشت وخواند کرده باہم عہد بستند قرار چناں افتاد کہ درخزانہ وجواہر خانہ نواب ہرچہ باشد آں را باہم تقسیم کردہ بگیرند۔ وآں طرف دریائے کشنا عمل افاغنہ باشد وتمام بنادر بفرنگی دادہ شود وایں طرف کشنا عمل مظفرجنگ باشد۔ چوں ایں قرار استقرار یافت۔ اخبار بر بعضے مردم شائع شد میر نجف علی خاں کہ تمام فوج ہدایت محی الدین خاں را خود نوکر گذاشتہ بود مفصل شنیدہ بعرض رسانید باوصف شنیدن فرمود کہ ماراایں خبر غلط مشاہدہ معلوم می شود چرا ما باکسے بدی نکردہ ایم۔ چنانچہ ایں ہا نوکران ما اند۔ بعد از تفاوت چند روز حیلہ بازان خواستند کہ میر نجف علی خاں اخبار بسمع میرساند از دربار برآرند۔ تا کار آنہا موافق مطلب آنہا بحصول مراد گردد۔ چنانچہ بتقریبی معروض داشتند کہ میر نجف علی خاں فوج خوب جمع نمودہ وخود ہم کمال جرأت دارد ہرکدامی از سرداراں جا بجا رفتہ اند ایشاں را بر ترواڈی کہ از مدتے انور الدین خاں مورچال بندی نمودہ است وازوہیچ کارنمی شود واگر ایں بردہ فرنگیاں را تباہ نمودہ مکان را مفتوح سازد۔ نواب نظام الدولہ فرمودند کہ عین مصلحت است چنانچہ میر نجف علی خاں را طلب داشتہ پیغام دادند میر مذکور جواب داد کہ بشرطی کہ ہمہ امراء را درحضور طلب نمایند وبندہ را فرستادند تا ہرکارے کہ صورت یا بدنام من باشد۔ واز خود ساختگی کار بعنوان شائستہ صورت پذیر می گردد از یں سخن ناخوش شدہ بحدی نمود سوال وجواب بستم ماہ مبارک رمضان بعمل آمد۔ خیال آنہا ایں بود کہ درعیدگاہ روز عید نواب را قتل باید ساخت۔ اہل غرض باز معروضہ داشتند کہ جائے تعجب است کہ درعالم نوکری رفتن آں جا میر نجف علی خاں قبول نمی کند۔ نواب غافل از مکر وعذر آنہا بود باروز دوم میر نجف علی خاں را طلب فرمودہ گفتند اگر ماعزیز است رفتن آں جا قبول کند چوں خان معزالیہ کیفیت عید را شنیدہ بود خاطر نواب را

ا؎ مراد از محمد علی خاں والا جاہ است۔

ملول نکردہ در رفتن قبول نمود و تکالیف شاقہ درمیان آورد اول این کہ ستہ لک روپیہ
از برائے خرچ فوج مرحمت شود دوم چہار توپ کلاں نامی ہمراہ دہند۔ و فوج
سرکار کہ تعینات انورالدین خاں است باختیار فدوی باشد۔ از آں جا کہ
قضائے بسر نواب رسیدہ بود۔ ہمہ را قبول فرمود پروانگی دادند۔ باوجود ایں
میر نجف علی خاں ہشت روز بلیت و لعل گزرانیدہ، روز عید رخصتِ خود
مقرر نمود کہ نواب را از عیدگاہ بدولت خانہ رسانیدہ رخصت شود۔ چہار
گھڑی شب باقی ماندہ و نقارۂ کوچ نواختہ بھرو بنگاہ را رواں ساخت قریب
بصبح بعرضِ نواب رسید کہ انورالدین خاں و دیگر امرا کہ تعین او بودند۔ بایں ہمہ
افواج عظیم از فرنگیاں مغلوب شدہ روبگریز نہادند و فرنگیاں تمام لشکر را
غارت نمودند۔ بمجرد استماع ایں خبر نظام الدولہ بہادر شاہنواز خاں و موسوی خاں
و مستعد خاں و سید دایم و محمد انور خاں و میرزا محمد خاں و دیگر عمدہ ہا را طلب داشتہ
میر نجف علی خاں را رقعہ بدست خاص بقلم آورد کہ کوچ را موقوف نمودہ زود
بحضور بیایند چوں ہماں مرداں بدربار جمع شدند نواب اشک از چشم برآوردہ
دست تحیر بدندان گزیدہ فرمود کہ ایں چہ آفت آسمانی است کہ بست ہزار
سوار و چہل ہزار پیادہ از دست چہار ہزار گارڈی و فرنگی
روبگریز آوردند۔ و تمام لشکر غارت شد۔ الحال مارا بذاتِ خود لشکر کشیدن
واجب شد۔ برائے نماز عید نخواہم رفت تا دمار از فرنگیاں برنخواہم آورد۔
امرا بعرض رسانید کہ برائے نماز عید سوار شدہ بدولت خانہ تشریف فرمایند۔
بعد ازاں انچہ رائے عالی اقتضا نماید بعمل آرند قبول فرمودند برائے نماز عید
بملالت تمام سوار شدند۔ چوں میر نجف علی خاں از قضیہ واقف بود، قسمی بندوبست
نمود کہ احدی را مجال نزدیک آمدن نواب نبود۔ چنانچہ بخیریت بدولت خانہ

رسانید بعد رسیدن قرار چناں یافت کہ نواب خود بدولت با تمام لشکر و امرار بہ تنبیہہ فرنگیاں متوجہ شوند دریں اثنا خبر رسید کہ فرنگیاں قلعۂ جنجی گرفتہ نزدیک چیٹ پیت کہ از ارکاٹ چہار دہ کروہ فاصلہ داشت رسیدہ اند۔ عزم آں اشقیا اینست کہ بر شہر ارکاٹ شب خوں نمایند و اشارہ اہلِ اغراض دریں شامل بود۔ بمجرد استماع ایں خبر بتاریخ چہارم شوال ۱۱۶۳ھ بوقت چاشت نواب از ارکاٹ کوچ فرمودہ داخل خیمہ شدہ تمام فوج و سپاہ بچراگاہ رفتہ بودند۔ جمعیت قلیل درحضور حاضر بود۔ مگر فوج میر نجف علیخاں کہ عزم کوچ داشت تمام وکمال حاضر بودند۔ بسیار غنیمت دانستند و باحضار فوج فرمان دادند۔ اکثر فوجہا حاضر گشتند و انورالدین خاں کہ با فوج گریختہ بود نیز آمدہ ملحق شد۔ رتبۂ گریختگاں انچہ بود نماند۔ بدستور سایر الناس شاملِ لشکر بودند۔ از سہ چہار افواج از ہر چہار طرف مثلِ ابر محیط فراہم گشتند لشکر زیادہ از وہم وقیاس درآوردہ مجتمع شد۔ ازیں خبر فرنگیاں از قلعۂ چیٹ پٹ گریختہ در قلعہ جنجی مجتمع شدند۔ وقلعۂ مذکور در کمال استحکام دارد از یک طرف دور زمین کہ گنجایش دہ ہزار سوار وہمیں قدر پیادہ دارد و بریک طرف قلعہ کوہ واقع شدہ چنانچہ بالاحصار اُو بہ راج گڑھ موسوم است کمال استحکام دارد۔ بریک طرف تختۂ راہ مقرر است۔ اگر آں تختہ بکشند قدرت اہلِ زمین نیست کہ بر فراز آں برآیند۔ مگر از آسماں نزول نماید۔ چوں ایں قلعہ بدستِ فرنگیاں افتادہ تمامی ہمت نواب نظام الدولہ بر فتح آں مصروف شد۔ چنانچہ تدبیر آں و فتح ایں قلعہ نقلِ مجلس بود در خلال ایں احوال بعرض رسید کہ فرنگیاں دو گروہ شدہ است یک گروہ در قلعہ جنجی قایم ماندہ و گروہے ثانی در قلعہ سلٹ گرہ[1] بارادہ ایں کہ اگر

---

[1] اس قلعہ کا صحیح نام تحقیق طلب ہے۔ مختلف نسخوں میں یہ نام کئی طرح سے لکھا گیا ہے۔ شلشت کہرہ۔ سلت گرہ۔ تلت گرہ۔ تلپ گرہ۔

نواب جنجی را محاصره نماید سلٹ گڑھ درعقب لشکر واقع می شود دریں صورت لشکر درمیان ہر دو قلعہ می آید رسد وغلّہ وکاہ بندکردہ لشکر را عاجز ساختہ از دو جانب شب خوں نماید۔ باستماع ایں خبر میر نجف علی خاں را بر قلعہ سلٹ گڑھ بافواج ہمراہی او و دیگر سرانجام جنگ وقلعہ گیری ہمراہ دادہ رخصت فرمود وخود متوجہ فتح قلعۂ جنجی شدند۔ میر نجف علی خاں را نظر بر الطاف ایزد مستعان نمودہ واز نواب رخصت گشتہ روانہ بسمت قلعہ سلٹ گڑھ شد۔ در تمام لشکر تعجب روی داد کہ برہم چناں قلعۂ عمدہ مستحکم کہ محارب ایں جا فرنگی وگارڈی باشد بایں قدر فوج چہ خواہد کرد۔ وازاں جا تکیہ بر فضل حافظ حقیقی نمودہ از لشکر بشکوہ تمام کوچ نمود۔ دراثنائے راہ قلعہ ارنی بود سر سواری مفتوح ساخت وغنیمت بسیار بے شمار بدست غازیان اسلام آمدہ۔ درآں جا نائب مستقل گزاشتہ بتاریخ چہاردہم شوال ۱۱۶۳ھ بر قصبۂ کلیاک کہ تھانۂ فرنگیاں قایم شدہ بود نزول نمودہ دریک پہر فتح کردہ پنجاہ نفر فرنگی ویکصد وپنجاہ گارڈی بقید آمدند۔ ودرآں جا نیز نائب قایم نمودہ وشانزدہم شہر مذکور بر قصبۂ ترنامل کہ از قصبات عمدہ وشہریت دار وقلعہ زمین دوز درکمال مستحکم واقع است فوجدار آں جا بہادر خاں نامی دوکروہ استقبال نمودہ بملازمت شتافت۔ واحوال ظاہر ساخت کہ ما برائے حفظ آبروئے خود تھانۂ فرنگیاں دریں آبادی آوردہ ایم۔ تقصیرات بندہ معاف شود وآنہا حاضر اند۔ ہرچہ بخاطر مبارک برسد بعمل آرند۔ بدستور کلیاک راہم درتسخیر آوردہ از بہادر خاں کہ باشندۂ آں جا بود استفسار قلعہ سلٹ گڑھ نمودند کہ درمتانت واستحکام چگونہ است از وقہ وتوپ خانہ چہ قدر دارد۔ بہادر خاں وغیرہ ظاہر کردند کہ قلعہ مملو از توپ خانہ ورہکلہ وبان وباروت وازوقہ وکثرت فرنگیان وگارڈیاں زیادہ ازآں است

که کسے بیان نماید - اہل قلعہ ارادۂ جنگ بنواب نظام الدولہ دارند - ہمراہ صاحب چہ قدر فوج است - ارادہ تسخیر آں قلعہ دارید ازایں جا کوچ کردن صلاح نیست میر نجف علی خاں اعتماد براعانت وافضال پروردگار عالمیاں نمودہ از کم و زیادہ فوج اندیشہ بخاطر نیاوردہ لشکر را ترتیب دادہ ازآں جا کوچ فرمود - پیادہ و گارڈی قریب یک ہزار خواہد بود چوں قلعہ مذکور از ترنامل شش کروہ فاصلہ داشت - بر سہ کروہ منزل گردیدہ با ترتیب حرب صبحی از راہ کوہستان کہ سوای پیادہ گزر نتواں کرد - وآں ہم باشکال پیادگاں را رواں ساخت وخود با افواج آراستہ بمقابل قلعہ استادہ شد پیادہ ہا را گفتہ فرستاد کہ ہرگاہ مردم قلعہ ازمکان خود بیروں آمدہ بمقابلۂ ما شوند - شما بے تامل از راہ دیگر داخل قلعہ شدہ ہرچہ بیابند لغارت بردند - وہر کرا یابند بقتل رسانند تدبیر موافق تقدیر بعمل آمد ہمیں کہ میر نجف علی خاں با فوج روبروے قلعہ استادہ شد ازبسکہ آنہا کہ خیرہ شدہ بودند قدرے فوج گذاشتہ باقی از فاصلہ یک کروہ مقابل شدند - پیادہ ہا میدان خالی دیدہ داخل قلعہ شدہ دست تاراج وغارت برداشتند - دریں اثنا میر نجف علی خاں تہور وجلادت را کار فرمودہ اسپ برآنہا تاخت قریب ہفت صد نفر از آنہا علف تیغ بہادراں گشتند - وباقی کہ ماندہ بودند رو بفرار آوردند - ومیر نجف علی خاں ہماں دلاوری زدہ زدہ درقلعہ داخل شد - درقلعہ از فرنگی وگارڈ چہار صد کس قایم شدند - ودروازہ ہاے قلعہ از سنگ وگچ مستحکم ساختہ مستعد بجنگ شدند - میر نجف علی خاں بہادر دست بعروۃ الوثقاے فضل وکرم حق نمود نصف بلندی قلعہ در دوپہر بجنگ تیر وتفنگ وشمشیر از فرنگیاں گرفتہ مورچال خود قایم نمودہ

درخلال این احوال باد شد و باران بشدت وزیده و باریدن گرفت که حدے نداشت و مردم نزدیک بهلاکت رسیدند۔ مصلحت براین قرار یافت که مورچه همه جا قایم ساخته خود فرود آمده پرداخت مردم زخمی و تجهیز کشتگاں و استمالت و اماندہ ہا آنہا از اکرام و انعام دلیری نمود دریں تردد شب شد و در تمام شب سرانجام مورچال مهیا ساخته وقتِ صبح صفوف آراسته قلعه را سیر نمود هیچ طرفے نیافت که گنجائش مورچال باشد لاجرم ازهماں راه که شب مورچال قایم بود۔ یورش نموده قسمی تردد بعمل آورد که قیامت درچشم اهلِ روزگار نمودار گشت۔ تمام روز جنگ تیر و تفنگ ماند۔ وقتِ سه پهر سپاه نزدیک دیوار قلعه رسید۔ از بالائے قلعه بارانِ آتش می بارید۔ و شیران بیشهٔ شجاعت این همه بلا برخود گوارہ نموده مورچال را پیش می بروند۔ چهار گھڑی روباقی ماند بود که نشان میر نجف علی خاں و دیگر جمعداراں عمده پائینِ دیوار رسیدند سید محمد نامی جمعدار گارڈیاں درآں معرکه دادِ شجاعت داده پائین با جمعیت خود رفته قایم شد۔ بعد ازاں دیگر بهادراں نزدیک اُو رسیدند دریں اثنا هرکاره ها خبر رسانند که کمک برائے قلعه آمده و لشکر که پائینِ قلعه بتفاوت یک کروه افتاده است آں را غارت و تاراج می نمایند ازایں خبر وحشت اثر مردم لبسیار تنگ شد۔ نزدیک بود که قضیه برعکس شود۔ میر نجف علی خاں برادرِ خورد خود حسن علی خاں را با یک صد مرد کار آزموده برائے تنبیه مردم کمکے و استقلال لشکر تعین نموده اُو بسرعت تمام رفته دمار از روزگار آں اشرار برآورده لشکر را قایم نمود۔ دریں تردد شب شد عجب شبی تاریکی بود که گویا قیامت درنظر در آمد و علاوه آں باد و باراں و رعد و برق بکمال شدت درکار خود مشغول بود۔ ایں شیر بیشهٔ شجاعت بر لطف عطائے

بے نہایت کریم کارساز بے نیاز نمودہ نربادنہا کہ ساختہ بود از ہر چہار طرف بدیوارِ قلعہ ملحق گردانید۔ اول خود بر نردبان پائے خود گذاشتہ بر فرازِ قلعہ برآمد۔ بعد ازاں تمام مرداں و بہادرہا شمشیر کشیدہ بر فصیل آمدہ و در قلعہ درآمد نمودہ دمار از کار کفار نابکار برآوردہ نقارہ ہائے فتح و فیروزی بنوازش درآوردند۔ ایں فتح عظیم روز یکشنبہ چہارم ذی حجہ ۱۱۶۳ھ وقتِ دوپہر دست داد ہماں وقت کلید ہائے طلائی و نقروی ساختہ وعرضداشت بقلم آوردہ بجناب نواب نظام الدولہ بدست شتر سوار جلد ارسال داشت۔ شتر سوار ایں خبر فتح بوقت یک پہر شب گذشتہ بنواب رسانید ہماں لحظہ جشن عالی ترتیب دادہ حکم بنواختن نوبت و شادیانہ فرمود۔ نام بنام اہالی وموالی را طلب داشتہ تا دوپہر شب تعریف شجاعت وبہادری وتدبیر وتردد میر نجف علی خاں می نمودند۔ خواص وعوام نذر ہا گذرانیدند بوقت صبح نواب خلعت خاصہ وشمشیر وخطاب برائے میر نجف علی خاں فرستادند وایں قلعہ مفتوحہ را موسوم بہ نجف گڑھ گردانید۔ اجارہ آں لک روپیہ بود میر نجف علی خاں بہادر بخشیدند۔

دریں ضمن میر مظفر نامی جمعدار از اہلِ ولایت توران و باشندۂ سیکاکل بود و رفقائے خوب داشت۔ بملازمت نواب ممتاز گشتہ بعرض رسانید کہ در سرکار ہر قدر مغلیہ باشد تعین فدوی نمایند تا از لشکر علیحدہ شدہ دمار از روزگار فرنگ برآرم عرض اُو لپسند خاطر افتاد۔ وبخشیاں حکم صادر شد کہ در بخشی گیری چہ قدر مغل ہا باشند نام آنہا نوشتہ بیارید۔ سوائے مغل ہائے خاص برادری چنانچہ نوشتہ آوردند کہ دو ہزار دوصد وبست نفر بشمار آمد۔ چوں میر مظفر در اقوام خود عمدہ بود سرداری مغلہا با اُو تفویض یافت۔ وحکم شد کہ

از لشکر جدا گشتہ بر فرنگیاں یورش نماید۔ و ہر جا کہ فرنگی بیایداُو را بقتل رسانند۔ اُو بموجب حکم رخصت حاصل نمودہ از لشکر ہشت گروہ متصل ترواّدی فرنگیاں افتادہ بودند۔ بر سر آنہا تاختہ بسیارے از آنہا بقتل رسانند۔ واکثرے از رعب در تالاب غرق شدند۔ چنانچہ سرہائے آں ملاعین را بحضور نواب فرستاد و مورد تحسین و آفریں شد۔ وبمنصب پانصدی در رفقا با اضافہ سرفراز شدند۔ درخلال ایں احوال میر مظفر مذکور بعبادت گاہ بر سر فرنگیاں تاختہ از قضا گولی تفنگ بر پیشانی او رسید۔ وہماں گولی شربت شہادت چشید۔ وفوج ہمراہی او تمام منتشر گردید۔ و بہ ہمیں قسم ترک طہماسپ خاں بخشی توپ خانہ بافوج بر قلعہ کل گری فرنگیاں رخصت گرفتہ بود حرب نمود۔ او نیز شہید شد۔ وفوج ہمراہی اُو ہم پراگندہ و آوارہ گشت۔ سید امیر شاہ نامی رسالدار بر شیوگنجی و بشن گنجی تعین شدہ بود از و ہیچ تردد بعمل نیآمدہ۔ جان بسلامت آورد و کار ہیچ سرانجام نیافت۔

دریں اثنا رایات عالیات نواب نظام الدولہ بہادر برائے تنبیہ اہل فرنگ و استخلاص قلعہ جنجی در حرکت آمد چوں نزدیک قلعہ رسیدہ صفوف آراستہ مصالح و اسباب قلعہ گیری درست نمود بہ تفصیل ذیل متصل قلعہ فرود آمدند۔ منقلائے ہراول راجہ رام چند ر پسر چندر سین با پنج ہزار سوار و پنج ہزار پیادہ و سرانجام دیگر و منقلائے دست راست جانوجی با چہار ہزار سوار و چہار ہزار پیادہ و منقلائے دست چپ ہمت خاں وغیرہ افاغنہ حاکم کرنول و کڑپہ و ساونور و منقلائے چنداول غلام مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ داراں افواج ہراول قول شاہنواز خاں با بخشیاں و رسالہ داراں ہمگی پنج ہزار سوار ہراول دستِ راست و ببرنایک و دیگر زمینداراں آں نواح با پنج ہزار سوار و پانزدہ ہزار

پیادہ ہمراہ او تلے دست چپ لچھمن راؤ کھنڈاکلہ و مرار راؤ وغیرہ با پنج ہزار سوار و
دہ ہزار پیادہ دست راست انورالدین خاں وغیرہ با دہ ہزار سوار و دہ ہزار پیادہ و جزائل
و توپ در ہکلہ وغیرہ۔ دست چپ رحم اللہ خاں و خواجہ امان اللہ خاں پسر قسورہ
جنگ و سردار دیوانی سرکارِ رنگ پٹن[1] وغیرہ با دہ ہزار سوار و دہ ہزار پیادہ و جزائل و توپ
در ہکلہ وغیرہ سرانجام ملتمس قلضی وایم وغیرہ با دو ہزار سوار و دو ہزار پیادہ و صف شکن خاں و یعقوب خاں
و میر مقتدا خاں وغیرہ با پنج ہزار سوار در فوج طرح قیام داشتند۔ در قول عقب
فیل نواب میرزا محمد خاں بخشی و شاہ بیگ خاں دخانساماں و شیخ محمد سعید
رسالہ دار و دیگر امرایان وغیرہ صف ہا ترتیب دادہ با دہ ہزار سوار مستعد شدہ
بر قلعہ جنجی توپ اندازی شروع شد۔ ازبسکہ باران گولہ ہا از قلعہ می بارید۔ کسے
جرأت بہ یورش نمی نمود و از قلعہ جنجی بیل پور نہ کردہ بود و ازیں جا قلعہ پھولچری
دوازدہ کروہ و کور تدور سردار فرنگیاں ہر روز بہ کمک فوج خود رسد و غلہ
و سرانجام جنگ مثل باروت و جمیعت ہمراہ مظفر خاں گارڈی کہ سرگروہ
گارڈیاں بود می فرستاد و ازو از پھولچری شباشب در قلعہ جنجی می آمد۔
یک روز در قلعہ جنجی ماندہ باز بہ پھولچری می رسید۔ ایں قسم جنگ تا دہ روز
درمیان بود بسبب نزول باراں و کم یابی علف جانوراں مردم بتنگ آمدہ
بودند و فرنگیاں ناکہ ہا را بند کردہ رسد را آمدن نمی دادن قیمت حبوبات
بہ مرتبہ شد کہ در یک روپیہ آدم سیر نمی شد۔ از بازوئے قلعہ جنجی و پیش لشکر
دریائے چکراوتی در طغیانی بود و معبر نداشت فوج سرکار نمی تواند شد کہ از
آب عبور نماید و ایں طرف دریائے مذکور قلعہ بیل پور برائے آمدن مظفر خاں
و کمک پھولچری میدان خالی بود و عقب قلعہ جنجی پالہ دلوانم و پالہ گیر آں جا
باجمیعت پنج ہزار پیادہ و دو ہزار سوار در مخالفت نواب کوشش بسیار داشت

---

[1] مراد از حیدر علی خاں نائیک

درعین پالاماء قلعہ کلول گڑھ بکمال استحکام کہ گذر پرندہ برآں تعذر داشت در تصرف او بود و در میدان متصل آں بفاصلہ پنج کروہ دروآور قلعہ الیست و در کمال مضبوطی و استحکام واقع است۔ و راہ قلعہ ترچناپلی از نزدیک آں می گذشت۔ فرنگیاں تھانۂ خود قایم ساختہ بنجارہ راکہ رسد بلشکر می رسانیدند۔ آنہا را مقتول می نمودند۔ و از آں جا چہار کروہ بر دست راست قلعۂ تلکنور[۱] کہ آبادی خوب داشت در دستِ فرنگ قایم بود از آں جا بر دستِ چپ قلعۂ دیگر راوت نلور پنج کروہ بر سرِ کوہِ بلند واقع است سربفلکِ ہفتم می شود بدستِ کسانِ فرنگ بود۔ غرض کہ لشکر نواب را مرکز وار نرغہ کردہ بودند۔ ایں خبر بنواب مفصل رسید از استماع ایں اخبار سرداراں صاحبِ فوج را حکم فرمود کہ از لشکر جدا شدہ تہیۂ تسخیر ایں قلاع نمایند۔ بسبب شدتِ بارش احدی توفیق بیروں برآمدن نیافت ازیں جہت نواب نظام الدولہ بہ میر نجف علی خاں کہ نزدیک قلعۂ سلٹ گڑھ عرف نجف گڑھ مفتوحہ مقام داشت حکم نوشت کہ سردارانِ حضور قدرت برآمدن از لشکر ندارند و احوال بر لشکر شکستہ بایدکہ جرأت را کار فرمودہ نظر بر قوۃ فتاح قوی نمود اول قلعہ نرواریکم را فتح نمودہ تھانۂ خود درآں جا قایم سازند تا راہ رسد غلہ کشادہ شود و از آں جا بہ بندوبست و احتیاط تمام سوار شدہ پالہ گیر پالہ ڈوالم کہ با فرنگیاں موافقت اختیار کردہ است تنبیہ نماید و از آں جا بیل پور را محاصرہ نمودہ فتح کردہ تھانۂ خود قایم سازند تا راہِ کمک فرنگیاں کہ از پھولچری آیند مسدود شود۔ میر نجف علی خاں بمجرد رسیدن ایں حکم تکیہ بر فضل ایزد مستعان نمودہ نزدیک

---

[۱] بعض نسخوں میں تلسکور ہے۔

قلعه نروانگم که مکان مستحکم بود و دریا نزدیک واقع است بسبب طغیانی دریا عبور آں اشکال داشت خود براسپ سوار شده اسپ را شناور کرده عبور نموده و میر محمد رضا خاں و میر نظر علی برادر خورد را برائے عبور بنگاه و بهیر برکنار دریا گذاشت و خود بامعدودچند پیاده ها و جزایل اندازاں نزدیک قلعه رسیده محاصره نمود ـ یک شلک توپ وغیره از قلعه سر دادند ـ آخر تاب جنگ نیاورده قلعه را خالی گذاشته از راه مخفی روبگریز آوردند ـ درعرصه چهار گھڑی قلعهٔ عمده فتح شد ـ تا بحدے که عقب مانده ها را خبر فتح نرسید ـ میر نجف علی خاں تھانهٔ خود قایم نموده لشکر خود را ترتیب مناسب داده فرود آورده خود زیر درخت نشسته خبر فتح قلعه و نذر مبارکباد بجناب نواب می نوشت ـ دریں اثنا میر نظر علی برادر میر نجف علی خاں بهیر و بنگاه آمده ملحق شدند ـ چنانچه خانِ عالی شان عرضی درجناب نواب می نوشت ـ مردم ازیں فتح غیبی متعجب گشته بسیرِ قلعه رفتند ـ و از جنس پارچه و غله وغیره مواشی که مملو بوده تمام لشکر از غنیمت مستغنی شدند ـ و بازاریاں برقدر باربردار خالی داشتند از غله و جنس پُر کردند کمالِ رفاه بحالِ لشکر میر نجف علی خاں راه یافت ـ و رسد و غله برائے عساکرِ نواب هم جاری شد ـ دوصد سوار و چهارصد پیاده و پنجاه اسپ و پنجاه گارڈی دریں قلعه بطریق تھانه نگاه داشت ـ یکروز مقام فرمود و جشن ترتیب داده و فوج را باسرداران چند بر قلعه رادت نلور که ازآں جا پنج کروه بود و برادرزاده چند اصاحب درآں قیام داشت فرستاد ـ و ازآں جا تمام مواشی قلعه مذکور مع رعایائے قلعه در لشکر آوردند ـ گاؤ و بز بقیمت چهار آنه یعنی روپیه را چهار بفروش کسے خرید نمی نمود چوں خاطر ازایں قلعه و از راه رسد غله نواب را جمع شد بموجب حکم برائے فتح پاله و ملوانم و قلعه کلول کھره

وتلکنور عزم مصمم نمود۔

گفتار در بیان فتح تلکنور و پاله وٹوانم و قلعہ کلول کڑہ

چوں میر نجف علی خاں از آں جا کوچ نمودہ بر پالہ وٹوانم رسید۔ پالہ گیر
آں جا از غرور فوج وہجوم اشکار اشجار جنگلی کہ ہوش آدمی از سرمی برید،
غرور تمام داشت۔ از دبدبۂ فوج و نام سردار کہ در آں نواح از مردی و
مردانگی روی دادہ بود ترساں وہراساں شدہ وکیل خود را فرستادہ رجوع
آوردہ عرضی نوشت مضمونش ایں کہ تا حال بر سر من کسے آقا بنود کہ روبروئے
اُو جاں نثاری کنم۔ نام صاحب را بسیار شنیدہ ام اگر بر سر من دست دارند
و مرا در نوکراں و فدویاں شمارند تردّدات نمایاں بعمل می آرم وضیافت ہائے
لایق ایشاں فرستادہ از مطالعہ عرضی و رجوع آوردن وکیل اُو مردم
تعجب ہا کردند۔ میر نجف علی خاں در جواب اُو نوشت کہ درصورت فدویت
بصدقِ دل و رجوع آوردن عفو جرائم اُو نمودہ رعایت ہا دِر نظر داریم بہتر ہمیں
است کہ خود را بجناح استعجال بملازمت رسانیدہ خدمت گاری بجا آرد۔
بعد نوشتن خط وکیل اُو را خلعت فاخرہ دادہ رخصت فرمود اُو رفتہ حقیقتِ
حال بہ پالہ گیر مذکور باز گفت بمجرد رسیدن وکیل قسم وپیمان درمیان آوردہ
برائے ملازمت رسید۔ از آمدن اُو در لشکر میر نجف علی خاں تقویت
دوچنداں زیادہ شد۔ دریں اثنا قلعہ تلکنور کہ از آں جا سہ کروہ بود فرنگیاں
وگارڈیاں در آں قیام داشتند۔ بمجرد شنیدن ایں خبر قلعہ را خالی گذاشتہ
قرار بر قرار دادہ جان بسلامت بردند۔ ازیں خبر میر نجف علی خاں آگاہ شدہ
شکر و حمد فتاح حقیقی بجا آوردہ تھانہ دوصد سوار و پیادہ مع بے اسپ دریں قلعہ

فرستاد۔ درآں جا ہم جنس غلہ وغیرہ بود۔ مردم لشکر رفتہ تا حتی المقدور برداشتند۔ و لشکریاں غنیمت معقول بدست آوردند و میر نجف علی خاں با زمیندار پالہ و ٹوانم پیغام نمود کہ اگر در فدویت و جاں نثاری ارادۂ تو درست الیست قلعۂ کلول کہرہ کہ بتصرف تست تھانۂ ما باشد۔ و از قلعۂ جنجی فکر تسخیر نمائی۔ اُو قبول نمودہ تھانۂ خانِ عالی شان قایم نمود و تھانہ خود ہم داشت بہ تدبیر تسخیر قلعہ جنجی بعرض رسانید۔ کہ دیوار قلعۂ جنجی از طرف پالہ و ٹوانم بسیار خوردا ست۔ نردبانِ برفراز آں میرسد اگر حکم شود سہ صد نردبان ہا موافق فصیل تیار نمایند۔ فرنگیاں ازیں سرحد غافل اند در غفلت آنہا از نردبان ہا بر فصیل سوار شدہ قتل فرنگیاں بعمل باید آورد خانِ عالی شان حکم فرمودند کہ نردبان ہا جلد مہیا سازند۔ دریں اثنا حکم نواب رسید کہ چوں آں فدوی بے نظیر اقامت دارند و قلعۂ بیل پور از لشکرِ فیروزی نہ کروہ فاصلہ دارد ولیکن سردارانِ فوج بسببِ طغیانی دریائے چکراوتی نمی تواند رسید۔ و منظفر خاں گارڈی میدان را خالی یافتہ ہر روز از پھولچری بکمک جنجی می آمد قسمی تردد نمایند کہ قلعہ بیل پور بدست آید و تھانہ سرکار درآں جا قایم شود در جلدوی ایں خدمت ہائے پسندیدہ پنج محال ترواذی وغیرہ کہ سی لک روپیہ جمع کامل و محاصل آن زیادہ از تنخواہ است عنایت فرمودیم باید کہ عمل خود جاری سازند۔ میر نجف علی خاں بمجرد رسیدن حکم عمال را بر محلات متعلقہ فرستاد و بطرف بیل پور کوچ کرد و دریں اثنا منظفر خاں گارڈی کہ با جمعیت خود از پھولچری می آمد متصل بیل پور مقابل شد تا دو پہر جنگ بمیان آمد۔ آخر تاب جنگ نیاوردہ منتشر و منہزم گشت۔ و جائے پناہ سوائے عبور دریائے چکراوتی کہ ہراول لشکر نواب بر لب آں دریا بودند۔ اتفاقاً جانوجی بنالکر

با فوجِ خود و امان اللہ خاں با فوج سرکار برائے گشت و طلایہ برلبِ دریائے مذکور رسیدہ بودند مظفر خاں را تنہا یافتہ دستگیر کردند و نزدِ نواب بردند نواب حکم قید فرمودند و کیفیت دستگیر شدنِ اُو مفصل بخدمت نواب ظاہر گشت بسیار تحسین و آفرین بہ میر نجف علی خاں نوشتند۔ خانِ مذکور بعد از دستگیر شدنِ اُو تھانۂ خود در بیل پور قایم نمودہ۔ بطرف پالہ وٹوانم کوچ نمود باراں بشدت تمام می بارید و ایں واقعہ بتاریخ بست و دوم شہر ذی حجہ ۱۱۶۳ھ وقوع یافت۔ در دو منزل بر پالہ وٹوانم رسیدہ خبر تیاری نردبان ہا گرفتہ قریب دو صد نردبان ہا تیار شدہ بودند۔

چوں نجف علی خاں دید کہ عشرہ محرم الحرام نزدیک رسید۔ مکان صاف و پاک دیدہ مقام نمودہ مشغول تعزیۂ امام مظلوم علیہ الصلواۃ السلام گردید۔ و در عین عشرہ فرنگیاں از ہر چہار طرف ہنگامہ ہا برپا نمودند۔ و یورشہا کردند لیکن خانِ عالی شان از جائے خود حرکت نہ نمود۔ و از تعزیۂ عاشورہ انفراغ یافت خبر رسید کہ سہ صد و پنجاہ نردبان ہا تیار شدہ اند۔ بمجرد استماع ایں خبر مستعد شدہ بجناب نواب معروضداشت کہ ایں فکر نمودہ ام حضرت با افواج سوار شدہ بظاہر قلعہ جنجی استادہ شوند تا فرنگیاں بطرف حضرت مشغول باشند و از ایں طرف غافل شوند۔ فدوی دریں فرصت بر فصیل جنجی برآمدہ ایں ملاعین را قتل و اسیر می سازد۔ تا دو روز در جواب آں عرضی انتظار کشید آخر چناں استقرار یافت کہ فردا جواب عرضی بیاید یا نیاید کار خود باید ساخت در خلال ایں احوال چہار گھڑی شب ماندہ آواز توپ ہا از لشکر نواب بگوش میر نجف علی خاں رسید۔ معلوم نمودند کہ نواب بریں فریق بے توفیق یورش نمودہ باشند خبرداری خود و آرایش صفوف پرداخت۔

چوں صبح صادق روشنئ خود ظاہر ساخت شتر سوار و ڈاک سوار را چہار طرف
برائے خبر ارسال داشت ۔ یک پہر روز برآمدہ خبر رسید کہ لشکرِ نواب
بسیار حال تباہ دارد ۔ از این خبر وحشت اثر نہایت الم روئے نمود ۔
خصوص براحوال میر نجف علی خاں کہ دست گرفتہ نواب نظام الدولہ بود
وطلب سہ بندی سپاہ قریب نہ لک روپیہ شدہ و علاوہ آں در دستِ
فرنگیاں با حاطہ در آمدہ بودند ۔

گفتار در بیان شہادت نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ

بتقدیر کردگار از دستِ ہمت خاں افغان ملعون بدکردار

چوں مظفر خاں گارڈی سازش نمود با فرنگیاں وگورنددر وسرگروہ فرنگیاں
پیغام فرستاد کہ اگر افاغنہ یعنی ہمت خاں وعبدالنبی خاں حاکم کرنول وکڑپہ
از آباؤ اجداد نمک پروردۂ نواب آصف جاہ اند ۔ ہمت خاں ملعون با نواب
نظام الدولہ بسیار مربوط است وکمال بندگی دارد ۔ بطرف شما شود ۔ ما کارِ
نواب را آخر می سازیم و رام داس پنڈت نامی متصدی سرکار نواب
ہدایت محی الدین خاں طرح موافقت انداختہ شریک میرزا محمد خاں وغیرہ
شد ۔ فرنگی ازیں خبر آگاہ گشتہ در دلِ خود بسیار ہراس بہم رسانید کہ اگر ایں
خبر انتشار یا بد و چشم زخمے بنواب برسید عالمی را خراب خواہد ساخت ۔
(۱۰۳) با افاغنہ خط نوشت کہ ہمہ ہا یک دل شدہ نواب را از میان بردارید و
سعد اللہ خاں[۱] را بجائے او بنشانید ہر چہ خزانہ بدست آید تقسیم کردہ خواہم
گرفت و ہر چہ شما خواہند خواست از ملک و مال و املاک دہانیدہ خواہد شد ۔

---

[۱] مراد از ہدایت محی الدین خاں مظفر جنگ ست

افاغنہ تدابیر مذکور را باعث عروج خود تصور نمودہ مردم را بایں کار مخفی دعوت کردند۔ میرزا محمد خاں بخشی و جانوجی نبالکر و شیخ محمد سعید نار نولیہ رسالدار و شاہ بیگ خاں و رام داس پنڈت و شجاعت خاں جمعدار قدیمی و رائے بشنداس وغیرہ یک دل گشتہ باخود ہم عہد و پیمان شدند۔ و در قتل نواب ہمدستاں شدہ محضر ساختند۔ بعضے می گویند کہ محمد انور خاں ہم دریں مصلحت شریک بود۔ بہر حال نمک بحراماں یک دل شدہ فرنگیاں را اشارہ کردند کہ شما فلاں وقت بیایند ما نواب را مقتول می سازیم چنانچہ فرنگیاں بتاریخ سیزدہم محرم الحرام غلغلۂ آمد آمدِ خود برپا نمودند۔ ہمہ غازیاں بعرض رسانید کہ مسموع شد کہ فرنگیاں امشب عزم شب خون دارند۔ چنانچہ تمام شب خبرداری و تیاری ماند آخر صبح شد تمام روز ہیچ کس ازآں ماجرا حرفے برزبان نیاوردند۔ چوں شب شد باز ہماں غلغلہ شروع کردند دریں اثنا کسے از مفتریان و نمک بحراماں بعرض رسانیدند کہ شاہ نواز خاں در ہراولے است و با فرنگیاں ساخت دارد۔ نواب نظام الدولہ باوجود کمال اعتبارے کہ بر شاہ نواز خاں داشت۔ وقتِ شب نزدِ خود طلب داشت و فرمود کہ شما امشب بخدمتِ ما حضر باشید۔ شاہ نواز خاں بموجب حکم شب بر مکانِ خود وش کہ ہراولے بود با میر جلال الدین خاں بخشی و مصطفیٰ خاں خویش و متہور خاں و جاں باز خاں خویش دویم اُورا قایم کردہ خود بخدمت نواب حاضر ماند چوں نصف شب شد باز بدستور دو سہ شب خبر آمد آمد اہلِ فرنگ اشتہار یافت۔ ازآں جا کہ دو سہ شب ایں خبر غلط شدہ بود ہیچ کس باور نمی نمود۔ بہ خبرداری و تیاری نہ پرداخت۔ آں روز قرار داد و مقرر شدہ کہ امشب البتہ بیایند۔ لہٰذا ہمہ نمک بحراماں بعرض رسانیدند کہ سہ شب متواتر بریں قسم حرکات لغو بعمل آمد۔ مردم لشکر استہزا و ریش خندی نمایند۔

ازیں سخناں نواب اصلا بہ خبرداری متوجہ نہ شدند۔ راجہ رام چندر کہ ہراقلے بیشتر بطریق منقلا بود حرکت فرنگیاں و آمد و شد مردم افاغنہ و جاٹوجی وغیرہ درگروہ آنہا معائنہ نمودہ ہماں وقت مفصل معروض داشت۔ نواب برائے استفسار ایں خبر چوبدار پیش جاٹوجی فرستاد۔ و جاٹوجی معروضداشت کہ در رکاب حضرت دو لک سوار مثل فدوی ہزار ہا جمع اند اول ہرچہ بر ما خواہد گذشت بعد ازاں بر لشکر حضرت خواہد رسید۔ رام چندر ہنوز طفل است، اُو چہ دیدہ است۔ اخبار باطل و واہی فرستادہ، در لشکر مردم ریش خند می نمایند حضرت باآرام تمام بے فکر باشند۔ ازیں سخناں خاطر نواب اندک جمع شد وقت یک پہر شب باقی ماندہ طعام خاصہ طلبید برائے نماز شب کہ گاہی ناغہ نبود برخواست ہمہ سرداراں بے ایمان در دیوان خانہ حاضر بودند۔ نواب از مکانِ ضرور بعد قضائے حاجت برآمدہ بر چوکی نشستہ وضو می نمود۔ پنج گھڑی شب باقی ماندہ بود یک مرتبہ آواز توپ ہا از طرف جاٹوجی مرہٹہ و افاغنہ ملاعنہ شروع شد۔ و ہنگامۂ عظیم بر احوال لشکریاں طاری گشت۔ امرایاں نمک بحرام بنواب عرض می نمودند کہ در فیل خانۂ سرکار یک فیل مست شدہ است بر مردم ہنگامہ می نماید۔ نواب ایں معنی را قبول نہ کردہ سواریٔ خاص طلبید۔ تا کہ سواری حاضر شود۔ فرنگیاں اندرون لشکر توپ زدہ آمدند و توپ خانۂ سرکار کہ تعین نا سرداراں بود اکثر فرنگیاں را بر سرِ توپ ہا قایم نمودہ۔ گولہ ہا بر خیمہ نواب سر می دادند۔ غرض کہ از ہر چہار طرف بازارِ عداوت قایم شد بمجرد رسیدن فیل سواری نواب بے سرانجام سلوح سوار شدہ مستعد گشت۔ قریب سہ ہزار سوار در رکاب افتاں و خیزاں حاضر شدند چوں مقامات زیادہ شدہ بود ہمہ مرداں نزدیک خیمہ ہائے خود چاہ ہا و چشمہ ہائے آب

کندہ بودند۔ در تاریکی شب کسے راخیال آں نماند، ہزاراں سوار در چپا ہا۔ افتادند ۔ در خواصی نواب نظام الدولہ فتح الدین خاں عرض بیگی نشستہ بود نواب فیل را جلد کردہ درمیان فرنگیاں انداخت ۔ و اکثر فرنگیاں را بقتل رسانید آنہا منہزم شدہ برخیمہ ہائے نواب شلک بندوق ہا و توپ ہا ریختند و از عقب لشکر ہم چہار ہزار گارڈی و ہزار فرنگی آمدہ دست بغارت کشودند ۔ بموجب اشارہ منافقاں ہمہ جا ملو شدند ۔ نواب نظام الدولہ دیدند کہ دریں وقت کسے رفیق نمی شود تمام سرداراں برگشتہ اند۔ بہمت خاں افغان رعایت ہا نمودہ ایم و اُو را برادر خود خوانیدہ ایم و از قید خلاص نمودہ احسان ہا کردہ الم و اُو جراُت دارد شاید بکمک اقدام خواہد نمود ۔ جنگ کناں بطرف ہمت خاں شقی آمد دریں اثنا اکثر مردم کہ در آں وقت رفیق نواب شدہ بود از ضرب گولۂ توپ و گولی بندوق شہید شدند تا بحدے کہ جنگِ عظیم واقع شد ۔ زنجیر فیل از گولہ ہائے توپ راہ فنا گرفتہ و قریب دو ہزار سوار مع اسپ افتادند ۔ نواب بہزار محنت و سعی خود را تا بہ ہمت خاں شقی رسانیدہ ۔ چوں نگاہ نواب بر ہمت خاں ملعون افتاد و ملاحظہ نمود کہ ہمہ افاغنہ برافیال خود ہا مستعد با فوج استادہ اند نواب مظلوم بآوازِ بلند گفتند کہ اے برادرِ من ہمت خاں بہادر ایں وقت کمک و ہمت است ۔ آں شقی الاشقیا بسلام و مجرا متوجہ نشد ۔ نواب دستِ خود را بر سر گذاشتہ باز بہ ہمیں قسم مجدداً فرمود ۔ آں مردود ملعون نزدیک فیلِ نواب خود را رسانید۔ عبدالنبی خاں و پسر عبدالمجید خاں ہمہ با اُو متفق شدہ نزدیک فیل نواب آمدہ دیدند کہ در آں وقت ہمراہ نواب کسے از رفقاء باقی نماند شیر بچہ کہ برفیل خود داشت سینۂ نواب را ہدف ساختہ سر داد بمجرد رسیدن گولی

نواب مظلوم جان بحق تسلیم نمود۔ و فتح الدین خاں پا برسینۂ نواب گزاشته از فیل جهد کرده خود را پائین انداخت در آں حالت افغاناں اُو را نیز یک شمشیر برسر زد زخمی شده بر خاک افتاد لیکن زنده ماند و در آں مکان حاجی سبحانی قوال٬ از اولاد تان سین که داروغۂ نقار خانۂ نواب بود کشته شد و میرزا محمد خاں بخشی سایر باوصف موافقت افاغنه و فرنگیاں خود را از فیل افگنده رو به هزیمت نهاد۔ و درچنیں حالت یک سپاهی از ملازمانِ نواب نزدیکِ اُو استاده بود گفت که تو بخشی سایر باشی و نوبتِ نواب بایں حالت رسید و تو می گریزی ایں بگفت و یک شمشیر برسر اُو زد که نرمۂ گوشِ اُو بریده شد باوصف آں او گریخت۔ محمد انور خاں با سواری هائے محمّل و صلابت جنگ بهادر و اسد جنگ بهادر و بسالت جنگ بهادر همه صاحب زاده ها که گریخته در لشکر راجه رامچندر که با هفت هزار سوار قایم استاده بود رفته پناه گرفتند و اُو استقبال نموده ایں ها را در قلبِ لشکر خود نگاه داشته۔ دیگر رساله داراں و بخشیاں بعضے ها گریخته رفتند۔ و بعضے زخمی شده افتادند۔ محمد ماه که نصیب یار خاں شد و بعد ازاں ظفر یار خاں مخاطب گشته بود۔ از گولی بندوق افتاد۔ و بعد از چند روز جانِ خود را نثار نواب شهید نمود۔ سید دایم را یک گولۂ توپ از دور رسیده بود چنداں زخم کاری نرسید۔ لیکن در گریختن جان خود را باخت۔ حیدر یار خاں و ابو الغفر خاں هماں وقت رفیق نواب سعد الله خاں[۱] بهادر شدند۔ افاغنه ایں قسم جرأت کرد بجائے خود در کمال تحیّر و توقف بودند که شاید فوج نواب از ما برگردد۔ امرا فرصت یافته فوج را مقابل ما کنند٬ خود را مردِ میدان ایں امر ندیده جلد فیلِ نواب سعد الله خاں[۱] را که مقید بود پیش آورده برفیلِ نواب شهید نشانده نوبت نواخته سرِ نواب

---

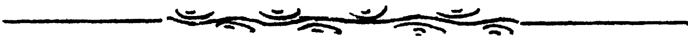
[۱] برادر از هدایت محی الدین مظفر جنگ است۔

شہید از تن جدا ساختند و دریں اثنا، چاند خاں فیل بان جرأت نمود یک افغان را کہ برائے بریدن سرِ نواب آمدہ بود بہ شمشیر قتل ساخت۔ افاغنہ دیگر آں دلاور را نیز کشتہ و سرِ نواب مظلوم را بر سناں نیزہ کردہ برداشتہ گردانیدند۔ خانِ عالم و شیخ علی خاں جنیدی با فواج ہائے خود برائے تلاش نواب می آمدند۔ چوں سرِ مبارک را بر نیزہ دیدند پس پا شدہ گریختند دریں اثنا صبح شد و آں روز چہار شنبہ شانزدہم محرم بود تمام نمک بحراماں با ہم عہد و پیمان نمودہ بودند رام داس پنڈت را دیوان مظفر جنگ قرار دادہ نذر مبارک باد دادند۔ ہمہ ملاعین با شاہنواز خاں عداوت قلبی داشتند۔ خانِ مذکور از فیل فرود آمدہ پا پیادہ شدہ خواست کہ خود را مخفی سازد دریں ضمن چند جمعداران با برادری ہائے خود از دور بدیدند، آمدہ دستگیر نمودند کہ تو دیوان و مدار المہامِ کل باشی و احوالِ آقا با ایں نوبت رسید تو گریختہ می روی بیا بر سرِ ما استادہ شو، ما با افاغنہ و فرنگیاں و ہدایت محی الدین خاں جنگ می اندازیم۔ شاہنواز خاں دید کہ ایں ہا نمی گزارند و مردِ میدان ایں ہمہ ملاعنہ نخواہد شد باینہا گفت کہ شما ہا ہمہ متفق شوید ایں جانب ہم جائے بنشینم چہار پنج سوار نزدِ من نگاہ دارید تا یک پہر من ایں جا حاضر ام۔ آنہا برائے جمع نمودن از ایشاں جدا شدند پنج سوار نزدِ شاہنواز خاں گذاشتہ گرد آوری سواراں می نمودند خانِ مذکور پا پیادہ با دو خدمت گار بدست پنج سوار گرفتار شدہ نشستند۔ دریں اثنا میر محب علی برادرِ حقیقی میر نجف علی خاں کہ بخشئی خاصہ برداران نواب نظام الدولہ بود بتلاش شاہ نواز خاں می گشت از آں جا با ایں حالت یافتہ بمجرد رسیدن آں جا شاہنواز خاں را از دستِ آنہا خلاص کردہ بر اسپِ خود سوار نمودہ خود پا پیادہ شدہ بارادۂ ایں کہ شاہنواز خاں را در لشکر

میر نجف علی خاں رساند اسپ را جلد کرد با چہار پنج خدمت گار خود روانہ شد۔ دراثنائے راہ داور بخش محمدؐ، داروغۂ خوشبو خانہ رفیق شد۔ میر محب علی یک اسپِ سپاہی کہ گریختہ می رفت کشیدہ گرفتہ خود بر آں سوار شد تا نزدیک قلعہ چٹ پٹ کہ قلعدار آں جا میر اسد بود رسید از آں جا کہ شاہ نواز خاں را چوں رابطۂ سواری بنود بسیار ماندہ شدہ طاقتِ یک قدم پیش رفتن نداشت۔ متصل قلعہ تالاب بود برلبِ آں فرود آمد۔ میر اسد مذکور ہم پیش از اں چہار گھڑی از لشکر نواب گریختہ درچٹ پٹ آمدہ بود۔ خبر شاہنواز خاں شنیدہ خود بیرونِ قلعہ آمدہ آشنائی خود در اظہار نمود و تملق بسیار کرد۔ و شاہ نواز خاں و میر محبِ علی را در قلعہ خود درآوردہ ضیافت نمودہ باخود نگاہداشت غرض کہ در لشکر تابست کردہ گرد و نواح عجب تہلکۂ عظیم رُوئی نمود کہ عالمے غریق بحرِ فنا گشتند۔ و در لشکر افاغنہ و گارڈیاں تا سہ روز مردم را غارت می نمودند۔ و قتال بمیان بود۔



تبصرے اور تذکرے



تتمہ صوان الحکمۃ

تالیف الامام ظہیر الدین ابوالحسن علی بن ابی القاسم زید البیہقی المتوفی ۵۶۵ھ

حکمائے قدیم کے احوال و اقوال میں مصنفین اسلام نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں اُن میں صوان الحکمۃ سب سے قدیم اور ممتاز تر کتاب ہے۔ اس کے مصنف ابوسلیمان منطقی محمد بن طاہر بن بہرام السجزی[1] چوتھی صدی کے مشاہیر حکماء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ابوالبشر متی بن یونس النصرانی المتوفی ۳۲۸ھ[2] اور ابوزکریا یحییٰ بن عدی المنطقی المتوفی ۳۶۴ھ[3] کے شاگرد تھے۔ مدت تک ابوجعفر احمد بن محمد بن خلف امیر سجستان (۳۱۱ھ - ۳۵۲ھ) کی مصاحبت میں رہے۔ ۳۵۲ھ میں جب امیر ابوجعفر قتل ہوگیا تو بغداد چلے آئے۔ عضد الدولہ دیلمی ابوشجاع فناخسرو[4] (۳۳۸ھ - ۳۷۲ھ) ان کے ساتھ

---

[1] (۱) ابن ندیم۔ الفہرست طبع مصر ص۳۶۹۔ (۲) شہرستانی۔ الملل و النحل۔ طبع مصر جلد ثانی ص۴۰۔ (۳) بیہقی۔ تتمہ صوان الحکمۃ۔ طبع لاہور ص۴۔ ترجمہ فارسی ص۵۳ (۴) جمال الدین قفطی۔ اخبار الحکماء طبع مصر ص۱۸۵ (۵) شہرزوری۔ نزہۃ الارواح ترجمہ فارسی موسوم بہ کنز الحکمۃ طبع طہران جلد ثانی ص۱۱۴ ۔ (۶) ابن ابی اصیبعہ۔ عیون الانبا طبع مصر۔ جلد اول ص۳۲۱ ۔

[2] (۱) عیون الانبا۔ جلد اول ص۲۳۵ ۔ (۲) بروکلمان۔ ادبیات عرب۔ جلد اول ص۲۰۷ ۔

[3] (۱) عیون الانبا جلد اول ص۲۳۵ ۔ (۲) بروکلمان۔ ادبیات عرب۔ جلد اول ص۲۰۷ ۔

[4] ابن خلکان۔ وفیات الاعیان جلد ثانی ص۴۸۱ ۔

کمال مراعات سے پیش آیا کرتا تھا۔ بغداد میں ان کے مکان پر بڑے بڑے حکماء اور فلاسفہ جمع ہوتے اور اُن میں علمی مذاکرے اور مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اُن مجالس میں ابو سلیمان کی حیثیت حکم کی ہوا کرتی تھی۔ ان میں سے بعض مجالس کے مذاکرات و مباحثات کو ابو حیان توحیدی نے بصورت کتاب جمع کیا اور ہر مجلس کو مقابسہ سے موسوم کرکے اس مجموعہ کا نام مقابسات رکھا ہے[1]۔

ابو سلیمان معلم ثانی ابو نصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ کے بعد اور شیخ الرئیس بو علی سینا المتوفی ۴۲۸ھ سے پہلے گزرے ہیں۔ ان کی ولادت اور وفات کا زمانہ ابھی تک تحقیق نہیں ہوا ہے۔ بعض واقعات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ۳۷۱ھ اور ۳۷۲ھ میں زندہ موجود تھے۔ مثلاً ابو حیان توحیدی نے مقابسات کے باسٹھویں مقابسہ میں بیان کیا ہے کہ اُس نے ۳۷۱ھ میں ابو سلیمان سے کتاب النفس پڑھی ہے۔ وزیر ظہیر الدین ابو شجاع نے جس کا ۴۸۸ھ میں انتقال ہوا ہے۔ تجارب الامم کے ذیل میں لکھا ہے کہ جس وقت عضد الدولہ کا انتقال

---

[1] ابو حیان توحیدی علی بن محمد بن العباس الصوفی مشہور متکلم اور فیلسوف گزرا ہے۔ ۴۰۰ھ تک بقید حیات موجود تھا۔ ابن جوزی نے اس کو زنادقہ اسلام میں شمار کیا ہے۔ پروفیسر مارگولیوتھ نے اس کے حالات اور تصنیفات کی نسبت ایک نوٹ لکھا ہے جو دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد اول ص۳۳۳ میں شایع ہوا ہے۔ نیز کتب ذیل میں بھی اس کے حالات مرقوم ہیں۔ (۱) یاقوت۔ معجم الادبا جلد خامس ص۳۸۰ (۲) ابن خلکان۔ وفیات الاعیان جلد ثانی ص۹۷۔ تذکرہ ابن العمید کے تحت (۳) ابن سبکی۔ طبقات الشافعیہ جلد رابع ص۲ (۴) ذہبی۔ میزان الاعتدال جلد ثالث ص۳۵۵۔ مقابسات کے دو ایڈیشن طبع ہوئے ہیں پہلا ۱۳۰۶ھ میں بمقام بمبئی دوسرا ۱۳۴۷ھ میں مصر میں۔ ہمارے اس مضمون میں بمبئی ایڈیشن کے حوالے ہیں۔

ہوا تو اس کے تابوت پر حکماء اور فلاسفہ جمع ہوئے جس طرح کہ سکندر اعظم کے تابوت پر جمع ہوئے تھے۔ ان حکماء میں ابو سلیمان بھی موجود تھے اور ان سب نے دنیا کی بے وفائی اور بے ثباتی پر گفتگو کی۔ یہ واقعہ ۸ ہر شوال ۳۷۲ھ کا ہے[1] اور اس سے ظاہر ہے کہ عضد الدولہ کی وفات کے بعد ابو سلیمان نے انتقال کیا ہے۔

مورخین نے ابو سلیمان کی سات آٹھ تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے[2]۔ منجملہ ان کے صوان الحکمہ سب سے زیادہ مشہور اور ممتاز کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس میں اُن حکماء کے احوال واقوال مذکور ہیں جو اسلام سے پہلے گزرے ہیں۔ امام ظہیر الدین علی بن زید البیہقی نے اس کتاب کا تتمہ لکھا ہے۔ جس میں اُن حکماء کا تذکرہ ہے جو ظہور اسلام کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ فخر الدین غضنفر نے تتمہ کا ذیل لکھا ہے اور اس میں ساتویں صدی ہجری کے آغاز تک مشاہیر حکماء کے تراجم قلمبند کئے ہیں۔

احمد طاش کبری زادہ المتوفی ۹۶۲ھ نے مفتاح السعادہ میں صوان الحکمہ کا دو جگہ ذکر کیا ہے[3] لیکن مصنف کے نام سے لاعلم ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب مین نے

---

[1] ابن خلکان۔ وفیات الاعیان جلد اول ص ۵۴۸

[2] ابو سلیمان کی دوسری تصنیفات کے نام یہ ہیں۔

(۱) کتاب فی کیفیت الانذرات (الفہرست طبع مصر ص ۳۶۹)

(۲) شرح کتاب ارسطو (قفطی ص ۱۸۶)

(۳) رسالہ فی مراتب قوی الانسان (قفطی ص ۱۸۶)

(۴) رسالہ فی اقتصاص طرق الفضائل (تتمہ ص ۴۷)

(۵) رسالہ فی المحرک الاول (تتمہ ص ۴۷) کنز الحکمۃ ترجمہ نزہتہ ارواح جلد دوم ص ۱۱۴

[3] مفتاح السعادہ۔ جلد اول ص ۲۱۸ و ص ۲۳۵۔

آغاز شباب میں دیکھی ہے۔ لیکن اس کے مصنف کا نام یاد نہیں۔
حاجی خلیفہ کی کتاب کشف الظنون میں صوان الحکمۃ کا تذکرہ تین جگہ آیا ہے[۱]۔
ایک مقام پر شہر زوری کی تاریخ الحکما کے حوالہ سے اس کے مصنف کا نام ابی جعفر بن بابویہ ملک سجستان[۲] لکھا ہے دو مقام پر اس کو قاضی ابو القاسم صاعد بن احمد القرطبی[۳] کی تصنیف بتایا ہے۔
حاجی خلیفہ نے ابو جعفر کو صوان الحکمۃ کا مصنف بتانے میں جو غلطی کی ہے۔ شہر زوری کی حسب ذیل عبارت پر اوس کی بنیاد ہے۔ ابو جعفر بن بابویہ ملک سجستان۔ صاحب صوان الحکمۃ یقول فیہ ان کان عالماً فی السیاست۔

۱؎ کشف الظنون۔ طبع استنبول۔ جلد ثانی ص۱۸ و ص۸۹۔

۲؎ ابو جعفر بن بابویہ ملک سجستان سے بلاشبہ ابو جعفر احمد بن محمد بن خلف بن لیث مراد ہے جو خاندان صفاریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ۲۶ شعبان ۲۹۲ھ کو اس کی ولادت ہوئی ہے (تاریخ سیستان۔ طبع طہران ص۲۷۸) ۱۷ محرم ۳۱۱ھ کو تخت نشین ہوا (تاریخ سیستان ص۳۰۱) ۳ ربیع الاول ۳۵۲ھ کو اس کے ایک غلام نے مار ڈالا (تاریخ سیستان ص۳۱۶) اس نے سامانیوں کے زیر قیادت اکتالیس سال سجستان و نیمروز میں حکومت کی ہے اس کی ماں سیدہ بانو عمر بن لیث صفاری کی دختر تھی (تاریخ سیستان ص۲۷۵ و ص۳۱۴) اسی سیدہ بانو سے منسوب کر کے اس کو اور اس کے فرزند خلف بن احمد کو ابن بانو یا ابن بانویہ کہتے ہیں۔ ابن بابویہ غلط ہے۔

۳؎ قاضی صاعد بن احمد القرطبی طلیطلہ کے قاضی تھے۔ انہوں نے طبقات الامم کے نام سے علوم حکمت و فلسفہ اور حکما و فلاسفہ کی بہترین تاریخ لکھی ہے ۴۶۲ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ (ابن بشکوال۔ کتاب الصلہ ص۲۳۴)

اسی طرح قاضی صاعد کے مصنف بنانے میں حاجی خلیفہ کو مفتاح السعادہ کی حسب ذیل عبارت سے مغالطہ ہوا ہے۔ وقد اعتنی بذالک کثیرون منہا الصاعد ھو من مشاہیر الحکما۔ وصنف فیہا کتاب الصوان الحکمۃ قد رایت فی عنفوان شباب وکتاب لطیف لکنی لنسبت اسم مصنفہ۔[ب]

تتمہ کے مصنف کا نام امام ظہیر الدین ابوالحسن علی بن ابی القاسم زید بن محمد بن حسین البیہقی ہے[1]۔ وہ چھٹی صدی ہجری کے مشاہیر علماء سے ہیں۔ امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ کے معاصر تھے۔ ایام شباب میں مشہور حکیم عمر خیام کو دیکھا تھا۔ اور اون سے حماسہ کے ایک شعر کا مطلب بھی دریافت کیا تھا۔ ۴۹۰ھ میں یا اس کے کچھ مدت بعد ان کی ولادت ہوئی ہے۔ ستر سال سے زیادہ عمر پاکر انہوں نے ۵۶۵ھ میں انتقال کیا ہے۔ عربی فارسی میں بہت سی نفیس کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یاقوت حموی نے معجم الادبا میں ان کی چوہتر کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ منجملہ اُن کے بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) تاریخ بیہق[2]۔ بیہق خراسان کا قدیم شہر ہے۔ اس کو سبزوار بھی کہتے ہیں اس کتاب میں ان علماء۔ ادباء۔ شعراء۔ امراء۔ وزرا اور سادات کے تذکرے ہیں جو بیہق سے منسوب ہیں۔ سلطان اعظم ابوالحارث معزالدین سنجر بن ملک شاہ سلجوقی کی

---

[1] امام بیہقی کے حالات کتب ذیل میں دیکھئے (۱) یاقوت حموی۔ معجم الادبا، جلد خامس صـ ۲۰۸ و صـ ۲۱۸ (۲) دی سیلان۔ ترجمہ انگریزی تاریخ ابن خلکان جلد ثانی صـ ۳۲۳ (۳) بروکلمان۔ تاریخ ادبیات عرب جلد اول صـ ۳۲۴ (۴) جرجی زیدان۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ثالث صـ ۱۰ (۵) ریو۔ مخطوطات فارسی۔ ضمیمہ صـ ۶۰ و صـ ۶۱۔

[2] حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون جلد اول صـ ۲۲۲۔

وفات کے بعد ملک مویدای آبہ والی نیشاپور کے عہد حکومت میں اس کو امام بیہقی نے ۵ شوال ۵۶۳ھ کو تمام کیا ہے۔ اور سال گزشتہ آقائے احمد بہمنیار کی سعی و کوشش سے طہران میں چھپی ہے۔

(۲) جوامع احکام النجوم[1] بزبان فارسی۔ یہ کتاب علم نجوم میں ہے۔ اور اس کے مخطوطات کتاب خانہ آصفیہ اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں موجود ہیں۔

(۳) غرر الامثال و درر الاقوال[2] اس کتاب میں عربی زبان کے امثال و اقوال جمع کئے ہیں۔ دو جلدوں میں ہے۔

(۴) مشارب التجارب و غوارب الغرائب[3] ابو النصر العتبی کی تاریخ یمینی[4] کا ذیل ہے۔ اس میں ۴۱۰ھ سے ۵۶۰ھ تک ڈیڑھ سو سال کے وہ واقعات قلمبند کئے ہیں جو آل سبکتگین آل سلجوق اور شاہان خوارزم شاہیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یاقوت حموی نے معجم الادبا میں صاحب ابن عباد کا تذکرہ[5] اور ابن اثیر نے ۵۶۸ھ کے حوادث میں خوارزم شاہیوں کے حالات اسی کتاب سے نقل کئے ہیں[6]۔ حمد اللہ مستوفی نے تاریخ گزیدہ کے ماخذات میں اس کو بھی شمار کیا ہے[7]۔

---

[1] کشف الظنون۔ جلد اول ص ۴۰۶

[2] کشف الظنون۔ جلد ثانی ص ۱۵۳

[3] کشف الظنون۔ جلد ثانی ص ۴۳۵

[4] بروکلمان۔ تاریخ ادبیات عرب جلد اول ص ۳۱۴

[5] معجم الادبا۔ جلد ثانی ص ۳۱۴ و ص ۳۱۵۔

[6] ابن اثیر۔ تاریخ الکامل۔ جلد حادی عشر ص ۱۵۳

[7] تاریخ گزیدہ۔ چھاپہ عکسی ص ۸

(۵) وشاح دمیۃ القصر ولقاح روضۃ العصر[۱] ابو الحسن علی بن حسن بن علی الباخرزی المقتول ۴۶۷ھ کی کتاب دمیۃ القصر[۲] کا ذیل ہے۔ اس میں امام بیہقی نے شعرائے عصر کے حالات اور اُن کے کلام کا انتخاب جمع کیا ہے۔ تتمہ صوان الحکمۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی نے بعد میں اس کا تکملہ لکھا اور اس کا نام دُرۃ الوشاح رکھا۔[۳]

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے تتمہ صوان الحکمۃ میں اُن حکما کا تذکرہ ہے جو ظہور اسلام کے بعد بلاد مشرق خصوصاً خراسان اور ماوراءالنہر میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ امام بیہقی نے تذکرہ احوال کے ساتھ ان کے حکیمانہ اقوال اور فلسفیانہ فوائد بھی جمع کئے ہیں۔ بعض تذکروں کے تحت میں تاریخی معلومات کی ایسی کثرت و فراوانی ہے کہ کسی اور کتاب میں میسر آنا ناممکن ہے۔ مثلاً ابوالخیر خمار (۱۳) ابوریحان البیرونی (۲۸) ابن تلمیذ بغدادی (۸۶) ابوالفتح شہرستانی (۸۷) ابوالبرکات یہودی (۹۳) رشید الدین وطواط (۱۰۷) اسمٰعیل جرجانی (۱۱۱) کے تذکرے ایسے مبسوط و مشرح ہیں کہ قفطی۔ ابن ابی اصیبعہ۔ یاقوت حموی اور ابن خلکان کی تاریخوں میں بھی ایسی تفصیل نظر نہیں آتی ہے۔

تتمہ میں کسی جگہ بھی تاریخ تصنیف کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن امام بیہقی نے امین الدولہ ابوالحسن بن تلمیذ الطبیب کے تذکرہ میں حکیم ابوبکر بن عروہ کی وفات کا

---

[۱] ابن خلکان۔ وفیات الاعیان جلد اول ص ۴۵۴ ، ۴۵۵۔

[۲] بروکلمان۔ تاریخ ادبیات عرب جلد اول ص ۲۵۲

[۳] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۱۷۱

۵۵۳ھ بتایا ہے[1]۔ خود امام بیہقی نے ۵۶۵ھ میں وفات پائی ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ تتمہ ۵۵۳ھ اور ۵۶۵ھ کے مابین تمام ہوا ہے۔

امام بیہقی نے تتمہ کا کوئی خاص نام نہیں رکھا ہے۔ جرمن مستشرق اہلورڈ اور اس کی پیروی میں بروکلمان اور جرجی زیدان نے تاریخ حکماء الاسلام کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے[2]۔ لیکن یاقوت حموی نے امام بیہقی کے تصنیفات کی جو فہرست نقل کی ہے اس میں اس کا نام تتمہ صوان الحکمۃ درج ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن محمود الاشراقی الشہرزوری نے نزہت الارواح وحدیقۃ الافراح کے نام سے حکماء کی تاریخ لکھی ہے۔ اس کے دو حصہ ہیں۔ پہلے حصے میں حکمائے متقدمین کا تذکرہ ہے جو اسلام سے پہلے گزرے ہیں۔ دوسرے حصے میں حکمائے متاخرین کے تراجم ہیں جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اس آخر الذکر حصہ کو علامہ شہرزوری نے کسی قدر تلخیص واختصار کے ساتھ تتمہ سے نقل کرلیا ہے لیکن تعجب ہے کہ پوری کتاب میں کسی جگہ بھی تتمہ کا ذکر نہیں ہے۔

فخر الدین غضنفر[3] جنہوں نے تتمہ کا ذیل لکھا ہے ساتویں صدی کے مشاہیر حکماء سے ہیں۔ ان کا پورا نام فخر الدین ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد اور لقب غضنفر ہے فیلسوف روم کہلاتے تھے۔ تبریز ان کا وطن تھا۔ المشاطر فی رسالۃ الفہرست کے

---

[1] تتمہ صوان الحکمۃ ص ۱۴۱

[2] اہلورڈ۔ مخطوطات عربی۔ برلن لائبریری۔ جلد نہم ص ۴۵۰ ـــ بروکلمان۔ ادبیات عرب جلد اول ص ۳۲۴ ـــ جرجی زیدان۔ آداب اللغۃ العربیہ۔ جلد ثالث ص ۱۰

[3] دانشمندان آذربائیجان طبع طہران ص ۲۸۶

نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں حکمت و فلسفہ کی کتابوں کے نام درج ہیں۔
حنین بن اسحٰق العبادی المتوفی سنہ ۲۶۰ھ کی المسائل فی الطب[۱] نہایت مشہور کتاب ہے
غضنفر نے زاید الفاظ اور قلیل الفایدہ عبارتیں حذف کر کے اس کی تلخیص کی اور
حل المسائل نام رکھا ہے۔ ڈاکٹر داود چلبی نے اس کے ایک مخطوطہ کا ذکر کیا ہے جو
موصل میں ابراہیم چلبی عطار باشی کے یہاں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ایک مجموعہ
رسائل میں شامل ہے جس میں سترہ رسالے ہیں۔ ان میں سلسلہ کے لحاظ سے اس کا
تیرہواں نمبر ہے[۲]۔

سلطان ابو سعید بہادر خاں (سنہ ۷۱۶ھ سنہ ۷۳۶ھ) کے عہد میں تتمہ کا فارسی
زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ مترجم نے اس کا دیباچہ دستور معظم خواجہ غیاث الدین
(المقتول فی سنہ ۷۳۶ھ) کے نام پر لکھا ہے جو وزیر رشید الدین فضل اللہ ہمدانی کا
فرزند ہے۔ اور اس ترجمہ کا نام درۃ الاخبار و لمعۃ الانوار رکھا ہے۔ تتمہ میں
حنین بن اسحٰق سے اسمٰعیل جرجانی تک ایک سو گیارہ تذکرے ہیں۔ مترجم نے
ان میں سے اسحٰق بن قریش (۹) احمد جرمقی (۲۶) عبد اللہ ارموی (۷۵) اور امام
ظہیر الدین مفتی (۱۰۸) کے تذکرے چھوڑ دیے ہیں۔ بجائے ان کے آخر میں بطور
تکملہ شیخ شہاب الدین قتیل۔ امام فخر الدین رازی۔ امام نصیر الدین طوسی اور وزیر
رشید الدین فضل اللہ کے تذکروں کا اضافہ کر کے ایک سو گیارہ تذکروں کی تعداد
پوری کر دی ہے۔

۱ھ ابن ندیم۔ کتاب الفہرست ص ۴۱۰

۲ھ مخطوطات الموصل۔ طبع بغداد ص ۳۶۰ نمبر ۱۴

۳ھ حبیب السیر۔ جلد سوم جزو اول ص ۱۲۲۔ دستور الوزرا۔ طبع طہران ص ۳۲۴ تا ص ۳۳۱۔

صوان الحکمۃ اس وقت ناپید ہے۔ لیکن اس کے دو انتخاب موجود ہیں۔ ایک نہایت مختصر لیڈن میں دوسرا غایت مطول استنبول میں۔ تتمہ اگرچہ ناپید نہیں ہے۔ لیکن مدت سے نادر وکمیاب ہے۔ اس وقت دنیا میں اس کا ایک اختصار اور پانچ مکمل مخطوطے دریافت ہوئے ہیں۔ ذیل کا اختصار تتمہ کے اختصار کے ساتھ اور ذیل کے دو مکمل نسخے تتمہ کے دو مکمل مخطوطوں کے ساتھ لیڈن اور استنبول کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔ چنانچہ ان تمام مخطوطات کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) لیڈن۔ کتب خانہ مشرقیہ۔ گولیوس۔ نمبر ۱۳۳ ڈی۔ مکتوبہ ۶۹۳ھ۔ تین کتابوں کا مجموعہ۔

(۱) اختصار صوان الحکمہ۔ از ابوسلیمان منطقی۔ از ص ۶۶ تا ص ۷۳۔

(۲) اختصار تتمہ صوان الحکمہ از امام بیہقی از ص ۷۳ تا ص ۷۷۔

(۳) اختصار ذیل تتمہ صوان الحکمہ از غضنفر تبریزی از ص ۷۷ تا ص ۷۹

(۲) استنبول۔ کتب خانہ بشیر آغا۔ نمبر ۴۹۴۔ مکتوبہ ۶۸۹ھ دو کتابوں کا مجموعہ۔

(۱) انتخاب صوان الحکمہ۔ از ص ۱ تا ص ۱۹۰۔

(۲) تتمہ صوان الحکمہ (مکمل) از ص ۱۹۰ تا ص ۲۷۲۔

(۳) استنبول۔ کتب خانہ ملا مراد۔ نمبر ۱۴۰۸۔ مکتوبہ ۶۳۹ھ تین کتابوں کا مجموعہ۔

(۱) انتخاب صوان الحکمہ از ص ۱ تا ص ۱۷۶

(۲) تتمہ صوان الحکمہ از ص ۱۷۶ تا ص ۲۵۲

(۳) ذیل تتمہ صوان الحکمہ از ص ۲۵۲ تا ص ۳۱۴۔

(۴) استنبول۔ کتب خانہ کوپریلی۔ نمبر ۹۲۔ بلا تاریخ کتابت۔ تین کتابوں کا مجموعہ

(۱) انتخاب صوان الحکمہ از ص ۱ تا ص ۲۴۶۔

(۲) تتمہ صوان الحکمہ از ص ۲۴۶ تا ص ۳۴۲

(۳) ذیل تتمہ صوان الحکمتہ از ص ۳۴۳ تا ص ۴۳۰

(۵) برلن ۔ امپرئیل لائبریری ۔ بلا تاریخ کتابت
تتمہ صوان الحکمۃ صفحات ۱۹۸ ۔

(۶) مشہد مقدس ۔ کتب خانہ آستانۂ امام رضاؑ
تتمہ صوان الحکمۃ ۔ مکتوبہ ۵۹۹ھ ۔ وفات مصنف سے ۳۶ سال بعد ۔

ارباب فضل وکمال کو یہ معلوم کرکے ضرور مسرت ہوگی کہ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے نشریات مشرقیہ کے سلسلے میں صوان الحکمہ کا تتمہ نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے ۔ اور ہمارے فاضل دوست پروفیسر محمد شفیع یم اے پرنسپل اورنٹیل کالج نے اس کو کمال سعی وکوشش کے ساتھ ایڈٹ کیا ہے ۔ اس اشاعت کے تین جز ہیں ۔ پہلے جز میں عربی متن ۔ دوسرے جز میں فارسی ترجمہ ۔ تیسرے جز میں فاضل ایڈیٹر کا عالمانہ مقدمہ ۔ پہلے دو جز چھپ گئے ہیں ۔ تیسرا جز ابھی زیر طبع ہے ۔

فاضل پروفیسر نے عربی متن کی بنیاد برلن کے مخطوطہ پر رکھی ہے ۔ جس کا مفصل حال اہلورڈ نے اپنی فہرست کی جلد نہم میں صفحہ ۷۵۴ پر لکھا ہے ۔ استنبول کے تین مخطوطوں سے بر وقت تصحیح اس کا مقابلہ کیا ہے ۔ شہرزوری کی تاریخ الحکماء سے بھی مقابلہ کا کام لیا ہے ۔ فارسی ترجمہ پنجاب یونیورسٹی کے مخطوطے کی نقل ہے ۔ اس کی تصحیح میں عربی متن سے مدد لی گئی ہے ۔

عربی متن ۱۷۶ صفحات کا ہے ۔ اس کے بعد صفحہ ۱۷۷ سے ۳۶۰ تک ایڈیٹر کے تعلیقات ۔ اسمار کی فہرستیں ۔ قرآت کے اختلافات اور طباعت کے اغلاط مذکور ہیں ۔ فارسی ترجمہ ۱۳۴ صفحات میں تمام ہوا ہے ۔

فاضل پروفیسر نے عربی متن اور فارسی ترجمہ دونوں پر محققانہ تعلیقات لکھے ہیں۔ کتاب میں جس قدر تذکرے ہیں ان کی مزید توضیح و تشریح کے لئے دوسرے مصادر و منابع کا جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔ مستند ماخذوں سے اقتباس کر کے توضیح یا تطبیق کے لئے بے شمار معلومات اصل کتاب پر اضافہ کئے ہیں۔ الغرض اس اشاعت کو مفید و کارآمد بنانے کے لئے جس قدر کوشش ممکن تھی وہ سب فاضل پروفیسر نے صرف کر دی ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یورپ کے محقق کتابوں کے ایڈٹ کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔ لیکن فاضل پروفیسر نے تتمہ کو اس جامعیت سے ایڈٹ کیا ہے کہ ان کی یہ سعی محققین یورپ کے کمالات کے مماثل ہو گئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود محققین یورپ نے بھی اس تحقیق و تدقیق کے ساتھ بہت کم کتابیں ایڈٹ کی ہیں۔

آثارِ ایران

مجموعہ تحقیقات ادارۂ عتیقات ایران

مرتبہ دانشمند ایران شناس موسیو اندرے گودارڈ

اعلیٰ حضرت رضا شاہ پہلوی نے ۱۹۲۸ء میں سرزمین ایران کے آثار عتایق کی

تحقیق و تفتیش کے لئے ایک ادارہ قایم فرمایا۔ وزرائے سلطنت نے اکتشاف و حفاظت کے لئے آئین و قوانین مدون کئے ۔ فرانس کے عالم شرقیات موسیو اندرے گودارو اس ادارے کے مدیر قرار پائے ۔ دارالسلطنت طہران میں ایک عجائب خانہ کھولا گیا۔ اور اس کے لئے ایران کے اشیائے قدیم فراہم ہونے لگے ۔ آثار کہن کی حفاظت و مرمت کا آغاز ہوا۔ کتبوں کی تلاش اور ان کے متون کی نشر و اشاعت کے لئے ماہران فن کی ایک جماعت مستعد ہوئی ۔ کارکنان ادارہ نے طے کیا کہ ایک مجلہ آثار ایران کے نام سے شایع کیا جائے ۔ اور اس کے ذریعہ اُن اکتشافات کی تشہیر کی جائے جو آثار کہن، اشیائے قدیم اور کتبات و مسکوکات کی نسبت تحقیق ہوئے ہیں ۔ الحاصل موسیو گودار د نے حال میں اس مجلہ کی پہلی جلد شائع کی ہے جو سنہ ۱۹۳۶ء کے اکتشافات سے تعلق رکھتی ہے ۔ اس میں حسب ذیل آٹھ مقالات اور ان کے متعلق اکیاسی نقشے، چربے اور تصاویر ہیں۔

(۱) حواشی مرقع گلشن
(۲) اسناد مغولی عجائب خانہ طہران میں
(۳) آثار ابرکوہ
(۴) آثار نطنز
(۵) بروج لاجیم و رسکت
(۶) مزارات مراغہ
(۷) جامع نیریز
(۸) جامع محمدیہ کا منبر

مرقع گلشن اُن مصوروں، نقاشوں اور خطاطوں کی وصلیوں کا مجموعہ ہے۔ جو ہمایوں اور اکبر کے دربار میں گزرے ہیں ۔ جہانگیر نے ان ہنرمندوں کی منتشر وصلیوں کے کئی مجموعے مرتب کئے تھے ۔ ان میں سے ایک مجموعہ جہانگیر البم کہلاتا ہے ۔ جو برلن میں محفوظ ہے اور اس کی نسبت کوہنل اور گوئیٹز نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو سنہ ۱۹۲۴ء میں برلن میں طبع ہوئی ہے ۔ دوسرا مجموعہ یہی مرقع گلشن ہے جو قصر گلستان کے سرکاری کتاب خانہ میں محفوظ اور

شاہی ذخیرے کے نوادرات میں شمار ہوتا ہے۔

جہانگیر نے اس مرقع کو ہم تقطیع بنانے کے لئے چھوٹی بڑی وصلیوں کے پیچھے کاغذ چسپاں کرائے اور ان کاغذوں کے سادہ حاشیوں کی بدنمائی دور کرنے کے لئے اپنے دربار کے ہنرمندوں سے ان پر طرح طرح کے نقش و نگار اور انواع و اقسام کے تصاویر بنوائے ہیں۔ ان میں ایک تصویر شاہ جہاں کے عہد طفلی کی ہے۔ اس کو منوہر نے بنائی ہے جو جہانگیر کا خاص مصور ہے۔ موسیو گودارد دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ شاہ جہاں کی کم سنی کی یہ واحد تصویر ہے اور ایسی عمر سے تعلق رکھنے والی شاہ جہاں کی تصویر ابھی تک کسی نے بھی شایع نہیں کی ہے۔ اس تصویر کے نیچے شاہ جہاں نے خود اپنے قلم سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

شبیہ خرد سالی من است۔ حررہ شاہجہاں۔

موسیو گودارد نے اس مقالہ کی تمہید میں ہمایوں اور اکبر کے عہد میں فن نقاشی کی ترقیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ہمایوں کے عہد میں ۹۵۷ھ کے قریب میر سید علی نے داستان امیر حمزہ کے تصاویر بنانے شروع کئے۔ اور اکبر کے عہد میں اس کام کو مکمل کیا۔ موسیو گودارد کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

در سال ۱۵۵۰ء (۹۵۷ھ) میر سید علی بفرمان ہمایوں بنقاشی دوازدہ جلد تاریخ حمزہ عم پیغمبر مشغول شد۔ ایں شاہکار معروف کہ بنیان نقاشی مکتب مغولی بشمار است در عہد اکبر انجام رسید۔

لیکن یہ بیان حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ کسی ہم عصر مورخ نے نہیں لکھا ہے کہ داستان امیر حمزہ کی تصویر کشی کا آغاز ہمایوں کے عہد سے ہوا۔ بلکہ تمام مورخ بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ یہ تصاویر اکبر کے حکم سے تیار ہوئے ہیں۔

مرزا علاء الدولہ قزوینی نے نفایس المآثر میں بالصراحت بیان کیا ہے کہ میر سید علی مصور نے ۹۵۶ھ میں کابل میں آکر ہمایوں کی ملازمت اختیار کی۔ اکبر نے اس کو نادر الملک کا خطاب دے کر بارہ جلدوں میں داستان امیر حمزہ کی تصاویر بنانے کا حکم دیا۔ سات سال سے کام جاری ہے اور اس وقت تک اس کی صرف چار جلدیں تیار ہوئی ہیں۔

نفایس المآثر ۹۷۹ھ میں تمام ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے داستان امیر حمزہ کی تصویر کشی کا کام نفایس المآثر کے اتمام سے سات سال قبل ۹۷۳ھ میں شروع ہوا ہے۔ اس وقت اکبر کو برسر حکومت ہو کر دس سال گزر چکے تھے۔ اور جلوس کا گیارہواں سال جاری تھا۔

مرزا علاء الدولہ کی اصل عبارت پروفیسر محمد شفیع نے شایع کی ہے۔ جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

در شہور ۹۵۶ھ ست و خمسین و تسعمانہ بکابل آمدہ بشرف ملازمت حضرت جنت آشیانی سرفراز گشتہ .... حالا منظور نظر حضرت اعلی ست و بخطاب مستطاب نادر الملک ہمایوں شاہی ممتاز ...... ہفت سال است کہ میر مذکور حسب الحکم حضرت اعلیٰ در کتاب خانہ عالی بہ تزئین و تصویر مجالس قصہ امیر حمزہ مشغول ست۔ و در اتمام آں کتاب بدایع انتسا کہ از مخترعات خاطر وقار حضرت اعلی ست اہتمام می نماید ....

و آں حکایات در دوازدہ مجلد باتمام خواہد رسید۔ ہر جلدی مشتمل بر یکصد ورق۔ و ہر ورقی یکدرع در یکدرع محتوی بر دو مجلس تصویر۔ بر صدد ہر مجلس حالات و واقعاتی کہ بآں صفحہ متعلق ست بزبان املا کردہ اند۔ انشا و ابداع آں حکایات شوق انگیز و روایات طرب آمیز بحسن اہتمام و نتایج

اقلام سحر انجام فصاحت شعار و بلاغت آثار خواجہ عطاء اللہ منشی قزوینی
کہ طبع وقادش ناقد کلمات دلفریب است صورت انجام و اتمام می یابد
و با آنکہ در مدت مذکور سی نفر از مصوران بہزاد صفت مانی سیرت در آں
کتاب بر دوام باہتمام کار می کنند زیادہ از چہار جلد باتمام نرسیدہ۔

لاجیم ماژندران کے ایک قریہ کا نام ہے جو سواد کوہ کے جنگل میں دشوار گزار کوہستان کے اندر واقع ہے۔ اس کے اطراف آہک و آجر کی دیوار کے شکستہ آثار موجود ہیں۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ ایک مستحکم قلعہ تھا اور قلب صحرا میں دشمن کی دست برد سے محفوظ رہنے کے لئے اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس قلعہ کے آثار سے اس وقت صرف ایک برج باقی رہ گیا ہے، اس پر دو کتبے لگے ہوئے ہیں۔ ایک پہلوی میں۔ دوسرا کوفی خط میں پہلوی کتبہ ابھی تک پڑھا نہیں گیا ہے۔ کوفی کتبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ۴۱۳ھ میں اس کی تعمیر ہوئی ہے اور اس کے اندر کیائے جلیل ابو الفوارس شہریار بن العباس بن شہریار مدفون ہے۔ کوفی کتبہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہذا قبر القیم الکیا الجلیل ابو الفوارس
شہریار بن العباس بن شہریار مولی امیر المومنین رحمۃ اللہ۔
امر ببنائہ ..... فی سنہ ثلاث عشر و اربعمائۃ۔
عمل الحسن بن علی۔

موسیو گودارد نے شہریار بن العباس کی شخصیت سے مطلق بحث نہیں کی ہے۔ ورنہ اس کتبہ سے فردوسی اور اصفہبد شہریار کا واقعہ بآسانی حل ہو جاتا نظامی عروضی سمرقندی نے چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ فردوسی سلطان محمود کے غیظ و غضب سے سخت ہراسان ہوا اور غزنین سے فرار ہو کر طبرستان پہنچا۔

یہاں آل باوند کے بادشاہ اصفہبد شہریار کی حکومت تھی۔ فردوسی شہریار کے دربار میں آیا اور سلطان محمود کی ہجو سنائی۔ اس کے بعد ایکسو بیت شہریار کی مدح میں لکھ کر شاہنامے میں اضافہ کئے اور اس کو شہریار کے نام سے نامزد کرنے کی خواہش کی۔ لیکن شہریار نے اس کو پسند نہیں کیا بلکہ ایک لاکھ درہم دے کر ہجو کے اشعار فردوسی سے لے لئے اور ان کو تلف کر دیا۔

ابن اسفندیار نے بھی اپنی تاریخ طبرستان میں فردوسی کے اس واقعہ کو نظامی عروضی سمرقندی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں شہریار کے باپ کا نام شروین اور دادا کا رستم بتایا ہے۔ ابن اسفندیار کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

> شاہنامہ برگرفت و بطبرستان پیش اصفہبد شہریار بن شروین باوندکہ ذکر ملکی و بزرگی او در کتاب یمینی عتبی نوشتہ است و خال شمس المعانی قابوس بود آمد و سلطان محمود را ہجا گفت و صد بیت ہجو در دیباچہ بر اصفہبد عرض کرد و گفت من ایں کتاب را بنام تو خواہم کرد کہ ایں کتاب ہمہ اخبار و آثار اجداد تست۔

ابن اسفندیار نے ایک اور مقام پر شہریار بن شروین کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

> در رمضان ۲۸۲ھ اثنی و ثمانین و مأتین اصفہبد رستم در دربند وفات یافت شروین بن رستم ملک الجبال شد۔ و با سید ناصر کبیر موافق بود و در عہد ماکان بن کاکی ہم بود۔ اصفہبد شہریار بن شروین ملک الجبال در عہد حسن بویہ بود او را اثرہائے بسیار است۔ در بعضے اوقات با وشمگیر بن زیار موافق و معاہد بود۔ شروین بن شہریار ہم پسرش در عہد وشمگیر بود۔ بعہد شہریار در کوہستان و ملک باوندان قایم مقام پدر ہم او بود۔ اما پیش از پدر از دنیا برفت۔ و شہریار مدت دراز بماند۔ تا در عہد شمس المعالی قابوس بن وشمگیر و ہم در عہد سلطان

یمین الدولہ محمود بماند ـ

علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے فردوسی اور شہریار کے بارے میں ابن اسفندیار کی پیروی کی ہے ۔ اور مرزبان نامہ کے مقدمہ میں اس کا بایں الفاظ تذکرہ کیا ہے ۔

پدر مرزبان اصفہبد رستم بن شہریار بن شروین معاصر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر (۳۶۶ھ ـ ۴۰۳ھ) بود و در کوہستان فریم یا پریم وشہریار کوہ قایم مقام پدر شد ـ و پدرش شہریار بن شروین معاصر سلطان محمود غزنوی بود ـ و در ۳۳۷ھ بہ تخت نشست و مدتی دراز بماند و زمان سلطان محمود را درک نمود و اوست کہ فردوسی بعد از فرار از دربار سلطان محمود بنزد وی رفت و خواست شاہنامہ را بنام او کند و آں حکایت معروفست ـ

آل باوندمیں شہریار نام کے چار بادشاہ گزرے ہیں ـ

(۱) شہریار اول بن شروین بن سرخاب بن مہر مردان ۱۸۱ھ ۲۱۰ھ
(۲) شہریار ثانی بن شروین بن رستم بن سرخاب بن قرین ۳۱۸ھ ۳۳۵ھ
(۳) شہریار ثالث بن دارا ابن رستم بن شروین بن رستم ۳۵۸ھ ۳۹۶ھ
(۴) شہریار رابع بن قرین بن سرخاب بن شہریار ثالث ۴۶۶ھ ۵۰۳ھ

شاہنامہ ۴۰۰ھ میں تمام ہوا ہے ـ مشہور روایت کے مطابق فردوسی نے ۴۱۱ھ میں وفات پائی ہے ـ اس بنا پر اس شہریار کو جس کے دربار میں فردوسی گیا تھا ۴۰۰ھ اور ۴۱۱ھ کے درمیان موجود رہنا ضروری ہے ـ لیکن تاریخ میں اس نام کے جس قدر بادشاہوں کا ذکر آیا ہے اون میں سے ایک ہی ایسا نہیں ہے جو ۴۰۰ھ اور ۴۱۱ھ کے مابین حین حیات اور برسر حکومت رہا ہے ـ

برج لاجیم کے کتبہ نے آل باوند کے ایک ایسے بادشاہ کی شخصیت سے واقف کرایا ہے جو شہریار بن العباس کے نام سے موسوم اور فردوسی کی وفات سے ڈیڑھ دو سال بعد ۴۱۳ھ کے حدود میں فوت ہوا ہے۔ بلاشبہ یہی وہ شہریار ہے جس کے دربار میں فردوسی شاہنامہ لیکر آیا تھا۔

۳۹۶ھ میں شمس المعالی قابوس بن وشمگیر نے شہریار ثالث بن دارا کو مار ڈالا۔ اور ۳۹۷ھ میں اس کے فرزند رستم بن شہریار کو شکست دے کر طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد قریباً ستر سال طبرستان پر آل وشمگیر کا قبضہ رہا۔ لیکن کوہستانی علاقے پر کسی وقت بھی آل وشمگیر کو تسلط حاصل نہیں ہوا۔ اس دور اختلال میں آل باوند کے مختلف افراد قابوس کی دست برد سے محفوظ رہنے کے لئے کوہستان میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اور اپنے آبائی ملک کو دشمن سے واپس لینے کے لئے وقت اور موقع کا انتظار کرتے رہے۔ رستم بن شہریار کی ہزیمت کے ایک سال بعد خانوادہ باوندیہ کے دو برادر عم زاد ابو جعفر شروین بن محمد بن شہریار اور ابو الفوارس شہریار بن العباس بن شہریار کوہستان میں تاج و تخت کے مدعی ہوئے۔ ابو جعفر شروین بن محمد نے علاقہ کرکان میں خروج کیا اور ۴۰۰ھ میں اپنے نام کا سکہ بھی مضروب کرایا۔ اس کی قبر بندر کرکے قریب قلعہ رادکان میں ہے اور قبر کے اوپر جو بقعہ بنا ہوا ہے اس کی تعمیر ۴۰۴ھ اور ۴۰۷ھ کے مابین ہوئی ہے۔ ابو الفوارس شہریار بن العباس کا مرکز حکومت سوادکوہ تھا۔ اس نے اپنی حفاظت کے لئے لاجیم کا قلعہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ قابوس بن وشمگیر کے استیلا سے ایک سال ۳۹۸ھ سے شروع ہو کر ۴۱۳ھ کے اوائل میں ختم ہوتا ہے۔ یہ ہی وہ زمانہ ہے جبکہ فردوسی غزنین سے فرار ہو کر طبرستان میں آیا اور شہریار بن العباس کی خدمت میں شاہنامہ پیش کیا۔

آداب الحرب والشجاعه

تصنیف فخر الدین مبارک شاہ معروف بہ فخر مدبر

اقتباسات حکایات راجعہ بہ خانوادۂ غزنویہ

از نشریات عربک اینڈ پرشین سوسائٹی پنجاب یونیورسٹی

سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں فنون حرب کے مسائل و مباحث پر ایک کتاب آداب الحرب والشجاعہ تصنیف ہوئی ہے۔ اس کا مصنف فخر الدین محمد بن مبارک شاہ المعروف بفخر مدبر سلطان معز الدین محمد بن سام اور اس کے دو جانشین ملک قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش کا معاصر ہے۔ اس کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت ابوبکر الصدیقؓ تک پہونچتا ہے۔ اس کی ماں امیر بلکاتگین کی اولاد سے تھی جو امیر البتگین کا حاجب کبیر اور اس کے فرزند ابو اسحق کا جانشین ہوا ہے۔

فخر مدبر نے آداب الحرب سے پہلے ایک کتاب شجرۃ الانساب لکھی ہے۔ اس میں انبیا علیہم السلام۔ ملوک عرب و عجم اور خلفاء و سلاطین اسلام کے اکیو چھتیس شجرے درج ہیں۔ ان کی ابتدا میں ایک مبسوط مقدمہ ہے۔ جس میں وسط ایشیا کی اقوام کے رسم و رواج۔ سلاطین غوریہ کے بعض فتوحات۔ خاص کر وہ واقعات مذکور ہیں جو ۵۸۶ھ اور ۶۰۲ھ کے مابین سولہ سال کے اندر ہندوستان میں سرزد

ہوئے ہیں اس مقدمہ کو سرڈینی سن راس نے تاریخ فخرالدین مبارک شاہ کے نام سے
۱۹۲۷ء میں لندن میں چھپوایا ہے۔

اس وقت تک آداب الحرب کے تین مخطوطوں کا پتہ چلا ہے۔ ایک برٹش میوزیم میں دوسرا انڈیا آفس میں۔ تیسرا ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں۔ ڈاکٹر ایتھے نے انڈیا آفس کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں اس کا نام آداب الملوک و کفایۃ المملوک لکھا ہے۔

پروفیسر محمد شفیع ایم۔ اے۔ پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور نے آداب الحرب کے دو اقتباس شایع کئے ہیں۔ ان میں سے ایک اقتباس باب یازدہم سے ماخوذ ہے۔ اس میں اسلحہ کی فضیلت اور استعمال کے آداب وضوابط مذکور ہیں[1]۔ دوسرے اقتباس میں وہ تاریخی حکایات ہیں جو سلاطین غزنویہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اس کو پنجاب یونیورسٹی کی عریبک اینڈ پرشین سوسائٹی نے شائع کیا ہے۔

اسکول آف اورنٹیل اسٹیڈیز کے بلوٹین میں[2] احمد زکی ولدی نے مبارک شاہ فخر مدبر پر ایک مضمون لکھا ہے اور اس میں ایک منظوم کتاب رحیق التحقیق کو اس کی تصنیف بتایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکو فخر مدبر سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کتاب اسی نام اور اسی لقب کے ایک اور مصنف ملک الکلام فخرالدین مبارک شاہ مروروزی کی تصنیف ہے۔ جو سلطان علاءالدین جہاں سوز (۵۴۴ء۔ ۵۵۶ھ) اور سلطان غیاث الدین محمد بن سام (۵۵۸ھ۔ ۵۹۹ھ) کا درباری شاعر تھا۔ اس نے رحیق التحقیق ۵۸۴ھ میں سلطان غیاث الدین محمد بن سام کے عہد میں نظم کی ہے۔ اس سے پہلے اس نے سلاطین غوریہ کا نسب نامہ بھی لکھا ہے۔ اس کی تالیف سلطان علاءالدین جہاں سوز کے عہد میں شروع کی اور سلطان غیاث الدین کے عہد میں تمام کیا۔ قاضی منہاج سراج صاحب طبقات ناصری نے

---

[1] یہ اقتباس نومبر ۱۹۲۷ء کے اورنٹیل کالج میگزین میں ص۶۵ سے ص۸۲ تک چھپا ہے۔
[2] یہ مضمون بلوٹین مذکور کی جلد ششم (بابۃ ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء) میں ص۴۷ سے ص۵۸ تک شائع ہوا ہے۔

اس کا نسخہ شہزادی ماہ ملک کے یہاں دیکھا تھا۔ جو سلطان غیاث الدین کی دختر اور منہاج سراج کی سرپرست تھی۔ ملک الکلام مبارک شاہ کے لئے ملاحظہ کیجے۔ طبقات ناصری متن فارسی طبع کلکتہ صفحہ ۳۸ و صفحہ ۳۹ ۔ ریورٹی۔ ترجمہ انگریزی۔ جلد اول صفحہ ۳۰۰ و صفحہ ۳۰۱ و صفحہ ۳۰۲ ۔

دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی

مطبوعہ دار الطبع سرکار عالی حیدرآباد دکن

دفاتر دیوانی و مال و ملکی سلطنت آصفیہ کے قدیم دفاتر ہیں۔ قیام سلطنت کے ساتھ دفتر دیوانی قایم ہوا۔ اس کو پہلے زمانہ میں "دیوان دکن" کا دفتر کہتے تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق صوبہ جات دکن کا مالی اور فوجی انتظام۔ جمع و خرچ کا حساب عطائے جاگیر و منصب و انعام کی اجرائی اور اسی نوعیت کے بہت سے امور سلطنت اس دفتر سے وابستہ تھے۔ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے اپنے عہد میں دفتر دیوانی کے دو شعبے قرار دیے۔ ان میں سے ایک شعبہ جو برار۔ اورنگ آباد اور بیجاپور کے تین صوبوں سے متعلق تھا حسب سابق دفتر دیوانی کے نام سے موسوم رہا۔ دوسرے شعبہ کو بیدر اور حیدرآباد و کرناٹک کے دو صوبوں سے متعلق کر کے اس کا نام دفتر مال رکھا۔

دفتر ملکی جس کو پہلے زمانہ میں دار الانشا یا منشی خانہ کہا کرتے تھے مدار المہام کا خاص دفتر تھا۔ اس کے توسط سے مدار المہام کے انتظامی احکام۔ ماہوارات کی اجرائی۔ عہدہ داروں کے تغیر و تبدل عمل میں آیا کرتے تھے۔

سرکار عظمت مدار اور سرکار عالی کے مابین جب تعلقات قایم ہوئے اور طرفین میں خط و کتابت اور معاہدات کے مکمل و منسخ کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تو ان کی تنسیق و تنمیق بھی اسی دفتر سے متعلق کر دی گئی۔ سراج الملک کے ایام وزارت میں اس کا نام تبدیل کرکے دار الانشا کی بجائے دفتر ملکی رکھا گیا۔

۱۱۷۵ھ میں راجہ رائے رایاں دفتر دیوانی کے دفتر دار مقرر ہوئے۔ ۱۲۱۵ھ سے میں راجہ لالہ بہادر کو دفتر مال کی سر دفتری عنایت ہوئی۔ اس زمانہ یہ خدمتیں ان خاندانوں میں موروثی چلی آرہی تھیں۔ ۱۳۳۱ھ میں دفتر دیوانی محکمہ فینانس کی نگرانی میں لے لیا گیا۔ ۱۳۴۲ھ میں دفتر مال اور ۱۳۴۵ھ میں دفتر ملکی کا شعبہ ماہوارات دفتر دیوانی میں ضم کر دیا گیا۔ اس طرح سے یہ تینوں دفتر جو ابتدا سے الگ الگ تھے باہم ضم ہو کر اب ایک دفتر کی صورت اختیار کر لئے ہیں۔

دفتر دیوانی جب فینانس کی نگرانی میں آیا تو رائے پربھو لال۔ بی۔ اے اسکے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۵ محرم ۱۳۳۴ھ کو انہوں نے وظیفہ حسن خدمت حاصل کیا تو یہ خدمت مولوی سید خورشید علی کے تفویض ہوئی۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو حسب فرمان خسروی مہتممی کا یہ عہدہ نظامت دفتر دیوانی کے نام سے نامزد کیا گیا اور یہ نظامت اس وقت نظامت دفاتر دیوانی و مال و ملکی و استیفا و مناصب و مواہیر کے طول وطویل لقب سے مشہور ہے۔

بادشاہوں کے فرامین و پروانے۔ دربار دہلی کے سیاہے۔ وقایع نگاروں کے روزنامچے۔ مداخل و مخارج کے فردات۔ جاگیر و منصب و انعام کے وثیقے۔ عمال و حکام کے تغیر و تبدل اور بحالی و برطرفی کے حکم نامے۔ بازارات کے نرخ نامے۔ عہد شاہجہاں و اورنگ زیب کے دیوان دکن کا دفتر

اسی نوعیت کے سینکڑوں نادر و نایاب اسناد اس دفتر میں محفوظ و موجود ہیں۔ اگر ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف سلطنت آصفیہ کی تاریخ بلکہ ہندوستان کی عمومی تاریخ کے متعلق بھی بے شمار قابل اعتماد معلومات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس عدیم النظیر ذخیرہ کی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ اس مجموعہ سے ہوتا ہے جو حال میں بطور نمونہ چھاپا گیا ہے۔ یہ ذخیرہ سالہا سال کی محنت و کوشش کے بعد سو سے زیادہ شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر شعبہ کے اسناد تاریخ و ماہ و سال کے اعتبار سے عہد وار ترتیب دیے گئے ہیں۔ حسن تدوین کا یہ سلیقہ مولوی سید خورشید علی کے پچیس سالہ تجربہ کا نتیجہ ہے۔

اس ذخیرے کے جو اجزا شائع ہوئے ہیں ان سے تاریخ دکن کے بارے میں بعض ایسے فواید اخذ ہوتے ہیں جو عام طور پر دوسری تاریخوں میں دستیاب نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ایسے تین چار فواید کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

(۱)

نواب ناصر جنگ کی شہادت کے بعد ۷ اہر محرم ۱۱۶۴ھ کو نواب مظفر جنگ مسند نشین ہوئے۔ انہوں نے محمد علی خاں والاجاہ کو کرناٹک کی نیابت سے معزول کیا اور ۲۹ صفر ۱۱۶۴ھ کو اس علاقہ کا زر تعہد چوبیس لاکھ روپیہ مقرر کر کے یہ خدمت حسین دوست خاں عرف چندا صاحب کے حوالہ کی۔ اس تغیر و تقرر کے بارے میں جو یادداشت دفتر دیوانی سے پیش ہوئی تھی اس کی عبارت اور شرح منظوری حسب ذیل ہے۔

سند بنولیسند

نیابت فوجداری محالات پایان گھاٹ متعلقہ کرناٹک صوبہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد از تغیر انورالدین خاں عرف محمد علی خاں تعہد شمس الدولہ حسین دوست خاں

مبارز جنگ گردیدہ ۔ درباب نوشتن سند ہرچہ امر ۔

۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو دو ماہ کی مختصر حکومت کے بعد کڑپہ کے قریب راۓ چوٹی کے میدان میں نواب مظفر جنگ مارے گئے اور ان کی جگہ نواب صلابت جنگ برسر حکومت ہوئے ۔ لشکر کے مرور و عبور سے ملک پامال ہوگیا تھا ۔ اس کے مد نظر حسین دوست خاں نے زر تعہد میں تخفیف کرنے کی درخواست کی اور اس کی نسبت ۲۲ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو دفتر دیوانی سے جو یادداشت مرتب ہوئی تھی اوس کی عبارت یہ ہے ۔

فرد مہر شمس الدولہ حسین دوست خاں بہادر مبارز جنگ بدفتر رسیدہ محالات متعلقہ کرناٹک بموجب تعہد انورالدین خاں مرحوم از ۱۱۶۰ فصلی تعہد بندۂ درگاہ مقرر شدہ چوں بنا بر تفصیل افواج قاہرہ از یک سال مدیں ملک پائمالی بسیار شدہ امیدوار فضل و کرم است کہ در تعہد تخفیف مرحمت شود دریں باب ہرچہ امر

تعہد ۱۱۶۰ فصلی لعہ للعہ روپیہ

اس یادداشت پر نواب صلابت جنگ نے حکم دیا کہ (لعہ للعہ) پانچ لاکھ روپیہ تخفیف کردیا جائے ۔ چنانچہ اس حکم کے خاص الفاظ یہ ہیں ۔

پنج لک روپیہ ۱۱۶۰ فصلی تخفیف بدہند

(۲)

دفتر دیوانی کی ایک یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صلابت جنگ کے یہاں موسیو بوسی کی جو فوج ملازم تھی اس کی تنخواہ ماہانہ دو لاکھ روپیہ مقرر تھی ۔ اور اس کے معاوضہ میں نواب صاحب نے مصطفی نگر ۔ ایلور ۔ راجمندری اور

سیکاکول کے چار اضلاع چالیس لاکھ روپیہ کے اجارہ پر بوسی کے تفویض فرمائے تھے۔ اس یادداشت کی عبارت یہ ہے۔

امیدوارست کہ ازراہ فضل وکرم تعلقہ سرکار سیکاکل وراجمندری وایلور ومصطفےٰ نگر بہ بست وچہار لک روپیہ سالتمام بالمقطع من ابتدائے ۱۱۶۳ف سنہ درطلب مردم فرنگیاں وگارڈیاں بطریق اجارہ درعوض تنخواہ ماہ بماہ، دولک روپیہ درماہ کہ قبول نمودہ بنام فدوی عنایت شود

للعہ سرکار درست

موسیٰ بوسی بہادر
جنگ

غضنفر سپہ سالار
۱۱۶۶

للعہ للہ روپیہ

بوسی کی فوج۔ اس کے اخراجات اور اجارے کے چار اضلاع کی مالگزاری وغیرہ کی نسبت مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اس کو بھی اس موقع پر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو اس کی روشنی میں اس سند کو دیکھنے اور اس سے تاریخی نتائج اخذ کرنے کا موقع ملے۔

نواب مظفر جنگ نے مسند نشینی کے بعد پانڈیچری سے حیدرآباد کی جانب روانہ ہونے کا قصد کیا تو اپنی حفاظت کے لئے ڈوپلے کے مشورہ سے فرانسیسیوں کی ایک جمعیت ملازم رکھی اور اس کو ہمراہ لیکر پانڈیچری سے روانہ ہوئے۔ اس جمعیت کا افسر موسیو بوسی تھا اور اس کے ماتحت ڈوپلے کے دو رشتہ دار ایک بھتیجا دوسرا مایندری فرزند کمانڈر کی حیثیت سے اس میں شریک تھے۔ نواب

ناصر جنگ کے قاتلوں نے کڑپہ کے قریب مظفر جنگ کو مار ڈالا تو امرائے سلطنت نے اسی جگہ نواب صلابت جنگ کو تخت پر بٹھایا۔ اس کے بعد بوسی نے اپنی جمعیت کے ساتھ پانڈیچری واپس جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن نواب صلابت جنگ کے دیوان رام داس نے بہت سا روپیہ دے کر بوسی اور اسکی جمعیت کو حسب سابق ملازم رکھ لیا۔

کرنیل مالیسن نے لکھا ہے کہ پانڈیچری سے روانگی کے وقت بوسی کے ہمراہ تین سو یورپین اور دو ہزار دیسی سپاہی تھے[1]۔ ۱۷۵۱ء (۱۱۶۵ھ) میں بعہد نواب صلابت جنگ اس جمعیت کی تعداد بارہ سو یورپین اور پانچ ہزار دیسی سپاہیوں تک پہونچ گئی تھی[2]۔ اس کے دو سال بعد ۱۷۵۳ء (۱۱۶۷ھ) میں کسی قدر تخفیف ہوگئی اور اس وقت پانسو یورپین اور چار ہزار دیسی سپاہی اس میں رہ گئے[3]۔

کرنیل مالیسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ نواب صلابت جنگ نے مصطفی نگر۔ ایلور، راجمندری اور سیکاکول کے چار ضلع اس جمعیت کے اخراجات میں بوسی کے تفویض کئے تھے۔ اس علاقہ کا مجموعی رقبہ سترہ سو مربع میل تھا۔ اور اس سے سالانہ چار لاکھ پونڈ اسٹرلنگ کی آمدنی وصول ہوا کرتی تھی[4]۔ جس کی مقدار زمانہ حال کے سکہ میں باون لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ڈاڈویل نے لکھا ہے کہ بوسی جب مظفر جنگ کے ساتھ پانڈیچری سے نکلا ہے تو تین سو یورپین، آٹھ سو دیسی سپاہی اور دس میدانی توپیں اس کے ہمراہ تھیں۔ سپاہی کے لئے تیس روپیہ۔ النسائین کے لئے تین سو دو لفٹنٹوں کے لئے پان پان[5] کرجین کے لئے ایک ہزار اور خود بوسی کے لئے بارہ سو ماہانہ مقرر ہوئے تھے۔

۱۷۵۲ء (۱۱۶۶ھ) میں بوسی کی جمعیت کے ایک سو فرنگی اورنگ آباد میں تھے۔ آٹھ سو یورپین اور دیسی سپاہیوں کی چار پلٹنیں حیدرآباد میں مقیم تھیں۔

اور اس کا خرچ ڈھائی لاکھ روپیہ ماہانہ اور انتیس لاکھ روپیہ سالانہ تھا۔
۱۷۵۳ء (۱۱۶۶ھ) میں نواب صلابت جنگ نے اس جمعیت کے اخراجات کے لئے سیکاکول راجمندری ایلور اور گنٹور کے چار ضلعے بطور اجارہ بوسی کے تفویض کئے اس وقت ان اضلاع کی مالگزاری کا تخمینہ اکتیس لاکھ روپیے کیا گیا تھا۔
نومبر ۱۷۵۳ء (صفر ۱۱۶۷ھ) میں بوسی نے اپنی فوج مقیم حیدرآباد کی اصلاح کی اور اخراجات کو اس قدر کم کیا کہ صرف ڈیڑھ لاکھ روپیے ماہانہ رہ گیا۔ ۱۷۵۴ء (۱۱۶۸ھ) میں بوسی نے چاروں ضلعے تعہد پر دیدیے۔ راجمندری کا ضلع وزیانگرم کے راجہ کو تیرہ لاکھ روپیہ پر۔ سیکاکول کا ضلع ابراہیم خاں گارڈی کو نو لاکھ پر۔ باقی دو ضلعے نو لاکھ پر اس طرح پر اندازہ کیا گیا کہ چاروں اضلاع سے ۱۷۵۴ء و ۱۷۵۵ء (۱۱۶۸ھ ۱۱۶۹ھ) میں ہر سال اکتیس لاکھ روپیے وصول ہونگے اور اس سے انتظام اور تنخواہ کے اخراجات وضع ہونے کے بعد ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ کی بچت ہوگی۔
آصفی دور کے دکنی مورخوں کا بیان ہے کہ بوسی کے ساتھ پان سو فرنگی اور مظفر خاں کے ساتھ چار ہزار گارڈی پانڈیچری سے روانہ ہوئے تھے۔

موسی بوسی را با پانصد نفر کلاہ پوش و مظفر خاں را با چہار ہزار گارڈی و چند اضراب توپ و سامان باروت وغیرہ بطریق کمک ہمراہ دادہ مع قبائل وپسراور را رخصت نمود۔ تاریخ ظفرہ ص ۱۱۹

اس جمعیت کی ترتیب اور ان کی تنخواہیں اس طرح مقرر تھیں۔ سو سپاہیوں کا ایک افسر صوبہ دار۔ اس کے ماتحت چار دوسرے سردار ایک لفٹن دوسرا سرجن تیسرا اگوربرار چوتھا سپاہی۔ چار یا پانچ صوبہ داروں کا افسر ایک کمندان۔

کمندان کے لئے ایک ہزار سے پندرہ سو روپیہ تک ۔ صوبہ دار کے لئے پانسو ۔ لفٹن کے لئے ایکسو ۔ سرجن کے لئے ساٹھ روپیہ ۔ کورپرار کے لئے تیس روپیہ ۔ سپاہی کے لئے پندرہ روپیہ ماہانہ تنخواہ مقرر تھی ۔

درآن گروہ گروہا ساختند ۔ مثل یک جماعہ دار صد نفر را صوبہ دار کردند ۔ وہمراہ آن چہار سردار دیگر ۔ لفٹن وسرجن وکورپرار وسپاہی ۔ چنانچہ درماہہ سپاہی پانزدہ روپیہ ۔ کورپرار فی نفر سی روپیہ ۔ وسرجن فی نفر شصت روپیہ ۔ ولفٹن فی نفر صد روپیہ ۔ وصوبہ دار فی نفر پانصد روپیہ ۔ برچہار پنج صوبہ دار یک سردار دیگر مقرر کردہ نام آن را کمندان گزاشتہ درماہہ آن ہزار روپیہ وبعضے را ہزار و پانصد روپیہ مقرر کردند ۔

اس حساب سے اس جمعیت کی تنخواہ [illegible] (ایک لاکھ) ہزار روپیہ ماہانہ مقرر تھی ۔ نواب صلابت جنگ کے زمانہ میں پانسو فرنگی اور ایک ہزار دیسی سپاہی مزید اضافہ ہوئے جس کی وجہ سے اس جمعیت کی ماہانہ تنخواہ [illegible] (ایک لاکھ سے) ہوگئی اور اس اعتبار سے سالانہ خرچ [illegible] (لاکھ) روپیہ تک پہونچ گیا ۔

بوسی کو جو اضلاع اجارے پر دیے گئے تھے اون کی آمدنی فارسی تاریخوں کی رو سے حسب ذیل ہے ۔

	۱۰۹۷ھ میں بعہد ابوالحسن تاناشاہ	۱۱۹۷ھ میں بعہد میر نظام علیخان
مصطفی نگر	[illegible]	[illegible]
ایلور	[illegible]	[illegible]
راجمندری	[illegible]	[illegible]

سیکاکول [illegible]

میزان [illegible]

۱۱۶۸ھ کے اوایل میں نواب صلابت جنگ نے بوسی کو عمدۃ الملک سیف الدولہ بہادر
غضنفر جنگ کا خطاب اور ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا
اور اس کی توثیق کے لئے پیش گاہ سلطنت میں عرضداشت روانہ کی اس کے جواب
میں عزیز الدین عالمگیر بادشاہ غازی کا حسب ذیل فرمان بوسی کے نام صادر ہوا۔

فرمان ابوالعدل عزیز الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی

سزاوار عنایات بادشاہی شایستہ تفضیلات شاہنشاہی

سیف الدولہ عمدۃ الملک موسی بوسی بہادر غضنفر جنگ بتوجہات شاہی مفتخر و مباہی بودہ
بداند کہ عرضداشت مرسلہ آں فدوی مع یکصد و بیست و یک مہر و یک ساعت نامہ
و قطعی مرصع کار فرنگ آوردہ کیشوراؤ بوساطت فرزندم سیادت و نجابت مرتبت
امارت و ایالت منزلت دانائی مدارج دین و دولت شناسائی مراتب ملک و ملت
اعتضاد خلافت و فرماں روائے اعتماد سلطنت و کشورکشائی ہمدم دلکشائے مجلس خاص
محرم خلوت سرائے اخلاص کارفرمائے سیف و قلم مدبر امور عالم قدوۂ خوانین بلند
مکان عمدہ امرائے عظیم الشان وزیر صائب تدبیر ممالک مدار امیر روشن ضمیر عالی
مقدار لازم الاختصاص والاعزاز واجب الاحترام والامتیاز رکن السلطنۃ بادشاہ
سلیمان اقتدار وزیر الممالک عماد الملک آصفجاہ نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار
از نظر جہاں پرور گزشتہ فردغیاب مطالعہ گردید۔ رسوخ فدویت و وثوق
عبودیت کہ اساس نیکو خدمتی اولیائے دولت و بنائے نیک نفسی عقیدت

پرستان پیش گاہ خلافت را ذریعہ کمال تاسیس و ترصیص تواند بود۔ از معروضہ آں عمدۃ الملک در مرآت ضمیر خورشید نظیر صورت تحقیق و ثبوت پذیرفت خصوصاً وزیر الممالک بہادر مراتب فدویت و قواعد عقیدت آں شائستہ تفضلات بادشاہی بابلغ وجوہ بمسامع جاہ و جلال رسانیدہ منقوش خاطر اقدس گردانیدند۔ از آنجا کہ دریں بارگاہ سلاطین پناہ جوہر قابلیت و فدویت پایۂ بلند و مرتبہ ارجمند دارد و زیادہ بر حوصلۂ آمال و امانی عقیدت سرشتان ابواب مواہب کشادہ است۔ بموجب تجویز فدوی با اعتقاد مدار الملک آصف الدولہ بہادر ظفر جنگ سپہ سالار ناظم دکن منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار و علم و نقارہ و ماہی و مراتب و خطاب سیف الدولہ عمدۃ الملک بہادر غضنفر جنگ برائے آں عمدۃ الملک درجہ پذیرائی یافت و خلعت و سرپیچ و فیل بموجب عرض وزیر الممالک بہادر مرحمت گردید باید کہ قدر شمول عطیات عظمی و عنایات کبری را دانستہ در تقدیم لوازم عقیدت و اقدام برمراسم فدویت مقید و سرگرم بودہ احکام مطاعہ را کاربند و منقاد باشد و افزائش مراتب تفضلات شاہنشاہی بقدر فرمان پذیری تصور نماید۔

(۳)

۱۲۰۶ھ کی جنگ میسور میں متحدین[1] نے ٹیپو سلطان سے آدھا ملک اور زرتاوان لیکر صلح کی۔ لیکن مورخین نے زرتاوان کی مقدار معین کرنے میں اختلاف کیا ہے۔ میر حسین علی کرمانی نے زرتاوان کی مقدار تین کروڑ روپیے کے محاصل کا ملک با ایں قدر نقد روپیہ بیان کی ہے۔

تجویز ہر سہ شریک صورت صلح برایں وجہ قرار گرفت کہ ملک سہ کروڑ روپیہ
یا ہمیں قدر نقد سلطان نرم دل برسہ دولت مندان وا سپارد۔

---

[1] متحدین سے ایسٹ انڈیا کمپنی اور سرکار نظام و سرکار پنڈت پردھان پیشوا مراد ہیں۔

میر تجلی علی مولف آصف نامہ نے لکھا ہے کہ ٹیپو سلطان نے نصف ملک اور تین کرور نقد دینے کا وعدہ کیا اور ایک کرور پچاس لاکھ کی پہلی قسط فوری ادا کی گئی جس کو شرکا نے اسی وقت تقسیم کرلیا۔

کو اغذ نصف ملک و اقرار سہ کرور روپیہ نقد ہمہ مہر کردہ روانہ نمود.....

تا پانزدہ شانزدہ روز بسوال و جواب لیت و لعل در زدہ روبراہ نمی آورد ۔ وکواغذ صاف نفرستاد اگرچہ ارسال خزائن بابت قسط اول کہ یک کرور و پنجاہ لک روپیہ باشد ہر روز می فرستاد و جا بجا تقسیم شرکا می یافت ۔

عبدالرحیم صفی پوری نے شرائط صلح میں نصف ملک اور زر تاوان کی مقدار تین کرور تیس لاکھ روپیہ بتاتی ہے۔

حسب درخواست لارڈ موصوف سلطان بفتوی ضرورت قبول کند کہ نیمہ مملکت خود را بسرداران ہم عہد واگزارد ۔ و درعرض دوازدہ ماہ سہ کرور وسی لک روپیہ نقد بدلیشان بدہد ۔

سطور بالا میں مورخین کے بیانات گزر چکے ہیں ۔ اب اس صلح کی سرکاری روئداد درج کی جاتی ہے ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ارل کارنوانس کو ۔ سرکار نظام نے اعظم الامرا ارسطو جاہ کو ۔ پیشوا نے ہری رام پنت کو مصالحت کرنے کے جملہ اختیار عطا کئے تھے ۔ ان صاحبان اختیار کے ایما سے صلح نامہ کی ترتیب و تدوین کے لئے ایک مجلس شوریٰ مقرر ہوئی اور اس کے حسب ذیل ارکان منتخب ہوئے۔

سر جان کینی وے	نمایندہ ایسٹ انڈیا کمپنی
میر عالم	نمائندہ سرکار نظام

بھیکاجی و گوبند راؤ نمائندہ سرکار پیشوا
غلام علی خاں و رضا علی خاں (سابق سفراء متعینہ قسطنطنیہ) نمائندہ ٹیپو سلطان۔
بمقام سرنگاپٹم عیدگاہ کے قریب ایک خیمہ میں ۱۹ ؍ جمادی الثانی ۱۲۰۱ھ سے ۲۷ ؍ رجب ۱۲۰۱ھ تک اونچالیس یوم میں اس مجلس کے ستائیس اجلاس منعقد ہوئے۔

۲۰ ؍ جمادی الثانی ——— متحدین کے نمائندوں نے ٹیپو سلطان سے نصف ملک اور چھ کرور روپیہ تاوان جنگ کا مطالبہ کیا۔

۲۴ ؍ جمادی الثانی ——— رضا علی خاں نے چوتھائی ملک اور تین کرور زر تاوان ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی ——— مرہٹہ سردار ہری رام پنت نے مشورہ دیا کہ ساٹھ لاکھ روپیہ کا مزید مطالبہ دربار خرچ کے نام سے کیا جائے تاکہ یہ رقم بطور صلہ ان سرداروں میں تقسیم کی جا سکے جو اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں۔

۲۵ ؍ جمادی الثانی ——— صلح کے حسب ذیل شرایط طے ہوئے۔ اور صلح نامہ کا مسودہ مرتب ہوا ——— متحدین کو نصف محاصل کا ملک اور ——— تین کرور زر تاوان اور تیس لاکھ دربار خرچ دیا جائے ——— اسیران جنگ رہا کئے جائیں۔

۲۷ ؍ جمادی الثانی ——— سلطان کے نمائندوں نے جواب دیا کہ سلطان موروثی ملک کے علاوہ مفتوحہ علاقے دینے پر تیار ہیں ——— ڈیڑھ کرور روپیہ فی الفور ——— باقی ڈیڑھ کرور ایک سال کے اندر بالاقساط دیا جائے گا ——— فی الفور اداشدنی رقم میں پچاس لاکھ زر نقد اور باقی ایک کرور کے جواہرات ہاتھی گھوڑے وغیرہ۔

۲۸ جمادی الثانی ——— ارل کارنوالس۔ اعظم الامرا اور ہری پنت نے بالاتفاق طے کیا کہ تیس لاکھ دربار خرچ اور تین کرور زر تاوان کے منجملہ پینسٹھ لاکھ زر نقد کی صورت میں فی الفور ——— اور باقی پینسٹھ لاکھ بارہ مہینے کے اندر بالاقساط وصول کئے جائیں۔

یکم رجب ——— صلح نامہ پر ارل کارنوالس اور اعظم الامراء نے دستخط کئے اس کے ایک دن بعد ہری رام پنت نے دستخط کی۔

۲ رجب سے ۲۶ رجب تک ٹیپو سلطان کی مملکت کے حسابات جانچے گئے۔ نصف ملک کا تعین کیا گیا ——— اور اس کو متحدین میں تقسیم کرنے کے لئے بحث و مباحثے ہوتے رہے غرضکہ صلح کی کارروائی ۲۷ رجب کو مکمل ہوگئی۔ متحدین کے لشکر اپنے اپنے ملک کی جانب واپس ہوگئے۔

مسٹر ایچیسن نے عہدنامہ جات کے مجموعہ میں اس صلح کی نسبت ۲۲ فروری ۱۷۹۲ء (۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۶ھ) کا جو عہد نامہ نقل کیا ہے اوس کے دوسرے فقرے میں زرتاوان کی نسبت حسب ذیل الفاظ درج ہیں۔

تین کرور تیس لاکھ روپیہ بصورت زر مسکوک متحدین کو حسب شرح ذیل ادا کیا جائے ——— ایک کرور پینتیس لاکھ روپیہ ہون یا اشرفی یا زیور طلائی و نقروی کی صورت میں فی الفور ادا کیا جائے ——— باقی ایک کرور پینسٹھ لاکھ روپیہ تین اقساط میں جسکی میعاد ہر قسط کے لئے چار ماہ سے زیادہ نہ ہوگی متحدین کو سکہ مذکور الصدر کی صورت میں ادا ہوں گے۔

اس عہدنامہ میں قابل غور یہ امر ہے کہ رقم ادا شدنی کی مقدار تین کرور تیس لاکھ ظاہر کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد ادائی کی جو تفصیل درج ہے حساب کرنے سے اوس کی میزان بجائے تین کرور تیس لاکھ کے صرف تین کرور برآمد ہوتی ہے۔

صلح کی سرکاری رویداد اور عہد نامہ کے فقرے دوم میں اقساط کی رقم اور حصص کی مقدار مبہم رہ گئی ہے۔ اس کو روشنی میں لانے کے لئے ٹیپو سلطان کے ارسال قسط کی وہ یادداشت دیکھنا چاہیئے جو دفتر دیوانی کے مجموعہ میں صفحہ ۳۱ و ۳۲ پر شایع کی گئی ہے اس سے حصص کی مقدار اور قسط بندی کی تفصیلات آئینہ ہو جاتی ہیں۔

جملہ رقم اداشدنی ۳ کرور ۳۰ لاکھ

فوری اداشدنی۔ یک کرور ۶۵ لاکھ تین مساوی حصوں میں ہر حصہ کی مقدار رقم ۵۵ لاکھ

تین مساوی اقساط کے ذریعہ اداشدنی رقم یک کرور ۶۵ لاکھ ہر ایک قسط کی رقم ۵۵ لاکھ تین مساوی حصوں میں۔ ہر حصہ کی مقدار رقم ۱۸ لاکھ ۳۳ ہزار ۳۳۳ روپے ۵

ٹیپو سلطان مبلغ ہجدہ لک و سی و سہ ہزار و سہ صد و سی و سہ روپیہ و پنج آنہ پاؤ بالا از قسط معہ دربار خرچ موعود بست و ہفتم صفر ۱۲۰۷ ہجری منجملہ زر قرار داد بعد منہائی حصہ کمپنی انگریز بہادر و راؤ پنڈت پردھان بسر حد کر پہ تعلقہ سرکار ارسال نمودہ برائے رسید التماس دارد دریں باب ہر چہ امر

یک کرور ۔ لاکھ روپیہ جملہ معہ دربار خرچ

کل

بہ سہ قسط مساوی در سال التمام

۵۵ لاکھ

قسط ۲۱ شوال ۱۲۰۶ ہ

قسط ۲۰ صفر ۱۲۰۷ ہ

قسط جمادی الثانی سنه ۱۲۰۶

شرح رسید آنکه یادداشت آنکه مبلغ هجده لک و سی و سه هزار
و سه صد و سی و سه روپیه و پنج آنه و پاو بالاکه نصف
آن نه لک و شانزده هزار و شش صد و شصت
و شش روپیه و دو و نیم آنه کسری زیاده باشد قسط
موعود ۲۰ صفر سنه ۱۲۰۷ از سرکار مدار دولت مجمله
قرار داد از طرف ٹیپو سلطان بعد حصه کمپنی انگریز بهادر
و راو پنڈت پردهان باتصواب کارپردازان کمپنی
انگریز بهادر به سرکار دولت مدار وصول گردید

وصول بموجب رسید سابق

دفعه بموجب رسید مهر عظم الامراء بهادر

دفعه بموجب رسید مهر خاص

۱۰

بابتہ قسط ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ
کہ منقضی شدہ رسید علحدہ
خواہد شد

قسط ۲۷ صفر ۱۲۰۷ھ

۲۷ محرم ۱۲۰۷ھ

اس یادداشت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فی الفور ادا ہونے والی رقم غرۂ شعبان ۱۲۰۶ھ (۲۵ مارچ ۱۷۹۲ء) کو بے باق کردی گئی تھی اور اس کی رسید اعظم الامرا ارسطو جاہ کی مہر سے دیگئی تھی۔ باقی تین قسطوں میں ادا ہونے والی رقم کے لئے ہر قسط کی تاریخ معین تھی۔

پہلی قسط	کے لئے	۲۷ شوال ۱۲۰۶ھ	۱۷ جون ۱۷۹۲ء
دوسری قسط	کے لئے	۲۷ صفر ۱۲۰۷ھ	۱۴ دسمبر ۱۷۹۲ء
تیسری قسط	کے لئے	۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ	۹ فروری ۱۷۹۳ء

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان نے ادائی اقساط کے معاملہ میں ان تاریخوں کی پابندی نہیں کی۔ بلکہ ۲۷ شوال ۱۲۰۶ھ کی قسط ۲۵ محرم ۱۲۰۷ھ (۱۵ ستمبر ۱۷۹۲ء) کو اور ۲۷ صفر ۱۲۰۷ھ کی قسط ۲۸ رمضان ۱۲۰۷ھ (۱۰ مئی ۱۷۹۳ء) کو ارسال ہوئی ہے۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ کی قسط ناغہ ہونے کے باعث یادداشت میں واجب الادا بتائی گئی ہے۔

(۴)

نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں سرکار نظام کے جہاز

چینا پٹن (مدراس) اور مچھلی پٹن کے بندرگاہوں پر رہا کرتے تھے۔ مچھلی پٹن میں سرکار نظام نے جہاز سازی کا کارخانہ بھی قایم کیا تھا۔ جہازوں کی تعمیر کے لئے پالونچہ کے جنگل سے قوی اور طویل لکڑیاں فراہم کی جاتی تھیں اور ان کو دریائے گوداوری کی راہ سے ساحل نرساپور تک لایا کرتے تھے۔ جہاز سازی اور جہاز رانی کے جملہ کاروبار رائے وکالت رام کے تفویض تھے۔ اس کے کاروبار کا صدر مقام مچھلی پٹن تھا۔ چینا پٹن کے جہازوں کا انتظام حاجی محمد کابلی کے ذمہ تھا۔ یہ کیفیت دفتر دیوانی کے حسب ذیل تین یادداشتوں سے اخذ کی گئی ہے جو شائع شدہ مجموعہ کے صفحات ۶۱ و ۶۳ و ۶۵ میں درج ہیں۔

عنایت نامہ بنام جنرل کیمل گورنر مدراس و مسٹر جان ہالنڈ رزیڈنٹ حیدرآباد

رائے وکالت رام ملازم سرکار بکارہائے سرکار مامور و اہتمامات جہاز سرکار بعہدۂ رائے مذکور مقرر و مفوض گشتہ لہذا نگارش می رود کہ بگورندور مچھلی پٹن تاکید باید نوشت کہ آنچہ رائے مزبور در باب کارہائے مرجوعہ جہاز استعانت نماید و بلوازم و سرانجام آں پرداختہ در امور ضروری پیوستہ باموی الیہ سلوک بعمل می آوردہ باشد۔

عنایت نامہ بنام نجم الملک بہادر

حسب الحکم کسان رائے وکالت رام برائے آوردن چوبینۂ قوی و طویل قابل جہاز جائے کہ در تعلقہ پالونچہ وغیرہ متعلقہ آں شہامت مرتبت باشد بر سند لہذا نگارش می رود کہ نائبان خود تاکید بر نگارید کہ بحسب مطلوب کسان رائے مذکور نجاران ؟ و مزدوران وغیرہ را برائے

قطع و برید چوبینہ ہمراہ دادہ فراہم آرندو من بعد مدد و مبادی بودہ بلامزاحمت محصول از راہ دریائے گنگ تا ساحل دریائے نرسا پور بصحیح و سلامت رسانند۔

عنایت نامہ بنام حاجی محمدؐ کابلی

جہاز سرکار کہ بساحل دریائے بندر چینا پٹن کہ باہتمام آں شجاعت دستگاہ است بعرصہ شد کہ نادرست و مرمت طلب بنابرآں اہتمام مرمت جہاز مذکور از حضور پر نور باستصواب رائے دکالت رام تقرر یافتہ لہذا نگارش می رود کہ شخصے از طرف رائے مذکور برائے برداشتن جہاز نزد آں شجاعت دستگاہ خواہد رسید جہاز مذکور معہ سرانجام و لوازم آں بلاتوقف و تساہل سپرد مشارٌالیہ نمودہ رسید گرفتہ خود را بحضور پر نور رسانید۔

اس موقع پر یہ بتادینا بھی نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نواب نظام علی خاں کے زمانہ میں ۸ ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ (۱۲ اپریل ۱۸۰۲ء) کو سرکار عالی اور سرکار برطانیہ کے مابین حقوق تجارت کی نسبت جو عہدنامہ تکمیل پایا ہے اوس کے دوسرے فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے تمام برطانوی بندرگاہوں پر سرکار عالی کے جہاز آیا جایا کرتے تھے اور ان کی حفاظت برطانوی جنگی جہازوں کے ذمہ تھی۔

دولت عثمانیہ

تصنیف مولوی محمدؐ عزیز ایم۔اے شائع کردہ دارالمصنفین اعظم گڑھ دارالمصنفین نے تاریخ اسلام کی تالیف و تدوین کا کام شروع کر دیا۔

اس کو سلسلہ وار کئی جلدوں میں شایع کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ کی آخری کتاب ترکوں کی تاریخ ہے جو **دولت عثمانیہ** کے نام سے حال میں شایع ہوئی ہے۔ پلونہ کی قیامت خیز لڑائی کے بعد پچاس ساٹھ برس سے مسلمانانِ ہند ترکوں کی تاریخ اور ان کے سیاسی معاملات کا بنظر غائر مطالعہ کر رہے ہیں۔

۱۸۷۶ء میں مدراس کے ایک بزرگ شاہ محمد صادق الحسینی نے 'فیروز نامہ ترک' کے نام سے ایک متوسط کتاب لکھی اور اسے نہایت اہتمام سے تصاویر کے ساتھ طبع کرایا۔ غالباً یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ترکوں کی نسبت اردو زبان میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کے بعد مولوی خلیل احمد اسرائیلی نے کریسی کی تاریخ کا ترجمہ کیا اور اس کی پہلی جلد کارنامہ ترک کے نام سے ۱۸۹۶ء میں دہلی سے شایع ہوئی۔ اس کے بعد مولوی محمد انشاء اللہ خاں ایڈیٹر اخبار وکیل نے جو چالیس سال پہلے ترکوں کی تاریخ اور سیاست کے سارے ہندوستان میں بہت بڑے عالم مانے جاتے تھے ڈائمنڈ اولیور کی انگریزی کتاب سے استفادہ کر کے ترکوں کی ایک ضخیم تاریخ لکھی اور اسے ۱۸۹۹ء میں دو جلدوں میں تاریخ خاندان عثمانیہ کے نام سے امرتسر کے مطبع روز بازار میں چھپوایا۔

ایک مصری مورخ کرنیل اسمٰعیل بک سرہنگ نے حقایق الاخبار عن دول البحار کے نام سے دنیا کی بحری تاریخ لکھی ہے۔ اس کا ایک ربع حصہ خاص ترکوں کے حالات سے مملو ہے۔ اس حصہ کو مولوی محمد عبد الحلیم ردولوی نے اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۹۰۹ء میں کارکنان پیسہ اخبار لاہور نے تاریخ عثمانی کے نام سے چھاپہ ہے۔ حیدرآباد میں دارالترجمہ کے لئے مرحوم مارماڈیوک پکتھال نے ترکوں کی ایک مفصل تاریخ فرنچ زبان سے انگریزی میں ترجمہ کی جس کا کئی سال سے اردو میں ترجمہ ہو رہا ہے اور اس کی پہلی جلد تاریخ دولت عثمانیہ کے نام سے جامعہ عثمانیہ کے

سرکاری مطبع میں طبع ہونا شروع ہو گئی ہے۔

دولت عثمانیہ جس کو مولوی محمد عزیز ایم۔ اے نے تالیف کیا ہے ترکوں کے عروج و زوال کی مبسوط تاریخ ہے۔ اس کی پہلی جلد میں جو شائع ہو چکی ہے ابتدائے زمانہ سے سلطان مصطفیٰ خاں رابع کی معزولی (۱۲۲۳ھ) تک تین سو سال کے واقعات مذکور ہیں۔ دوسری جلد میں جو زیر طبع ہے سلطان محمود خاں ثانی کی تخت نشینی (۱۲۲۳ھ) سے سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ (۱۳۴۲ھ) تک ایکسو گیارہ سال کے حالات ہوں گے اس کے بعد ترکوں کے جمہوری کارناموں کا تذکرہ ہوگا۔

مصنف ممدوح نے بحر ہند میں سلطان سلیمان اور پرتگیزوں کی لڑائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے دو ترکی امیر البحر پیری رئیس اور سیدی علی کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے ضمن میں مصنف سے ایک اہم غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۱۱ پر لکھا ہے کہ۔

> پیری رئیس نے گجرات سے قسطنطنیہ تک کی سیاحت کے حالات ایک سفرنامہ میں قلم بند کئے ہیں۔ وہ شاعر بھی تھا۔ اس نے ریاضیات اور فن جہاز رانی پر بھی چند رسالے لکھے ہیں جو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں خصوصاً اوس کی تصنیف محیط جو بحر ہند کی جہاز رانی پر ہے نہایت مستند خیال کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سفرنامہ اور محیط کو پیری رئیس سے کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ یہ کتابیں سیدی علی امیر البحر کی تصنیفات سے ہیں۔ سیدی علی کا بیڑہ جب گجرات کے ساحل پر تباہ ہو گیا تو اس نے گجرات سے براہ خشکی وطن کی جانب مراجعت کی۔ افغانستان خراسان اور عراق سے گزرتا ہوا قسطنطنیہ پہونچا۔ ۹۶۴ھ میں بمقام غلطہ اپنے حالات سفر قلم بند کئے۔ مراۃ الممالک نام رکھا

یہ سفرنامہ ۱۸۹۹ء میں قسطنطنیہ میں چھپ گیا ہے۔ جرمنی۔ فرانسیسی اور انگریزی میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں۔ پروفیسر ویمبری کا انگریزی ترجمہ ۱۸۹۹ء میں لندن میں طبع ہوا ہے۔ محیط گجرات میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس کا وہ حصہ جس میں خلیج عمان کے حالات ہیں بطزر نے جرمنی میں ترجمہ کیا ہے۔

تاریخ ادبیات ایران

تصنیف پروفیسر ای۔ جی۔ برون آنجہانی

حال میں انجمن ترقی اردو نے اس کی چوتھی جلد کا اردو ترجمہ شایع کیا ہے۔ ہمارے دوست مولوی سید وہاج الدین احمد کنتوری مددگار پرو وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی اس کے مترجم ہیں۔ اس میں سلطنت صفویہ کی ابتدا سے دولتِ قاچاریہ کے انقراض تک کم وبیش تین سو سال کے علمی اور ادبی کوائف کا مفصل تذکرہ ہے۔ اس ترجمہ کی زبان نہایت اچھی اور صاف وسلیس ہے۔ فاضل مترجم نے ترجمہ کرنے میں ترجمہ کے تمام آداب وضوابط ملحوظ رکھے ہیں مشہور ایرانی فاضل آقائے رشید یاسمی نے بھی اسی جلد کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور طہران کے چاپ خانہ روشنائی میں اس کی طباعت ہوئی ہے۔

اردو ترجمہ میں بعض القاب واسمار کے تلفظ نقل درنقل ہونے کے باعث مسخ ہو گئے ہیں۔ اور اس قسم کے مسخ شدہ الفاظ کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

صفحہ ۶۷ سطر ۱۱ — شیخ نجیب الدین جوگوش ۔ بزگوش کا صحیح تلفظ بزغش ہے۔
صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۴ — سلطان حسین بیقارہ والی ہرات ۔ بیقارہ کا صحیح تلفظ بایقرا ہے۔
صفحہ ۱۴۴ سطر ۹ — خاوندگار ۔ اس کا صحیح تلفظ خوندگار ہے۔

ایران و ہندوستان کے فارسی داں اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک سلاطین عثمانیہ کو خوندگار روم کہا کرتے تھے ۔ شاہ طہماسپ صفوی نے بھی اپنے تذکرہ میں سلطان روم کے لئے یہ ہی لقب استعمال کیا ہے ۔ من گمان می بردم کہ حضرت خوندکار متوجہ ایں جانب شد و چنیں بود ۔ تذکرہ شاہ طہماسپ طبع کلکتہ ص ۶۹ و ص ۷۰ ۔

صفحہ ۶۰۴ سطر ۱۹ گلشن محمود اور تذکرہ محمد شاہی ۔

اصل انگریزی کتاب میں گلشن محمود کے بعد اور تذکرہ محمد شاہی سے قبل ایک کتاب سفینۃ المحمود کا نام ہے جو اردو ترجمہ میں چھوٹ گیا ہے۔

صفحہ ۶۱۲ سطر ۹ ۔ ہندوشاہ بن سنجر بن عبداللہ الصحابی الکیرانی ۔ صحابی کا صحیح تلفظ صاحبی ہے ۔

خود ہندوشاہ نے اپنی اس نسبت کو اپنی کتاب تجارب السلف کے دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے ۔ الفقیر الی اللہ الغنی ہندوشاہ بن سنجر عبداللہ الصاحبی الکرانی ۔ ہندوشاہ کے نام کے ساتھ صاحبی کی نسبت اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ وہ صاحب دیوان خواجہ شمس الدین محمد جوینی یا اس کے بھائی علاء الدین عطا ملک کے خدام سے تھا ۔ کیونکہ ان دونوں بھائیوں کے خدام اور حاشیہ نشین اسی نسبت سے مشہور ہوئے ہیں ۔ چنانچہ علاالدین کے مملوک ناصر الدین قتلغ شاہ صاحبی کا تذکرہ اسی نسبت کے ساتھ کتاب حوادث الجامعہ میں آیا ہے ملاحظہ فرمائیے کتاب مذکور طبع بغداد ص ۴۴۸ ۔

ایران کے تاریخی مطبوعات

گزشتہ تین سال کی مدت میں ایران کے ناشران کتب نے مصنفین عجم کی بہت سی مفید اور اہم کتابیں شایع کی ہیں۔ منجملہ اُن کے تاریخ و تراجم سے تعلق رکھنے والی بعض خاص خاص کتابوں کے نام یہ ہیں۔

مجمل التواریخ والقصص۔ یہ عمومی تاریخ ہے اور ۵۲۰ھ میں سلطان سنجر سلجوقی (۵۱۱ھ۔ ۵۵۲ھ) کے عہد حکومت میں تالیف ہوئی ہے۔ تمام دنیا میں اس کا واحد مخطوطہ صرف پیرس کے کتاب خانۂ ملی میں محفوظ ہے۔ علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے ۱۳۴۹ھ میں وزارت معارف کے لئے اس کا عکس حاصل کیا تھا۔ ملک الشعرا بہار نے اس عکس کو کمال محنت سے صحیح کر کے موجودہ نسخہ طبع کرایا ہے۔ اس کا مصنف نواح ہمدان کا باشندہ اور مہلب بن محمد بن شاذی کی اولاد سے تھا۔ سلاجقہ کے زمانہ میں دبیری کی خدمت اس کے تفویض تھی۔ غالباً ملازمت کی وجہ سے اصفہان میں رہا کرتا تھا۔ اور اسی جگہ اپنی یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اور اس کی تصنیف میں ایسی بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے جو صدیوں سے ناپید ہیں۔ مثلاً ابوالموید بلخی کا شاہنامۂ نثر۔ ابوصالح کا ترجمہ مہابھارت۔ ابن المقفع کی سیرۃ الملوک۔ حمزہ اصفہانی کی تاریخ اصفہان امیر معزی کی سیرۃ سلطان سنجر وغیرہ۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ایران کے واقعات کسی قدر تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ خاص کر ملوک دیالمہ۔ سلاطین دشمنزیاریہ اور امرائے اکراد کے ایسے واقعات کا تذکرہ ہے جو اس کے سوا کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتے۔

ہندوستان کے عہد قبل از اسلام کی نسبت ایک مستقل باب ہے۔ ابو صالح بن شعیب بن جامع نے عربی زبان میں مہابھارت کا ترجمہ کیا تھا۔ اس کو ابوالحسن علی بن محمد الحلبی خازن دارالکتب جرجان نے ۴۱۷ھ میں عربی سے فارسی میں منتقل کیا۔ اسی فارسی ترجمہ سے یہ باب ماخوذ ہے۔

تاریخ بیہق۔ بیہق خراسان کے ایک مردم خیز شہر کا قدیم نام ہے۔ اس کو آجکل سبزوار کہتے ہیں۔ اس کتاب میں شہر، مضافات شہر اور ان مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ جو اس شہر میں ولادت پائے یا مدفون ہوئے ہیں۔ امام ظہیر الدین ابوالحسن علی بن زید البیہقی نے ۵۶۳ھ میں یہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس زمانہ میں سلطان سنجر کے غلام ملک المشرق مویدای آبہ کی خراسان میں حکومت تھی۔ قاری کلیم اللہ حسینی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے کئی سال پہلے اس کتاب کی تصحیح کی تھی۔ لیکن اس کی طباعت کا ان سے انتظام نہ ہو سکا۔ علامہ محمد قزوینی نے وزارت معارف کے لئے برٹش میوزیم سے اس کا عکس حاصل کیا تھا۔ احمد بن بہمن یار نے اس عکس سے موجودہ نسخہ چھپوایا ہے۔ اور آخر میں بعض تاریخی اور مشکل الفاظ حل کرنے کے لئے تعلیقات بھی اضافہ کئے ہیں۔

تاریخ بخارا۔ ابوبکر محمد بن جعفر النرشخی المتوفی ۳۴۸ھ نے ۳۳۲ھ میں امیر حمید ابو محمد نوح بن نصر بن احمد بن اسمعیل السامانی (۳۳۱ھ۔ ۳۴۳ھ) کے نام پر عربی زبان میں بخارا کی تاریخ لکھی۔ ابو نصر احمد بن محمد بن نصر القباوی نے ۵۲۲ھ میں فارسی میں اس کا ترجمہ کیا۔ صدر جہاں شیخ برہان الدین عبدالعزیز بن مازہ رئیس بخارا کے لئے محمد بن زفر بن عمر نے ۵۷۴ھ میں قباوی کے ترجمہ کی تلخیص کی۔ فرانسیسی مستشرق موسیو شیفر نے اس تلخیص کو بعض دوسرے تاریخی

منتخبات کے ساتھ ۱۸۹۲ء میں پیرس میں چھپوایا تھا۔ اب مدرس رضوی نے مطبوعہ نسخہ کے اغلاط دور کرکے اس کو مکرر طبع کرایا ہے۔

تجارب السلف ۔ نقیب السادات سید صفی الدین محمد بن علی الطباطبا المعروف با بن الطقطقی المتوفی ۷۰۹ھ نے خلفاء اور وزرا کی ایک کارآمد تاریخ لکھی ہے۔ جس کو الفخری کے نام سے ۱۸۶۰ء میں اہلورڈ نے چھپوایا ہے۔ لیکن اس کا صحیح نام منیۃ الفضلاء فی تاریخ الخلفاء والوزراء ہے۔ ۷۲۴ھ میں امیر نصرت الدین یوسف بن بارغون بن ہزاراسپ کے لئے ہندوشاہ نخجوانی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور تجارب السلف اس کا نام رکھا۔ آقائے عباس اقبال آشتیانی نے تین مخطوطوں سے اس کی تصحیح کی ہے۔ کارکنان مطبع فروردین نے خاص اہتمام سے چھپوایا ہے۔

تاریخ جدید ۔ یزد ایران کا تاریخی مقام ہے۔ اس کی یہ تاریخ احمد بن حسین بن علی الکاتب نے ۸۶۱ھ میں تالیف کی ہے۔ اس وقت مرزا جہاں شاہ قرا قوینلو برسر حکومت تھا۔ دستور وزارت فرہنگ کے ایما سے اس کی طباعت ہوئی ہے۔

ذیل جامع التواریخ ۔ جامع التواریخ فارسی زبان کی مشہور و معروف تاریخ ہے۔ اس کو وزیر رشید الدین فضل اللہ الھمدانی نے ۷۰۴ھ میں تالیف کیا ہے۔ اس میں سلاطین مغلیہ کے حالات غازان خاں (۶۹۴ھ ۔ ۷۱۶ھ) کی وفات تک مرقوم ہیں۔ شہاب الدین عبداللہ بن لطف اللہ الخوافی المعروف بہ حافظ ابرو نے جو جانشینان تیمور کے دربار کا مشہور مورخ ہے۔ ۸۱۶ھ میں مرزا شاہرخ بن تیمور کے حکم سے جامع التواریخ کا ذیل لکھا۔ اس میں ابتدا مغلوں کے حالات اولجائتو سلطان کی تخت نشینی سے امیر تیمور کے آغاز حکمرانی تک مذکور ہیں۔

اس کے بعد مغلوں کے معاصر شاہان مظفریہ۔ ملوک کرت اور سربداروں کا مفصل تذکرہ ہے۔ ڈاکٹر خان بابا بیانی جو دانش گاہ طہران میں تاریخ کے دانشیار ہیں اس کی تصحیح و تحشی کی ہے۔ اور اس کی جلد اول کو جس میں سلاطین مغلیہ کے حالات ہیں چاپ خانہ علمی نے چھاپ کر شائع کیا ہے۔

دائرۃ المعارف ۔ جس کو گورنمنٹ نظام نے قدمائے اسلام کی تصنیفات شایع کرنے کے لئے قایم کیا ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا واحد علمی ادارہ ہے ۔ اس نے ۱۹۳۹ء کے آغاز سے الامام الزاہد وخاتم المحدثین علامہ ابن جوزی شیخ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی البغدادی المتوفی ۵۹۷ھ کی عدیم النظیر کتاب المنتظم فی تاریخ الملوک والامم چھاپنا شروع کیا ہے اورگزشتہ دسمبر میں اس کی دو جلدیں شایع کی ہیں جن میں ۲۵۷ھ سے ۳۴۹ھ بیانوے سال کے حوادث اور اعیان واکابر کے وفیات مذکور ہیں ۔

علامہ شمس الدین محمد بن محمود الشہرزوری کی تاریخ الحکما جس کا نام نزھتہ الارواح وروضتہ الافراح ہے ادبیات عرب کی مشہور وممتاز کتابوں میں شمار ہوتی ہے اس کی جلد ثانی کو جس میں فلاسفہ اسلام کے احوال واقوال مذکور ہیں ڈاکٹر محمد حسین ایم ۔ اے ۔ ڈی ۔ فل ۔ نے جو لاہور کے زنانہ کالج میں عربی زبان کے لکچرار ہیں بڑی محنت سے ایڈٹ کیا اور اس پر گراں قیمت تعلیقات اضافہ کئے ہیں اور خاص اہتمام سے اس کو چھپوانا بھی شروع کر دیا ہے ۔

اسی ضمن میں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دو سال پہلے ۱۳۱۶ھ شمسی

میں آقائے ضیا الدین دریؔ نے جو طہران کی یونیورسٹی میں علوم معقول کے مدرس ہیں نزہتہ الارواح کی ہر دو جلد کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے ۔ مزید توضیح و تشریح کے مدنظر دوسری مستند کتابوں سے اخذ کر کے بعض مفید معلومات بھی اس میں اضافہ کئے ہیں ۔ نہایت نفیس ٹائپ میں متعدد تصاویر کے ساتھ کنز الحکمۃ کے نام سے طہران کے چاپ خانہ دانش نے اس کو چھپوایا ہے ۔

علامہ ابن الفوطی شیخ کمال الدین عبد الرزاق بن احمد الشیبانی المتوفی ۷۲۳ھ قرن ہشتم کے نامور مورخ و مصنف ہیں ۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد صاحب الدیوان عطا ملک علاء الدین جوینی کے مداح اور بغداد میں مدرسہ مستنصریہ کے خازن کتب تھے ۔ انہوں نے مشاہیر اسلام کے تراجم میں ایک کتاب پچاس جلدوں میں لکھی مجمع الآداب فی معجم الالقاب اس کا نام رکھا ۔ پھر سات جلدوں میں اس کی تلخیص کی ۔ اس تلخیص کی جلد پنجم کا ایک مخطوطہ مولانا محمد شفیع پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور کے یہاں موجود ہے ۔ جس میں حروف کاف ۔ لام ۔ میم کے القاب ہیں ۔ حافظ محمد عبد القدوس القاسمی نے اس جلد کی تصحیح کی ہے اور اس پر توضیحی تعلیقات اضافہ کر کے اورنٹیل کالج میگزین کے ساتھ بالاقساط شائع کر رہے ہیں ۔ اس وقت تک حرف کاف کے (۶۴۳) اور حرف لام و میم کے (۲۰۵) تراجم شائع شدہ اجزا میں آگئے ہیں ۔

پروفیسر محمد اقبال نے علامہ ابن الفوطی اور ان کی تصنیف مجمع الادب کی نسبت ایک مبسوط مضمون لکھا ہے جو مئی ۱۹۳۵ء کے اورنٹیل کالج میگزین میں ص۳ سے ص۸۱ تک شایع ہوا ہے ۔

ہمارے دوست پروفیسر محمد شفیع ایم۔اے پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور نے
کمال الدین عبد الرزاق بن اسحاق السمرقندی المتوفی ۸۸۷ھ کی کتاب مطلع السعدین
ومجمع البحرین کی تصحیح کی ہے اور اس پر کمال محنت وجان کاہی سے توضیحی
تعلیقات اضافہ کئے ہیں۔ اس کا متن کرائسٹ کالج کیمبرج کے مخطوطہ پر
مبنی ہے۔ مقابلہ کے لئے انڈیا آفس اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے چار
مخطوطے استعمال کئے ہیں۔

اس کی دوسری جلد جس میں جانشینان تیمور کے حالات ہیں۔ کئی سال
سے اورنٹیل کالج میگزین کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو رہی ہے۔ اور جو حصہ
اس وقت تک طبع ہوا ہے اس میں ۸۰۷ھ سے ۸۴۸ھ تک اکتالیس سال کے
واقعات ہیں۔

امیر تیمور کی شہرہ آفاق تاریخ یعنی مولانا شرف الدین علی ایزدی کا ظفرنامہ
باون سال پہلے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔
لیکن اس کے ساتھ مصنف کا دیباچہ نہیں ہے۔ اس دیباچہ کو جو چوبیس
صفحات میں تمام ہوا ہے۔ نومبر ۱۹۴۹ء کے اورنٹیل کالج میگزین میں پروفیسر
محمد شفیع نے چھاپ دیا ہے اور اس کی ابتدا میں مختصر سی تمہید بھی لکھی ہے
اور اس میں دیباچہ کی نسبت بعض تحقیقاتی امور بیان کئے ہیں۔

ڈنمارک کے مستشرق اور ایران شناس ارتھر کرسٹن سن کی مشہور کتاب
ایران درعہد بنی ساسان کا پنجاب یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر
محمد اقبال ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انجمن ترقی اردو

اس کی اشاعت کا انتظام کر رہی ہے۔ مشہور ایرانی فاضل آقائے رشید یاسمی نے بھی اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا ہے۔ جو گزشتہ سال طہران کے چاپ خانہ رنگین میں نہایت اہتمام سے چھاپہ گیا ہے۔ اور اس میں ساسانی دور سے تعلق رکھنے والی بہت سی تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ گزشتہ فروری کے اورنٹیل کالج میگزین میں اردو ترجمہ کا باب دوم شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے تنظیم دولت ساسانی۔

کتب موصولہ

فتوح السلاطین ۔ تصنیف مولانا عصامی دولت آبادی ۔ سلاطین ہندوستان کی منظوم تاریخ جو ۔ سلطان علاء الدین بہمن شاہ کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے ۔ ڈاکٹر مہدی حسین ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ لٹ ۔ لکچرار آگرہ کالج آگرہ نے چھپوایا ہے صفحات ۴۸۵ قیمت تین روپیہ ۔

صراط الحمید ۔ مولانا محمد الیاس برنی ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ کا سفرنامہ مقامات مقدسہ واقع حجاز و عراق و شام و فلسطین ۔ مع تصاویر ۔ جلد اول طبع ثانی ۔ اصلاح و اضافہ کے ساتھ صفحات ۳۵۲ قیمت دو روپیہ ۔ جلد دوم طبع اول صفحات ۲۰۴ ۔ قیمت ایک روپیہ ۔

تاریخ سلطنت خداداد ۔ نواب حیدر علی خاں اور فتح علی خاں ٹیپو سلطان کی مفصل و مکمل تاریخ ۔ تالیف مورخ میسور محمود خاں محمود ۔ طبع ثانی ۔ اصلاح و اضافہ کیساتھ صفحات ۶۵۶ ۔ قیمت چار روپیہ ۔

تاریخ جنوبی ہند ۔ جنوبی ہندوستان میں ہندو مسلم تعلقات کی پانصد سالہ تاریخ ۔ تالیف مورخ میسور محمود خاں محمود ۔ صفحات ۴۲۰ ۔ قیمت تین روپیہ ۔

OPINIONS ON QAMUSUL--ALAM

The Right Hon'ble Sir Tej Bahadur Sapru, K. C. S. I., M. A., LL. D., D. C. L., Bar-at-Law.

I have much pleasure in stating that I have looked into the first numebr of *Qamusul-Alam* by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri of Hyderabad Deccan and I have been much impressed with the thoroughness of research and the pains which Hakim Shams-ullah has obviously taken. Hakim Shams-ullah Qadri is a noted scholar of Urdu whose reputation has travelled beyond Hyderabad-Deccan. His labours desrve, in my opinion, encouragement and appreciation.

Sir S. M. Sulaman, M.A., LL.D., Bar-at-Law.

Moulvi Sayyid Shams-ullah Qadri is engaged on the preparation of a gigantic work The *Qamusul-Alam,* which will envolve an enormous amount of labour and hard-work as well as an intelligent selection of important names and particulars. The work is of a stupendous character, and he deserves to be congratulated on such an under-taking. I wish him success in his enterprise.

Khan Bahadur Shaik Abdul Kadir, M.A., I. E. S. (Retd.)

Judging from the first part the *Qamusul-Alam* promises to prove when completed an indispensable work of reference to all advanced students and research scholars ot Muslim History, Geography and Biography, especially pertaining to Urdu Literature and Muslim Culture in India. At present scholars are compelled to consult such works as De Slane's *Ibn Khallikan.* Blochmann's *Ain i Akbari,* D'Herbelot's *Bibliotheque Orientale,* Beale's *Oriental Biographical Dictionary,* De Tassy's Works and *The Encyclopaedia of Islam,* but besides being in foreign languages, these works are neither easily accessible to, nor conveniently purchasable by Indian scholars. Moreover they are not so generally useful for Indian Muslim Literature and History as the *Qamus.* An Urdu work of the type of the *Qamus* was a long felt want, which Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri has boldly come forward to supply, and that too single-handed. His is a prodigious task, and it fully deserves every kind of public and private encouragement and support. I have compared some of the Notices given therein with those in Beale's *Dictionary* recently translated into Urdu under the title of *Qamusul-Mashahir,* about a thousand mistakes and misprints of which have already been pointed out by the Hakim's erudite eldest son Sayyid Ahmad-ullah Qadri, and I have not the least hesitation in saying that the *Qamusul-Alam,* is for more accurate, far more comprehensive, and far more instructive. I have no doubt that his unique work will meet with wide approbation not only in the East but also in the west.

Nawab Lutf ud-Dawlah Memorial Series

Published

1. *Shajarah i Asafiyah*, by Nawab Muazzam ul-Mulk Muazzam ud-Dawlah M. Badar ud-Din Khan Bahadur,
2. *Chand Bibi*, by Sayyid Ahmad-Ullah Qadri, in English
3. *Nawab Sayyid Lashkar Khan*, The First Diwan of Nawab Asafjah, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
4. *Chand Bibi*, by Sayyid Ahmad-ullah Qadri, in Urdu.
5. *Nawab Abul Khair Khan*. the Founder of the Noble family of Paigah.
6. *Nawab Abul Fatah Khan*, The First Amir of Paigah.

Under Preparation

1. *Timur*, by Nawab Jiwan Yar Jung Bahadur in English.
2. *Timur*, by Nawab Jiwan Yar Jung Bahadur in Urdu.
3. *The Origin of Paigah*, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
4. *Barar, Past and Present*, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.
5. *Tadhkirat ul-Muluk*, History of Bijapur by Rafi'uddin Shirazi.
6. *Sawanih Dakkan*, by Muni'm Khan Hamadani.
7. *Tadhkirat ul-Balad wal-Hukkam*, by Sayyid Husain Ali Kirmani.
8. *The Qamusul-Alam*, A Dictionary of Oriental Biography, Geography and History, by Hakim Sayyid Shams-ullah Qadri.

Nawab Lutf ud-Dawlah Oriental Research Institute

Patron

The Hon'ble Sir Aqil Jung Bahadur, Sayyad Aqil Bilgerami, Vice-President, Executive Council, the Nizam's Government and the President, Executive Committee, Paigah of Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur.

Founder

Hakim Sayyid Shams Ullah Qadri.

President

Chief Justice, Nawab Jiwan Yar Jung Bahadur, B.A., (Cantab.) Bar-at-Law.

Members

Justice, Nawab Nazir Yar Jung Bahadur, M.A., LL.D., Bar-at-Law.

Nawab Asghar Yar Jung Bahadur, B.A., (Oxon) Bar-at-Law.

Rai Witthal Rai, Accountant General, Paigah of Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur.

Sayyid Ahmad-Ullah Qadri.

Life Secretary and Treasurer

Sayyid Sa'ad Ullah Qadri.

Publisher

Tarikh Office, Hyderabad Deccan.

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو
درسینه هاے مردم عارف مزار ماست

THIS SERIES IS ISSUED IN MEMORY OF

The Late Nawab Lutf ud-Dawlah Muhammad Lutf ud-Din Khan Bahadur Latafat Jung

(Born 16th July, 1883, Died 31st March, 1937, A.D.)

The object in view is to record our feeling of gratitude for the kindly interest he took throughout his life in promoting the cause of literature and arts.

He was a prominent noble-man, the owner of an extensive estate, and a member of the Executive Council of H.E.H. the Nizam's Government.

Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur was the son of Nawab Shams ul-Mulk Shams ud-Dawlah Muhammad Hafiz ud-Din Khan Bahadur Zafar Jung and the grand son of Amir i Kabir Shams ul-Umara Nawab Sir Khurshid Jah Muhammad Muhi-ud-Din Khan Bahadur Tegh Jung, K.C.I.E., to whom the Princess Husain un-Nisa Begam, the eldest daughter of Asaf Jah V Nawab Afzal ud-Dawlah Bahadur, had been married. It was to her that Nawab Lutf ud-Dawlah's father was born.

In the month of December, 1936, Nawab Lutf ud-Dawlah Bahadur proceeded to Vienna to undergo medical treatment, and while on his way back to Hyderabad, he died on board the Ship 'Viceroy of India' near Adan and was buried in his family grave-yard at Hyderabad.

THE TARIKH.

New Series.

Vol., IV. June 1940. Part, 1.

Contents.